بسم اللہ الرحمن الرحیم

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون

سلسلہ مطبوعات ۳۶
مکتبہ دار المعارف الہ آباد

تذکرہ
مشائخ نقشبندیہ مجددیہ

مؤلفہ

مولانا محبوب احمد قمر الزمان ندوی الہ آبادی

زیر تربیت

شیخ طریقت حضرت مولانا محمد قمر الزمان صاحب الہ آبادی دامت برکاتہم

ناشر
مکتبہ دار المعارف الہ آباد

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون

تذکرہ

مشائخ نقشبندیہ مجددیہ

مؤلفہ

مولانا محبوب احمد قمر الزمان صاحب ندوی

زیر تربیت

شیخ طریقت حضرت مولانا محمد قمر الزمان صاحب الہ آبادی دامت برکاتہم

ناشر

مکتبہ دار المعارف الہ آباد

کتاب کے متعلق ضروری معلومات

نام کتاب : تذکرہ مشائخ نقشبندیہ مجددیہ

مرتب : جناب مولانا محبوب احمد قمر الزمان صاحب ندوی

تعداد صفحات : ۲۵۶

تعداد اشاعت : ۱۰۰۰ - ایک ہزار

ماہ و سنہ اشاعت : سنہ ۱۴۲۳ھ م سنہ ۲۰۰۳ء

کتابت : شمیم احمد قاسمی الہ آباد

قیمت : Maktaba Darul Maarif Allahabad
Price Rs. 100.00

ملنے کے پتے

مکتبہ دار المعارف بی / ۶۳۹ وصی آباد - الہ آباد (یو، پی)

اشرفی کتب خانہ ۱۴/۱۷ بخشی بازار - الہ آباد - مکتبہ اشرفیہ ۳۶ محمد علی روڈ - بمبئی ۳

مکتبہ رحمانیہ دار العلوم عربیہ اسلامیہ محمود نگر کنتھاریہ - بھروچ (گجرات)

دار الکتاب دیوبند — کتبخانہ انجمن ترقی اردو - جامع مسجد - دہلی -

مکتبہ دانش دیوبند — مکتبہ حبیبیہ محلہ بڑضیاء الحق - دیوبند

مکتبہ نعیمیہ دیوبند — ادارہ اسلامک اسٹور ۲/۱۶۴ نظام الدین نئی دہلی

مکتبہ اشرفیہ دعوت الحق، ہردوئی — الفرقان بکڈپو ۳۱/۱۱۴ نظیر آباد - لکھنؤ

مکتبہ نفیس، نزد بیف مارکٹ محمد علی روڈ - مالیگاؤں - ناسک (مہاراشٹر)

فہرست مضامین

تذکرہ مشائخ نقشبندیہ مجددیہ رح

صفحہ نمبر		نمبر شمار
۶	عرض ناشر — از محمد عبد اللہ قاسمی	
۷	کلمات تبریک — شیخ طریقت حضرت مولانا محمد قمر الزمان صاحب دامت برکاتہم	
۹	مقدمہ — از حضرت مولانا سعید الرحمن صاحب ندوی مدظلہ العالی	
۱۱	پیش لفظ — از مکرم مولانا قاری محمد احسن صاحب مدظلہ	
۱۵	تعارف — از مخدوم مکرم مولانا مجیب اللہ ندوی صاحب دامت برکاتہم	
۱۷	تاثر — از حضرت مولانا ابوسفیان صاحب مفتاحی میئو	
۱۹	تقدمہ — از مؤلف عفی عنہ	
۲۶	حالات سید الکونین حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، مسمّٰی بہ "احسن السیر"	۱
۴۷	امیر المومنین سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ	۲
۵۴	سیدنا حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ	۳
۵۸	حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکر رض	۴
۶۱	حضرت امام جعفر صادق رحمہ اللہ تعالٰی	۵
۶۴	حضرت بایزید بسطامی رحمہ اللہ تعالٰی	۶
۶۷	حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی قدس سرہٗ	۷
۶۹	حضرت شیخ ابوعلی فارمدی رحمہ اللہ تعالٰی	۸
۷۱	حضرت خواجہ یوسف ہمدانی رحمہ اللہ تعالٰی	۹
۷۳	حضرت خواجہ عبد الخالق غجدوانی رحمہ اللہ تعالٰی	۱۰
۷۶	حضرت خواجہ عارف ریوگری رحمہ اللہ تعالٰی	۱۱
۷۶	حضرت خواجہ محمود انجیر فغنوی رحمۃ اللہ علیہ	۱۲

نمبر شمار		صفحہ نمبر
۱۳	حالات حضرت خواجہ علی رامیتنی رحمہ اللہ تعالےٰ	۷۸
۱۴	حضرت خواجہ محمد بابا سماسی قدس سرہٗ	۸۰
۱۵	حضرت خواجہ سید امیر کلال رح	۸۱
۱۶	حضرت امام الطریقہ خواجہ بہاء الحق والدین نقشبند رح	۸۳
۱۷	حضرت خواجہ علاء الدین عطار رح	۸۷
۱۸	حضرت مولانا یعقوب چرخی رح	۸۸
۱۹	حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رح	۹۰
۲۰	حضرت مولانا محمد زاھد رح	۹۴
۲۱	حضرت مولانا درویش محمد رح	۹۵
۲۲	حضرت مولانا خواجگی امکنگی رح	۹۶
۲۳	حضرت خواجہ باقی باللہ رح	۹۸
۲۴	حضرت امام ربانی مجدد شیخ احمد فاروقی سرہندی رح	۱۰۴
۲۵	حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی رح	۱۱۸
۲۶	حضرت خواجہ محمد نقشبند رح	۱۲۴
۲۷	حضرت خواجہ محمد زبیر رح	۱۲۵
۲۸	حضرت خواجہ ضیاء اللہ رح	۱۲۷
۲۹	حضرت شاہ محمد آفاق صاحب رح	۱۲۸
۳۰	اویس زمانہ حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن صاحب رح	۱۲۹
۳۱	حضرت مولانا شاہ بدر علی صاحب رح	۱۴۷
۳۲	حضرت مرشدی مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاپگڈھی رح	۱۵۳
۳۳	حضرت مولانا شاہ محمد قمر الزمان صاحب دامت برکاتہم	۱۶۲
۳۴	حضرت سید آدم بنوری رح	۱۷۲

صفحہ نمبر		نمبر شمار
۱۷۳	حضرت مولانا شاہ علم اللہ صاحبؒ	۳۵
۱۷۴	حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحبؒ	۳۶
۱۷۶	حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ	۳۷
۱۸۱	حضرت مرزا مظہر جانجاناںؒ	۳۸
۱۸۲	حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحؒ	۳۹
۱۸۵	حضرت شاہ غلام علی صاحب رحؒ	۴۰
۱۸۷	حضرت مولانا خالد کردی صاحبؒ	۴۱
۱۸۹	حضرت سید احمد شہید رائے بریلویؒ	۴۲
۱۹۴	حضرت مولانا سید پیر غلام حبیب صاحبؒ	۴۳
۲۰۱	اذکار و مراقبات سلسلہ نقشبندیہ	۴۴
۲۱۱	کلمات نقشبندیہ جن پر اس طریقہ کی بنیاد ہے۔	۴۵
۲۲۹	تصوف، کتاب و سنت کی روشنی میں۔ از خلیق احمد نظامی رحؒ	۴۶
۲۴۳	ہدایات و مشورے از حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندوی رحؒ	۴۷
۲۴۹	شجرہ حضرت مجدد الف ثانی رحؒ	۴۸
۲۵۱	حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحؒ کے نصائح	۴۹
۲۵۴	مصادر التحقیق	۵۰

عرضِ ناشر

بسمہٖ تعالیٰ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى

اما بعد! حق تعالیٰ شانہٗ کا فضل و احسان ہے کہ "مکتبہ دار المعارف الٰہ آباد" کے زیر انتظام متعدد مفید و قابل قدر کتابوں کی اشاعت و طباعت کے اہتمام کا سلسلہ برابر جاری ہے والد محترم حضرت مولانا محمد قمر الزمان صاحب دامت برکاتہم کی متعدد مفید کتابیں طبع ہو چکی ہیں اسیطرح برادر محترم مولانا محبوب احمد صاحب ندوی زید فضلہٗ کی کتاب "شیخان" بھی طبع ہو چکی ہے۔ اسیطرح آپ کی کتاب "تصفیۃ القلوب ترجمہ تزکیۃ النفوس" کا گجراتی زبان میں ترجمہ ہو گیا ہے، جو مقبول ہو رہی ہے۔

اس وقت ہمارے مکتبہ کے سلسلہ مطبوعات کی اہم پیشکش "تذکرہ مشائخ نقشبندیہ مجددیہ" ہے جس کو برادر محترم مولانا محبوب احمد ندوی زید مجدہٗ نے حضرت والد صاحب مدظلہٗ کے زیر تربیت مرتب کیا ہے، اسی کے ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت و حالات پر مشتمل "احسن السیر" کی تالیف کی ہے جو انشاء اللہ تعالیٰ جلد ہی طبع ہو کر عشاق رسول کے ہاتھوں میں آ جائے گی۔

ہمارے لئے بڑی سعادت کی بات ہے کہ حضرت مخدومی مولانا مجیب اللہ صاحب ندوی دامت برکاتہم نے اس کا نہایت جامع تعارف تحریر فرمایا ہے اور مخدومی حضرت مولانا سعید الرحمن صاحب اعظمی ندوی مدظلہٗ نے اس پر فاضلانہ مقدمہ ارقام فرمایا۔ فجزاہم اللہ احسن الجزاء۔

اور ہم کو یہ اطلاع دیتے ہوئے مسرت ہو رہی ہے کہ حضرت والد صاحب مدظلہٗ کی تالیف بنام "معارف صوفیہ صافیہ" عنقریب منصۂ شہود پر آنے والی ہے۔ اس کی خوبی کیلئے یہ کافی ہے کہ اس پر حضرت شیخ مولانا مفتی مظفر حسین صاحب دامت برکاتہم خلیفہ مولانا اسعد اللہ صاحب ناظم مظاہر علوم سہارنپور نے نہایت وقیع مقدمہ ارقام فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر مرحمت فرمائے۔ آمین!

محمد عبد اللہ قمر الزمان الٰہ آباد ۶ ذیقعدہ ۱۴۲۳ھ

کلماتِ تبریک

نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم وعلٰی آلہٖ واصحبہٖ اجمعین ط

امّا بعدُ! اللہ تعالیٰ کا بیحد وحساب فضل واحسان ہے کہ اس نے نورِ چشم محبوب احمد ندوی سلمہٗ کو مشائخ نقشبندیہ مجددیہ رحمانیہ کی مختصر سوانح لکھنے کی توفیق مرحمت فرمائی۔ ساتھ ہی بعض دیگر مشائخ مجددیہ کے احوال واقوال لکھنے کی سعادت بخشی گویا ان تمام حضرات کے فیوض وبرکات سے مستفیض ہونے کی راہ ہموار فرمادی۔ عزیز موصوف کے لکھے ہوئے مضامین کی یہ حقیر برابر نگرانی کرتا رہا اور وہ خود برابر مضامین کو دکھلاتے اور مشورہ لیتے رہے۔ اس لحاظ سے اس حقیر کو بھی اس مبارک تصنیف میں شرکت کا شرف میسر ہوا۔ فللہ الحمد والمنۃ۔

اس سے قبل شیخان ملقب بہ "عیشان تجریان" کو نہایت سلیقہ سے لکھ چکے ہیں، جس میں وقت کے مشہور شیخ اپنے جدامجد حضرت مصلح الامت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب الہ آبادیؒ اور عارف باللہ حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاپگڈھی رح کے حالات وارشادات درج کیے ہیں جس کو عوام وخواص سب نے پسندیدگی کی نظر سے دیکھا۔ اس کے علاوہ عربی کی کتاب "تزکیۃ النفوس" کا سلیس شگفتہ ترجمہ کیا وہ بھی پسند کیا گیا اور وہ یقیناً اس لائق ہے کہ ہمارے عربی مدارس کے نصاب میں داخل کیا جائے تاکہ تصوف وسلوک سے طلبہ کو مناسبت وواقفیت حاصل ہو اور اصلاح اخلاق کی فکر دامنگیر ہو۔ نیز طلبہ کے علاوہ تمام مسلمان مردوں وعورتوں کے لیے اس کا مطالعہ بے حد مفید وضروری ہے۔ اب انشاء اللہ یہ ترجمہ "تصفیۃ القلوب ترجمہ تزکیۃ النفوس" کے نام سے شائع ہوگا اب گجراتی زبان میں بھی طباعت کیلئے اس کا ترجمہ ہوچکا ہے۔

ایک بات میرے لئے نہایت تسرساری کی یہ ہے کہ اس سلسلۃ الذہب کے اخیر میں

اس حقیر کا تذکرہ مکرم مولانا قاری سید محمد احسن صاحب فتحپوری نے لکھ دیا ہے جبکہ میں بار بار انکار کرتا رہا مگر اسی قدر ان کا اصرار بڑھتا رہا۔ آخر انھوں نے لکھ کر شامل کتاب کر ہی دیا اب میں اس کو اپنے لئے نیک فال ہی سمجھتا ہوں کہ ان صالحین کے ساتھ نام آجانے سے شاید اللہ تعالےٰ ان نیک بندوں کے طفیل اس حقیر کو بھی قبول فرمالیں ؎

می پذیرند بداں را بطفیل نیکاں

رشتہ واپس نہ کند ہر کہ گہر می گیرد

ابتداء میں حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم (جو تمام سلاسل کے رائس و منتہی ہیں) کا بھی ذکر خوب سے خوب تر انداز میں کسی قدر تفصیل سے کیا، جس کو انشاء اللہ تعالےٰ ناظرین کرام پسند فرمائیں گے۔ مزید خوشی کی بات یہ ہے کہ اس کو علیحدہ بھی مع مزید عنوانات مثلاً غزوات اور اخلاق سے متعلق احادیث مبارکہ کے "احسن السیر" کے نام سے شائع کیا جا رہا ہے۔ امید ہے کہ یہ مختصر رسالہ چھوٹے بڑے سبھی کیلئے انشاء اللہ تعالےٰ بصیرت افروز و مفید ثابت ہوگا۔

غرض عزیزم محبوب احمد سلمہٗ نے بہت اہم علمی و دینی خدمت انجام دی جسکی وجہ سے تمام سلسلہ والوں کی طرف سے قابل شکریہ ہیں۔ جزاہم اللہ تعالےٰ احسن الجزاء انکی سعی کو اللہ تعالےٰ قبول فرمائے اور مزید اس قسم کے علمی خدمات کی توفیق مرحمت فرمائے آمین! نیز اور اس حقیر کیلئے صدقہ جاریہ بنائے۔ آمین! والسلام۔

محمد قمر الزماں الٰہ آبادی۔ ۲۶ محرم الحرام سنہ ۱۴۲۳ھ

؎ یعنی اللہ تعالےٰ نیکوں کے طفیل میں بہت سے بروں کو بھی قبول فرمالیتے ہیں جیسے کہ موتیوں کا خریدار موتیوں میں پڑا ہوا دھاگا باوجود بیکار ہونے کے واپس نہیں کرتا۔

مقدمہ

از اُستاذ مکرم حضرت مولانا سعید الرحمٰن الاعظمی صاحب مدظلہ العالی

مدیر" البعث الاسلامی" ندوۃ العلماء، لکھنؤ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اسلامی زندگی کو صحیح خدوخال اور اپنے اصل رنگ و روپ میں پیش کرنے کا شرف اس امت کے مصلحین اور علماء ربانیین کو حاصل ہوا۔ ان کے ظاہر و باطن کی یکسانیت، اللہ تعالیٰ سے ان کا گہرا تعلق اور اللہ کے بندوں کو بندگی کی لذت سے آشنا کرانے میں ان کے لئے مینارۂ نور ثابت ہوئے۔ بلکہ سچ پوچھئے تو یہ اس کائنات کے نظام کو فطرت سے پوری طرح ہم آہنگ کرنے میں بہت معاون و مددگار بنے اور انسانوں کو اللہ تعالیٰ کی معرفت کا سبق پڑھانے میں ایک اہم کردار ادا کیا۔ اور غیر اللہ پر اعتماد اور شرک و بدعت کی پیچیدہ بیماریوں میں مبتلا انسانوں کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول برحق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمانِ کامل اختیار کرنے کی تربیت دی اور اس طرح انکی روحانی صحت کا اہتمام کیا۔

اسلامی شریعت کو اللہ تعالیٰ نے انسانی مزاج کے عین مطابق بنایا ہے، اسکی باریکیوں کو سمجھنا اور زندگی کے ہر جزء پر اس کو منطبق کرنا اسی وقت ممکن ہے جب اس کے لئے ذہن و دماغ کو تیار کیا جائے اور قلب کے آئینے کو نہایت صاف و شفاف اور روشن بنانے کی سعی کی جائے، تاکہ اللہ تعالیٰ کی معرفت کا ادراک اور اسکی وحدانیت اور اس کے خلق وامر کا یقین اور تکوینی نظام کی حقانیت کھل کر سامنے آجائے۔

یہ ایسی ذمہ داری ہے جس کا جواب دہ ہر مسلمان ہے۔ لیکن اہل علم و معرفت کی ذمہ داری اس مرحلے میں بہت زیادہ بڑھ جاتی ہے کہ وہ اپنے ماحول اور گردو پیش کی اصلاح و تربیت کا عمل نہایت انہماک اور دلجمعی سے کرتے ہیں اور عوام وخواص ہر ایک کے لئے ان کے امراض روحانی و باطنی کا علاج تجویز کرتے ہیں تاکہ وہ صحت مند ہو کر اپنی ذمہ داری سے واقف ہو سکیں اور اللہ تعالیٰ سے ان کا ربط و تعلق زیادہ مخلصانہ

اور پائدار ہو جائے اور جب بھی نفس اور مادیت کے غلبہ سے یا شیطان لعین کے اغوارات سے یہ تعلق کمزور ہونے لگے اور اخلاقی بیماریوں کا حملہ ہو تو وہ اس کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت اپنے اندر محسوس کریں۔

تزکیہ اور تجدید ایمان کا یہ سلسلہ امت کے افراد میں برابر جاری وساری ہے ہندوستان کی اسلامی تاریخ میں قلب وروح کے تزکیہ کے میدان میں بہت سے سلسلے ملتے ہیں۔ ان میں تزکیۂ قلب یا ربانیت کے چار سلسلے زیادہ مشہور ہوئے۔ سلسلۂ قادریہ سلسلۂ سہروردیہ، سلسلۂ چشتیہ، سلسلۂ نقشبندیہ۔

پیش نظر کتاب "تذکرہ مشائخ نقشبندیہ مجددیہ" جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مختصر سیرت اور سلسلۂ نقشبندیہ کے مشائخ وعلماء کے حالات اور ان کے اقوال واذکار پر مشتمل ہے اس کتاب کو عزیز مکرم مولانا محبوب احمد صاحب ندوی نے تصنیف کیا ہے جو حضرت مولانا شاہ قمر الزمان صاحب مدظلہ کے فرزند ہیں اور وہ مصلح الامت حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ اجل حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے نسبتی تعلق رکھتے ہیں، اسی کے ساتھ وہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تربیت میں ایک عرصہ دراز تک رہ چکے ہیں، حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتابگڈھی رحمۃ اللہ علیہ سے وابستہ ہوئے اور ان سے بھی اجازت حاصل کی ہے

ایں خانہ ہمہ آفتاب است ایں سلسلۂ طلائے نایاب است

اللہ تعالیٰ اس کتاب کو نفع عام کا ذریعہ بنائیں اور اس کو قبولیت کے انعام سے سرفراز فرمائیں اور مصنف کو جزائے خیر سے نوازیں۔

ذَالِكَ فَضْلُ اللهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَآءُ، وَاللهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ

راقم الحروف سعید الرحمن الاعظمی ، ۱۴۲۳ھ شعبان ۱۴ اکتوبر ۲۰۰۲ء

پیش لفظ

از مخدوم مکرم مولانا قاری سید محمد احسن صاحب فتحپوری زید مجدہم

باسمہ تعالیٰ حامداً و مصلیاً

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت مبارکہ کو قرآن کریم میں مختلف انداز میں، متعدد مقامات پر بیان فرمایا گیا ہے۔ ایک جگہ سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کی شکل میں یہ فرمایا گیا:۔

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِكَ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَیُزَكِّیْهِمْ۔ یعنی اے ہمارے پروردگار ان میں ایک پیغمبر انہی میں سے بھیج جو انھیں تیری آیتیں پڑھ کر سنائے اور انھیں کتاب (الہی) اور دانائی کی تعلیم دے اور انھیں پاک وصاف کرے۔

الْحِكْمَةَ وَیُزَكِّیْهِمْ کی تفسیر میں مولانا عبد الماجد دریا آبادی نے لکھا۔ "پھر رسول تعلیم محض کتاب ہی کی نہ دیں گے، بلکہ حکمت و دانائی کی تلقین بھی کرینگے احکام و مسائل دین کے قاعدے اور آداب عوام و خواص سب کو سکھائیں گے اور خواص کی رہنمائی اسرار و رموز میں بھی کریں گے۔ گویا رسول کی تیسری حیثیت مرشد اعظم کی ہوئی۔ وَیُزَكِّیْهِمْ میں تزکیہ سے مراد دلوں کی صفائی ہے۔ رسول کا کام محض الفاظ و احکام ظاہر کی تشریح تک محدود نہیں رہے گا، بلکہ وہ اخلاق کی پاکیزگی اور نیتوں کے اخلاص کے بھی فرائض انجام دیں گے۔ رسول کی یہ چوتھی حیثیت مصلح اعظم کی ہوئی۔ (انتہی) قرآن کریم میں سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس دعا کے ضمن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبلغ اعظم اور معلم اعظم کی دو حیثیتوں کے ساتھ

مرشد اعظم اور مصلح اعظم کی دو مزید حیثیتوں کو بھی اس آیت میں واضح کیا گیا ہے۔ ان چار حیثیتوں کے ساتھ آپ مبعوث ہوئے اور انہی چار حیثیتوں سے متعلق خدمات کی سرانجام دہی میں ہی آپ کی حیات مبارکہ کا ایک ایک لمحہ مصروف رہا ہے اور پھر آپ کے بعد امت مسلمہ کے بیشمار افراد نے آپ کی نیابت میں ان مقدس خدمات کو اپنے اپنے ظرف و حوصلہ اور قوت و صلاحیت کے مطابق انجام دیا۔ حضرات انبیاء علیہم السلام کے بعد کائنات کے تمام انسانوں میں سب سے افضل ذات سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بیشمار فضائل کے ساتھ ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ انھوں نے مرشد اعظم اور مصلح اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت ارشاد و اصلاح سے بھی بحد کمال خصوصی اکتساب فیض باطنی کیا۔ اور پھر سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو ان کے شرف صحابیت کے ساتھ دیگر بے شمار فضائل کے علاوہ انہی دونوں صفات میں اکتساب فیض باطنی کے لئے خصوصی طور پر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے تعلق قائم کرنے کا فخر حاصل ہوا، اور پھر تعلق مع اللہ، اکتساب فیوض باطنی اور خدمت تزکیۂ نفوس کا یہ مبارک سلسلہ ان سے آگے بڑھا اور اس طرح امت میں بے شمار اولیاء اللہ اسی سلسلۃ الذہب میں پیدا ہوئے اور اسی مبارک سلسلہ کے ایک بزرگ خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ سے اس سلسلہ کا نام "سلسلہ نقشبندیہ" ہوا (جس کی ضروری تفصیل اسی کتاب میں دیکھی جا سکتی ہے)۔ اس سلسلۂ اصلاح و تزکیۂ نفوس میں حق تعالیٰ جل مجدہ نے بیشمار مشائخ پیدا فرمائے مگر زیر نظر کتاب میں مؤلف محترم نے سلسلہ کے تمام مشائخ کی سوانحی خاکہ کشی کا التزام نہیں کیا۔ بلکہ اس کتاب میں مصنف نے مشائخ نقشبندیہ مجددیہ میں سے اس سلسلہ مشائخ کا تذکرہ کیا ہے جس کے آخری شیخ، شیخ طریقت حضرت مولانا محمد قمر الزمان صاحب زیدت معالیہ ہیں۔ اس ضروری تمہید کے بعد زیر نظر کتاب کے تعریف سے پہلے

ضروری سمجھتا ہوں کہ مؤلف کتاب کا تعارف کراؤں، اس لئے کہ اس کے ذریعہ بھی کتاب کی عظمت و وقعت پر روشنی پڑے گی۔

مؤلف کا تعارف

مؤلف کتاب صاحبزادہ محترم جناب مولانا محبوب احمد صاحب ندوی اپنی تبحر علمی کے ساتھ کردار و عمل کی جیتی جاگتی تصویر ہیں۔

ندوۃ العلماء لکھنؤ کے فاضل ستھرے ذوق مطالعہ کی وجہ سے وسیع قیمتی معلومات کے حامل، ادب عربی و اردو پر گہری نگاہ اور اس پر عبور، انشائے اردو میں قلم کی روانی اور اسکی شگفتگی کے ساتھ اشہب قلم پر پورا قابو، بیدار دماغ، روشن دل، صالح مزاج، نیک طینت، عالم دین اور ایک عظیم خانوادہ علم و معرفت کے چشم و چراغ ہیں۔ ان ذاتی صفات کے ساتھ ان کی خاندانی عظمت پر ان حقائق کا تذکرہ کافی ہے کہ یہ حضرت مصلح الامت شاہ وصی اللہ صاحب علیہ الرحمۃ کے نواسے اور دور حاضر کے مشہور عالم دین شیخ طریقت ولی کامل مولانا شاہ قمر الزمان صاحب مدظلہ کے لخت جگر اور خاتون جنت عقیلہ خاتون کے نور نظر ہیں۔

تصنیف و تالیف میں تو انھوں نے آنکھ ہی کھولی ہے۔ حضرت والد محترم کی شاہکار تصانیف دور حاضر کے عظیم مصنفین سے داد تحسین حاصل کر چکی ہیں۔ اس ماحول و خانوادہ کا لائق فرزند اپنی دیگر خوبیوں کے ساتھ ایک اچھا مصنف کیوں نہ ہوگا۔

وما ذالک علی اللہ بعزیز۔

کتاب کا تعارف

چودہ سو سال کی طویل مدت میں اس سلسلۃ الذہب کے مشائخ نے اپنی روحانی و عرفانی حیات میں کردار و گفتار کے کتنے انمول موتی بکھیرے ہیں ان کا استیفا اس مختصر کتاب میں ممکن نہ تھا لیکن ان بکھرے ہوئے موتیوں میں بھی اعلیٰ ترین و بیش قیمت کا انتخاب کر کے انھیں سلک تحریر میں پرو کر ایک بیش قیمت ہار کا تیار کرنا آسان کام تو نہ تھا، لیکن لائق و باصلاحیت مؤلف نے بڑے سلیقہ کے ساتھ اس خدمت

کو انجام دیا۔ جس کے نتیجہ میں ایک بیش قیمت تحفہ کی شکل میں یہ مبارک کتاب آج ہمارے ہاتھ میں ہے۔

یہ کتاب حضرات مشائخ کے انمول ملفوظات پر بھی مشتمل ہونے کی وجہ سے نہ صرف لائق مطالعہ ہے بلکہ حرز جان بنائے جانے کے قابل ہے۔ اور خاص طور پر اس سلسلہ کے منتسبین کیلئے کئی اعتبار سے یہ کتاب ایک نادر تحفہ ہے۔ راہ سلوک میں حضرات مشائخ نے کیسے کیسے مجاہدے کئے، کتنی ریاضتیں کیں، عجز و انکسار کے کیسے کیسے مظاہرے کئے، فنائے نفس کیلئے کن کن طرق کو اختیار کیا۔ مشائخ نے مشائخ بننے سے پہلے اپنے شیخ سے کس طرح اکتساب فیض کیا، ان کے سامنے کیسے کیسے اپنے آپ کو مٹایا، دنیا کی لذتوں سے کس طرح منہ موڑا، اپنی اصلاح کے لئے کیسی کیسی مشقتیں جھیلیں، ان جیسے بیشمار اسباق اس نئی اور لطیف کتاب میں یکجا ملیں گے۔ حضرات مشائخ عظام کے چند ملفوظات بھی زندگیوں میں روحانی انقلاب کیلئے کس طرح مثل تریاق ہیں اس کا اندازہ طریق سے ادنیٰ سی بھی مناسبت رکھنے والے کیلئے دشوار نہیں۔ کتاب میں مذکور تقریباً تمام ہی مشائخ کے ایسے انمول ملفوظات کو شامل کتاب کر کے کتاب کی عظمت کو بہت بڑھا دیا گیا ہے۔

بالجملہ یہ کتاب مسلمانوں کے عام پڑھے لکھے طبقہ کے لئے بیحد قیمتی تحفہ ہے اور خاص طور پر سلوک کے اس سلسلہ میں منسلک حضرات کے لئے تو یہ ایک بہت ہی عظیم پیشکش ہے جس کیلئے جناب مؤلف مستحق مبارکباد و دعائے ترقیات ہیں۔ اللہ تعالیٰ انکو اپنے پسندیدہ دین اور اس کے علوم کی بیش از بیش خدمت کی توفیق مزید عطا فرمائے، فلاح دارین سے نوازے، جمیع مکروہات و فتن سے ہر طرح محفوظ فرمائے اور حیات طیبہ و عمر دراز عطا فرمائے۔ آمین!

جناب مؤلف کے خانوادے کا ناکارہ خادم سید محمد احسن قاسمی فتحپوری ۵/۹/۲۱ھ م ۲۰۰۰ء یوم پنجشنبہ

تعارُف

از مخدوم مکرم حضرت مولانا مُجیب اللہ صاحب ندوی دامت برکاتہم
ناظم جامعۃ الرشاد اعظمگڈھ۔ خلیفہ حضرت عارف باللہ مولانا محمد احمد صاحب پرتاپگڈھی قدس سرہٗ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہندوستان میں اسلام کی اشاعت کا سب سے بڑا ذریعہ وہ صوفیائے کرام ہوئے ہیں جو یہاں اخلاق و محبت کا پیغام لے کر ملک کے مختلف حصوں میں آئے اور اپنے وطن کو خیرباد کہہ کر یہیں کے ہو رہے۔ ہندوستان کی شاید ہی کوئی ایسی بستی ہوگی جہاں کسی نہ کسی بزرگ کا مزار نہ ملتا ہو، جو صوفیائے کرام کے خاموش مثبت کام کے سب سے بڑے مظاہر ہیں۔ یہ تمام صوفیاء تصوف کے کسی نہ کسی سلسلہ سے وابستہ رہے ہیں۔

تصوف کے بڑے بڑے چار سلسلے ہیں: قادریہ، سہروردیہ، چشتیہ اور نقشبندیہ ہندوستان میں ان چاروں سلسلہ کے صوفیاء تشریف لائے اور ان سے لوگوں کو فائدہ پہنچا۔ مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ اس میں اہل کے ساتھ کچھ نااہل بھی داخل ہو گئے، اس لئے ہندوستان کے اثر سے اس میں کچھ غیر اسلامی عناصر کی بھی آمیزش ہو گئی، اور تزکیہ اور احسان کے نام پر عشق و مواجید کے نام سے بہت سی وہ رسوم رواج پذیر ہو گئے جس سے اس کی اصل روح مجروح ہوئی، مگر وقفہ وقفہ سے ایسے مشائخ ہر سلسلہ میں پیدا ہوتے رہے جو تصوف کی اصل روح تزکیہ اور احسان کے مطابق اس میں تجدید کرتے رہے۔ یہ سلسلہ سب سے زیادہ مشائخ نقشبندیہ اور مشائخ چشتیہ میں دکھائی دیتا ہے خاص طور پر شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت حکیم الامت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحؒ کے بعد تسلسل کے ساتھ یہ تجدیدی سلسلہ جاری رہا۔

بیسویں صدی میں یہ کام مشائخ نقشبندیہ میں مولانا فضل رحمٰن صاحب گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا محمد علی مونگیری رحؒ بانی ندوہ کے ذریعہ، اور مشائخ چشتیہ میں عالم ربانی حضرت سیدنا عبدالقدوس گنگوہی رحؒ کے بعد مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ذریعہ رواج پذیر ہوا۔

مسرت کی بات ہے کہ مولوی مجیب احمد ندوی جنھوں نے "مشائخ نقشبندیہ مجددیہ" کے پورے سلسلہ پر یہ کتاب ترتیب دی ہے۔ یہ محترم مولانا محمد قمرالزمان صاحب کے صالح سنجھلے صاحبزادے ہیں جو چشتی اور نقشبندی دونوں سلسلہ کے لذت شناس ہیں۔ ایک طرف ان کو مولانا اشرف علی تھانوی رحؒ جو چشتی سلسلہ، تصوف کے مجددین میں ہیں، ان کے ممتاز خلیفہ حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحبؒ کی خدمت میں نوجوانی سے رہنے کا اتفاق ہوا، اور ان کی ساری تعلیم وتربیت انہی کے زیر سایہ ہوئی ہے۔ تو دوسری طرف نقشبندی مجددی سلسلہ کے شیخ کبیر حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاپگڈھیؒ کی پُرسعادت صحبت برسوں حاصل رہی۔ ان دونوں بزرگوں نے ان کو اجازت صحبت وبیعت عنایت کی ہے۔ جن سے بحمداللہ فیض پہنچ رہا ہے۔ اس لئے امید ہے کہ یہ کتاب شوق سے پڑھی جائیگی اور خواص وعوام دونوں طبقہ کے لوگوں کو اس سے فائدہ پہنچے گا۔

وما ذالک علی اللہ بعزیز۔

خادم مجیب اللہ ندوی

جامعۃ الرشاد۔ اعظمگڈھ۔ ٦ جمادی الاخریٰ ١٤٢٣ھ

تأثر

از حضرت مولانا **ابوسفیان** صاحب المفتاحی، استاذ حدیث افتاء جامعہ عربیہ مفتاح العلوم۔ مئو

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین محمد و علی اٰلہ واصحبہ اجمعین۔ وبعد

فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الا ان اولیاء اللہ لاخوف علیھم ولاھم یحزنون

(یعنی اولیاء اللہ پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے)

اس آیت کریمہ کی روشنی میں یہ واضح ہوگیا کہ اولیاء اللہ محبوبانِ الٰہی ہیں، تو ان کے اللہ کے محبوب ہونے سے اپنے آپ لازم آیا کہ وہ بندگانِ خدا کے بھی محبوب ہیں اور حدیث کی روشنی میں یہ یقینی ہے کہ اللہ اپنے محبوب بندوں کا اپنے مقرب ملائکہ میں تذکرہ کرتا ہے۔ اور خود اللہ تعالیٰ ان کا ذکر کرتا ہے۔ تو کتاب و سنت کی روشنی میں معلوم ہوا کہ اولیاء اللہ اور علماء و فقہاء، محدثین اور صاحب نسبت بزرگوں کا تذکرہ تقریراً ہو یا تحریراً دونوں طرح محبوب و پسندیدہ ہے شرعاً۔

نیز ایک عربی شاعر نے کہا ہے، جس کا مفہوم ہے کہ لوگ مرچکے لیکن اولیاء اللہ زندہ ہیں۔ قد مات قوم وھم فی الناس احیاء یعنی لوگوں کی تقریر و تحریر میں زندہ ہیں۔

پس قابل مبارکباد ہیں حضرت مولانا محبوب احمد صاحب ندوی حفظہ اللہ صاحبزادہ محترم حضرت اقدس برکۃ العصر مرشد امت علامہ صاحب تصانیف مولائی

دمولانا محمد قمر الزمان صاحب الہ آبادی شیخ طریقت و حقیقت و شریعت حفظہ اللہ جنہوں نے "مشائخ نقشبندیہ" میں اولیاء اللہ کا ذکر خیر تحریراً کر کے بہت زبردست دین کی خدمت کی ہے اور معارف مفیدہ کو جمع کر دیا ہے۔ فجزاہ اللہ عنا۔ اور یہ سب کچھ اپنے والد ماجد برکۃ العصر حفظہ اللہ کے زیر تربیت رہ کر انجام دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت والا کی حیات صالحہ کو دراز کرے اور بصحت و عافیت رکھے۔ آمین!

اور قابل تعریف کام یہ کیا ہے کہ اپنے والد ماجد برکۃ العصر حفظہ اللہ کا تذکرہ کر کے اس کتاب میں چار چاند لگا دیا ہے۔ یہ بندۂ ناچیز حفظہ اللہ کے خیال میں اگر ہمارے حضرت والا برکۃ العصر حفظہ اللہ کا تذکرہ نہ ہوتا تو کتاب ناقص شمار ہوتی۔ اللہ تعالیٰ کو منظور ہو گیا کہ حضرت والا کا تذکرہ آجائے چنانچہ آگیا۔

زیر نظر کتاب "مشائخ نقشبندیہ" سے خواص و عوام اور علماء دونوں طبقوں کو مستفید ہونا چاہئے۔ اور ہر گھر میں پڑھی جانی چاہئے۔

بندۂ ناچیز حفظہ اللہ نے اس کتاب کو پڑھ لیا ہے۔ قابل اعتماد ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں۔ آمین!

یکے از خدام حضرت والا

العبد ابو سفیان حفظہ اللہ

خادم الحدیث والافتاء فی الجامعۃ العربیۃ مفتاح العلوم مئو

مقیم حال مدرسہ بیت المعارف الہ آباد

۲۹ر اگست ۲۰۰۲ء

تقدمہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

تصوف پر عام طور پر دو اعتراض کئے جاتے ہیں۔ پہلا اعتراض یہ کہ تصوف عہد رسول صلی اللہ علیہ وسلم، عہد صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور عہد تابعین کرام میں نہیں تھا۔ دوسرا اعتراض یہ کہ تصوف سے اشاعت اسلام اور اسکی ترویج و تبلیغ میں کمی ہوئی۔

پہلے اعتراض کا جواب مختصراً عرض یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ کے زمانہ میں تصوف کو لوگ تزکیہ و احسان کے نام سے جانتے تھے۔ جیسا کہ مشہور حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احسان کی تعریف بایں طور فرمائی :-

الاحسان ان تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک ۔ یعنی احسان یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو۔ پھر اس طرح اگر تم نہیں دیکھ رہے ہو تو وہ تمھیں دیکھ رہا ہے۔

حدیث پاک میں تصوف اور روحانیت کی تعلیم کو "الاحسان" کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ اور احسان و تزکیہ کا مقصود یہ ہے کہ رابطۂ قلب اللہ کے ساتھ قائم ہو اور نسبتِ روح رب العالمین کے ساتھ درست اور صحیح ہو جائے۔ اسی کا نام تصوف ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس دور میں تصوف کو لوگ تزکیہ و احسان کے لفظ سے جانتے تھے۔

دوسرے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ تصوف سے نہ صرف یہ کہ اصلاح باطن اور تزکیۂ قلب کا کام ہوا ہے بلکہ اس سے اشاعتِ اسلام اور تبلیغ دین کا کام خوب ہی خوب ہوا ہے۔ چنانچہ اس بات پر گویا اتفاق ہے کہ ہندوستان میں تصوف ہی کی راہ سے اسلام آیا ہے اور اس کی اشاعت ہوئی ہے اور اب بھی الحمد للہ ہو رہی ہے۔ اور تصوف ہی کی روحانی واخلاقی طاقت سے پوری تاتاری قوم حلقہ بگوش اسلام ہو گئی۔ وہ جنھوں نے مسلمانوں پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے تھے، ان کا قتل عام کیا تھا اور عالم اسلام کی اینٹ سے اینٹ بجادی تھی، لیکن وہ نیم وحشی قوم شیخ سعد الدین حمویؒ کی اخلاقی اور روحانی طاقت سے متاثر ہو کر آغوش اسلام میں آ گئی۔ اسی کو علامہ اقبالؔ نے اس شعر میں کہا ہے ؎

ہے عیاں یورشِ تاتار کے افسانے سے ۔۔۔ پاسباں مل گئے کعبہ کو صنم خانے سے

اس موقع پر پروفیسر خلیق احمد نظامی کی وہ عبارت جو تصوف اور صوفیہ کے معرکۃ الآراء کاموں کی حمایت اور تائید کے سلسلہ میں لکھی ہے نقل کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ تحریر کرتے ہیں:۔

"خواجہ احمد تالیسویؒ نے ترکوں کو حلقہ بگوش اسلام بنایا۔ شیخ سعد الدین حمویؒ اور ان کے منسلکین نے منگولوں کو دامن اسلام میں کھینچ لیا۔ خواجہ معین الدین چشتیؒ نے ہندوستان میں ایک مذہبی اور سماجی انقلاب کی بنیاد ڈالی اگر اس دور کے مشاہیر صوفیہ کے کارناموں کا جائزہ لیا جائے تو یہ حقیقت واضح ہو جائیگی کہ انھوں نے نہ صرف اسلامی سوسائٹی کے عروقِ مردہ میں زندگی کا خون دوڑایا بلکہ اسلام کی تبلیغ واشاعت کیلئے ایک انتہائی مؤثر طریقۂ کار فراہم کر دیا۔ انھوں نے

سارے فکری سرمایہ کو تجدید واحیاء، دعوت وعزیمت کے میدان میں ڈال کر اپنی صلاحیتوں کو اس طرف لگا دیا۔ شیخ نجم الدین کبریٰؒ، خواجہ فریدالدین عطارؒ اور بہت سے مشاہیر مشائخ کو اپنے سر دھڑ کی بازی لگانی پڑی اور آگ وخون کے دریا سے گزرنا پڑا۔ لیکن ان کے پائے ثبات میں لغزش پیدا نہ ہوئی۔ اور بالآخر ان کی کوششوں سے ایک "جہان تازہ" کا نقشہ اُفق پر ابھرنے لگا۔ فتنہ تاتار کے بعد اسلامی سوسائٹی کے نشأۃ ثانیہ انہی بزرگوں کی کوششوں کی رہین منت ہے۔"

(از مشائخ چشت، پروفیسر خلیق احمد نظامی ص۱۶۱)

تصوف نام ہے اسلام کی روح وحقیقت کا، شریعت کے مغز وجوہر کا، اخلاق کی طہارت وحلاوت کا، قلب کے سکون واطمینان کا۔ حاصل یہ ہے کہ اعلیٰ انسانیت کی تمام خوبیاں، تمام مکارم اور تمام محاسن تصوف میں آجاتے ہیں۔ حقیقی صوفیوں کی تصانیف اور ان کے حالات کے مطالعہ سے کوئی بھی صاف دل انسان متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا۔ اپنی بشری کوتاہیاں ایک ایک کر کے سامنے آجاتی ہیں۔ ان کو دور کرنے اور اعلیٰ اوصاف کو اپنانے کا عزم دل میں پیدا ہو جاتا ہے، خوف وخشیت الٰہی اور رجا ورغبت، محبوب حقیقی کے ذوق سے روح سرشار ہونے لگتی ہے۔ دنیا اور اسباب دنیا کی بے ضرورت خواہشات سے اجتناب اور صرف بقدر ضرورت پر طبیعت قانع ہو جاتی ہے۔ عالم غیب کے حقائق صوفی کیلئے "لاریب" بن جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے دوام ذکر اور حضور وشہود سے دائمی قرب ومعیت کی سعادت نصیب ہو جاتی ہے۔

یہ ہے اختصار اس تصوف کا جو ہمارے صوفیوں نے نہ صرف پیش کیا تھا بلکہ وہ خود اس رنگ میں رنگے ہوئے تھے، اور ان کی صحبت میں بیٹھنے والے اصحاب

استعداد بھی اسی رنگ میں رنگین ہو جاتے تھے۔ پھر یہ سلسلہ نسل در نسل کی طرح آگے بڑھتا تھا اور اقوام و ممالک میں صدیوں کی مدت تک چھائے رہتا تھا۔ اشاعتِ اسلام میں صوفیوں کی بے نفسی اور روحانیت نے حصہ لیا۔ اسکی لذیذ اور مؤثر داستان ہماری تاریخ کا قیمتی سرمایہ ہے۔

(از علامہ عرشی امرتسری؏)

دراصل تصوف ہی دین اسلام کا اصل و مغز ہے جس کے بغیر دین قائم اور محفوظ نہیں ہوسکتا اور یہ ایک ایسا ستون ہے جس کے بغیر عمارت کھڑی نہیں ہوسکتی۔ اسی اہم مقصد کی تکمیل اور انسانیت کو بلند اخلاق اور روحانیت کے اوج ثریا پر پہنچانے کیلئے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اس دنیا میں تشریف لائے۔ پھر سب سے آخر میں جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی۔ اللہ تعالےٰ نے خود آپ کی بعثت کے مقاصد میں تزکیۂ نفوس کو سب سے اعلیٰ وافضل قرار دیا ہے۔ فرمایا کہ:۔

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَكِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ ۗ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۙ یعنی، وہی ہے جس نے ان پڑھوں میں انہی میں کا ایک رسول مبعوث فرمایا، جو انھیں اسکی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور ان کو سنوارتا ہے اور ان کو کتاب اور عقلمندی سکھلاتا ہے۔ اور اس سے پہلے وہ صریح بھول میں پڑے ہوئے تھے۔ (جمعہ ۲)

؏ امداد السلوک مؤلفہ مولانا رشید احمد گنگوہی ؒ کا ترجمہ جناب عطاء الرشید اقبال صاحب نے بھی کیا ہے۔ اس کے پیش لفظ میں علامہ عرشی امرتسری کا مضمون "ذالک الکتاب" کے عنوان سے شامل کیا ہے۔ مذکورہ سطور اسی کا اقتباس ہیں۔

تصوّف اور صُوفیائے کرام کے متعلق

اساطین عُلمائے اسلام کی آراء اور خیالات

سیر الاولیاء کے مصنف امیر خورد لکھتے ہیں کہ :-

حجۃ الاسلام حضرت امام غزالیؒ "تلاش حق" کے طویل سفر اور مختلف گروہوں اور انسانی طبقات کے عمیق مطالعہ کے بعد اصل حقیقت کا یوں اظہار فرما رہے ہیں:-

"مجھے یقینی طور پر معلوم ہوگیا ہے کہ صوفیہ ہی اللہ کے راستہ کے سالک ہیں۔ ان کی سیرت بہترین سیرت، ان کا طریق سب سے زیادہ مستقیم اور ان کے اخلاق سب سے زیادہ تربیت یافتہ اور صحیح ہیں اگر عقلاء کی عقل، حکماء کی حکمت اور شریعت کے رمز شناسوں کا علم مل کر بھی ان کی سیرت و اخلاق سے بہتر لانا چاہے تو ممکن نہیں۔ ان کے تمام تر ظاہری و باطنی حرکات و سکنات مشکوٰۃ نبوت سے ماخوذ ہیں اور نور نبوت سے بڑھ کر روئے زمین پر کوئی نور نہیں۔ جس سے روشنی حاصل کی جائے۔"

(المنقذ من الضلال، بحوالہ تاریخ دعوت وعزیمت ص ۱۱۲ مؤلفہ مولانا ندویؒ)

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہؒ اپنے مجموع الفتاویٰ کی گیارہویں جلد ص ۵۱ پر لکھتے ہیں :-

"رہا کسی جماعت کا کسی متعین شیخ کی طرف منسوب ہونا، تو اس میں کوئی شک نہیں کہ لوگ ایسی شخصیت کے محتاج ہیں جس سے ایمان اور قرآن کو حاصل کریں، جیسا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کیا، اور ان سے حضرات تابعین رح نے حاصل کیا۔ یہی وہ چیز ہے جس کے ذریعہ سابقین اولین کا اتباع و پیروی احسان کے ساتھ حاصل ہو سکتا ہے۔ پس جس طرح آدمی کیلئے ایسے شخص کی ضرورت ہے جو اسے قرآن یا دیگر علوم سکھائے اسی طرح اس کو ایسے شخص کی بھی ضرورت ہے جو اس کو ظاہری و باطنی دین سکھائے۔ (ترجمہ، موقف ائمۃ الحرکۃ السلفیۃ لعبد الحفیظ المکی ص ۲۳۲)

حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

"یہ وہ لوگ ہیں جن کا ہمنشیں بد بخت نہیں ہوتا اور ان کا جلیس محروم نہیں ہوتا۔ هُمْ جُلَسَاءُ اللهِ اِذَا رُاُوْا ذُكِرَ اللهُ یعنی یہ لوگ اللہ کے ہمنشین ہوتے ہیں۔ ان کے دیکھنے سے خدا یاد آتا ہے انکی نظر دوا ہے اور ان کا کلام شفا، اور ان کی صحبت سراپا نور اور ضیاء ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ جس نے ان کے ظاہر کو دیکھا وہ محروم و ناامید ہوا۔ اور جس نے ان کے باطن کو دیکھا بزرگ ہو گیا۔

(از مکتوبات امام ربانی دفتر دوم ص ۱۸۳)

یہ حقیر عرض پرداز ہے کہ والد ماجد حضرت مولانا محمد قمر الزمان صاحب دامت برکاتہم کے ارشاد کے مطابق مشائخ نقشبندیہ مجددیہ کی سوانح لکھنے کی سعادت نصیب ہوئی، مگر خاص انہی مشائخ کی جو حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاپگڈھی رح از حضرت مولانا بدر علی صاحب رائے بریلوی رح از حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مراد آبادی رح کے توسط سے حضرت مجدد الف ثانی صاحب سرہندی رح تک پہنچتے ہیں۔ ان کے علاوہ بھی بعض اکابر کی سوانح تبرکاً لکھ دی ہے۔ اَفَاضَنَا اللهُ مِنْ فُيُوْضِهِمْ۔

یہ حقیر سب سے پہلے اللہ رب العزت کا شکر ادا کرتا ہے اس کے بعد اپنے والد ماجد جناب حضرت مولانا محمد قمر الزمان صاحب دامت برکاتہم کا شکریہ ادا کرتا ہے کہ جن کی نگرانی و سرپرستی اور جن کی دعا و توجہ سے کتاب "تذکرۂ مشائخ نقشبندیہ مجددیہ پایۂ تکمیل کو پہنچی۔ اللہ رب العزت ان کے سایۂ عاطفت کو تادیر صحت و عافیت کے ساتھ ہمارے درمیان باقی رکھے۔ اور مزید آپ کی ذات سے دینی و اصلاحی سلسلہ کے مبارک اور ضروری کاموں کو جاری وساری رکھے۔ آمین!

نیز مکرم مولانا مفتی زین الاسلام صاحب قاسمی زید مجدہ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انھوں نے کتاب کی تصحیح کی اور اپنے مفید مشوروں سے نوازا۔ اسی طرح برادرم مولوی فیروز عالم صاحب قاسمی سلمہٗ کا بھی مشکور ہوں کہ آپ نے کتاب سے متعلق بعض خدمات کو محنت وخلوص سے انجام دیا۔ فجزاہم اللہ تعالٰے خیر الجزاء۔

اللہ تعالٰے سے دعا ہے کہ اس کتاب کو لوگوں کیلئے اصلاح وفلاح کا ذریعہ بنائے اور اس حقیر کی نجات کا ذریعہ بنا دے۔ نیز اسکی نشر واشاعت کرنے والے کو اجر عظیم عطا فرمائے اور اس کو خاص و عام سب کی نگاہوں میں اور عند اللہ مقبولیت نصیب ہو ؎

تیری رحمت سے الٰہی! پائیں یہ رنگ قبول پھول کچھ میں نے چنے ہیں ان کے دامن کیلئے

والسلام۔ محبوب احمد قمر الزمان ندوی

۱۰ ربیع الثانی ۱۴۲۳ھ مطابق ۲۲ جون ۲۰۰۲ء

اب ہم سلسلہ مشائخ نقشبندیہ کے اصل بلکہ جملہ سلاسل نبوت وولایت کے منبع ومنتہیٰ سید الانبیاء اشرف المرسلین محمد العربی صلی اللہ علیہ وسلم کے بابرکت ذکر سے کتاب کا آغاز کر رہے ہیں۔ اللہ تعالٰے قبول فرمائے۔ آمین!

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَخَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَمَنْ تَبِعَھُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ۔

حالات سید الکونین حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم

ملقب بہ احسن السیر

ولادت باسعادت

آپ کے والد محترم کا نام نامی عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم[1] بن عبد مناف اور والدہ ماجدہ کا اسم گرامی حضرت آمنہ بنت وہب بن عبد مناف تھا۔

آپ کی ولادت باسعادت مکہ معظمہ میں ۱۲ ربیع الاول[2] بروز دوشنبہ مطابق ۵۷۰ء ہوئی۔ یہ تاریخ انسانیت کا سب سے روشن اور مبارک دن تھا۔ اِدھر دنیا کے بتکدے میں آفتاب نبوت کا ظہور ہوتا ہے، اُدھر ملک فارس میں کسریٰ کے محل میں زلزلہ آتا ہے جس سے اس کے چودہ کنگرے گر جاتے ہیں۔ بحیرۂ طبریہ دفعۃً خشک ہو جاتا ہے۔ فارس کے آتشکدہ کی وہ آگ جو ایک ہزار سال سے کبھی نہ بجھی تھی خود بخود سرد ہو جاتی ہے۔ جو درحقیقت آتش پرستی اور ہر گمراہی کے خاتمہ کا اعلان اور فارس

---

[1] دلائل ابو نعیم میں مرفوعاً روایت ہے کہ جبرئیل علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں دنیا کے مشرق و مغرب میں پھرا مگر بنی ہاشم سے افضل کوئی خاندان نہیں دیکھا۔ (مواہب لدنیہ، اوجز السیر)

[2] اصح السیر، اوجز السیر، نشر الطیب میں ۸ ربیع الاول کی تاریخ بھی ذکر کی گئی ہے۔ اور قاضی محمد سلیمان منصور پوری اور علامہ محمود پاشا فلکی مصری نے ۹ ربیع الاول کو ترجیح دی ہے۔

وروم کی سلطنتوں کے زوال کی طرف اشارہ ہے۔[1] (اوجز السیر)

صحیح احادیث میں ہے کہ ولادت کے وقت آپ کی والدہ ماجدہ کے بطن سے ایک ایسا نور ظاہر ہوا جس سے مشرق ومغرب روشن ہوگئے، پھر آپ زمین پر جلوہ افروز ہوئے تو دونوں ہاتھوں کا سہارا دیئے ہوئے تھے۔ پھر آپ نے خاک کی ایک مٹھی بھری اور آسمان کی طرف دیکھا۔ (کذافی المواہب۔ نشر الطیب)

والد ماجد کی وفات

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم شکم مادر ہی میں تھے کہ آپ کے والد ماجد عبد اللہ انتقال فرما گئے اور آپؐ یتیم ہوگئے۔ ولادت کے بعد آپ کے دادا خواجہ عبد المطلب آئے، محبت سے دیکھا اور گود میں لیکر کعبہ شریف کے اندر داخل ہوئے۔ اللہ کی حمد بیان کی اور دعا کی، اور آپ کا نام **محمد** رکھا۔

رضاعت

پیدائش کے بعد آپ کی والدہ ماجدہ نے، پھر کئی روز تک آپ کے چچا ابو لہب کی باندی ثویبہ نے آپ کو دودھ پلایا۔ (اصح السیر) اس کے بعد یہ دولت خداداد حضرت حلیمہ سعدیہؓ کو نصیب ہوئی۔ ذَالِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَاءُ۔

شرفاء قریش کا قاعدہ تھا کہ بچوں کو ایام رضاعت میں کسی دودھ پلانے والی کے سپرد کر کے بدوی قبائل میں پرورش کرالتے تھے۔ اسی قاعدہ کے مطابق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی قبیلہ بنو سعد کی ایک خوش نصیب خاتون جن کا نام حلیمہ

---

[1] حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی رح نے اپنی کتاب "نبیٔ رحمت" میں ذکر کیا ہے کہ محدثین اور ارباب سِیَر کی بڑی تعداد نے ان روایات کو ذکر کیا ہے اور اس کی صحت کا اعتراف کیا ہے۔

تھا آپ کو دودھ پلانے کیلئے لے گئیں۔ (اصح السیر) قبیلہ بنو سعد کی عورتیں اس کام یعنی رضاعت اور فصاحت و بلاغت میں خاص شہرت رکھتی تھیں۔ (نبی رحمت)

آپ کا نشوونما سب بچوں سے اچھا تھا کہ دو سال ہی میں اچھے بڑے معلوم ہونے لگے تھے۔ آپ کی عمر مبارک کے دو سال پورے ہو گئے تو بی بی حلیمہؓ نے آپ کا دودھ چھڑا دیا[عہ]، اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر آپ کی والدہ محترمہ کے پاس حاضر ہوئیں اور ساتھ ہی خواہش ظاہر کی کہ کچھ مدت کیلئے اور ان کو رہنے دیا جائے، چنانچہ بی بی آمنہ نے آپ کو ان کے پاس واپس لوٹا دیا۔

واپسی کے بعد جب آپ قبیلہ بنو سعد میں تھے، دو فرشتے آئے اور آپ کا سینۂ مبارک شق کیا۔ آپ کے قلب مبارک سے گوشت کے ٹکڑے یا لوتھڑے کی مانند ایک سیاہ چیز نکال کر پھینک دی۔ پھر آپ کے قلب کو خوب اچھی طرح دھو کر صاف کر کے اپنی جگہ واپس کر دیا اور وہ اسی طرح ہو گیا جیسے پہلے تھا۔ اس واقعہ سے بی بی حلیمہ گھبرا گئیں اور آپ کو آپ کی والدہ ماجدہ بی بی آمنہ کی خدمت میں واپس پہنچا دیا۔ (نبی رحمت)

جدِ امجد اور والدہ ماجدہ کی وفات

چھ سال کی عمر میں والدہ محترمہ مقام ابوار میں جب کہ مدینہ منورہ سے جو آپ کا میکہ تھا مکہ مکرمہ آ رہی تھیں انتقال ہو گیا۔ اور آپ جب آٹھ سال کے سن کو پہنچے تو دادا کے سایۂ شفقت سے محروم ہو گئے۔ یہ تربیت الٰہی کے وہ اسرار ہیں جن

عہ حضرت حلیمہؓ کہتی ہیں کہ جب انھوں نے دودھ چھڑایا تو آپ نے دودھ چھڑانے کے ساتھ ہی سب سے اول جو کلام فرمایا وہ یہ تھا "اَللّٰہُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا وَّالْحَمْدُ لِلّٰہِ حَمْدًا کَثِیْرًا، سُبْحَانَ اللّٰہِ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلًا" ۔ (نشر الطیب، بحوالہ بیہقی و ابن عساکر)

کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

دادا کے انتقال کے بعد آپ اپنے چچا خواجہ ابو طالب کی شفقت و عنایت کے مورد بنے۔ جو ہمیشہ آپ کے لئے سینہ سپر رہے اور بڑی نصرت و اعانت فرمائی

عصمت خداوندی

اللہ تعالیٰ نے آپ کو جاہلیت کی نجاستوں اور بری عادتوں سے ہمیشہ دور اور پاک رکھا۔ آپ اپنی قوم میں سب سے زیادہ حیادار، راست گفتار، امانت دار سمجھے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ آپ کی قوم کے لوگ آپ کو "امین" کے نام سے یاد کرنے لگے۔ آپ رشتوں کا خیال کرتے، لوگوں کا بوجھ ہلکا کرتے اور ان کی ضرورتیں پوری فرماتے، اور خیر و تقویٰ کے کاموں میں شریک ہوتے۔ غرض آپ کے حالات بچپن ہی سے عجیب و غریب تھے۔

حضرت خدیجہ رضؓ سے رشتۂ ازدواج

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پچیس سال کے ہو گئے تو قریش کی با اثر بارسوخ خاتون حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے آپ کا عقد ہوا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ایک حسین، دولت مند صاحب فہم و فراست خاتون تھیں۔ بہت سے سرداران قریش ان کے ساتھ عقد کے خواہش مند تھے مگر انھوں نے سب سے انکار کر دیا تھا۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی راست گفتاری، حسنِ اخلاق اور امانت و دیانت کی خبریں ان تک پہنچ چکی تھیں، اس لئے انھوں نے آپ سے رشتۂ نکاح کی خواہش ظاہر کی۔ چنانچہ آپ کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے یہ پیغام آپ تک پہنچایا۔ خواجہ ابو طالب نے خطبہ نکاح پڑھا، اس کے بعد آپ کی ازدواجی زندگی کا آغاز ہو گیا

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد

بھی ان کا غایت محبت سے ذکر کیا کرتے تھے۔ بلکہ انکی سہیلیوں کے ساتھ بھی اعزاز واکرام کا برتاؤ کیا کرتے تھے۔ (رحمۃ للعالمین)

باقی ازواج مطہرات

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی حیات میں کسی اور سے نکاح نہیں فرمایا ہجرت مدینہ سے تین سال پہلے جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہو گئی اور آپ کی عمر انچاس برس کو پہنچی تو اور خواتین بھی آپ کے نکاح میں آئیں جن کے اسمار گرامی یہ ہیں :-

سودہ بنت زمعہ رضؓ ، عائشہ رضؓ ، حفصہ رضؓ ، زینب بنت خزیمہ رضؓ ، ام سلمہ رضؓ زینب بنت جحش رضؓ ، جویریہ رضؓ ، ام حبیبہ رضؓ ، صفیہ رضؓ ، میمونہ رضؓ ۔ یہ کل گیارہ ہیں جن میں سے دو آپ کے سامنے وفات پاگئیں اور نو آپ کی وفات کے وقت زندہ تھیں ۔ (اوجز السیر)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد اطہار

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے آپ کے دو فرزند اور چار صاحبزادیاں پیدا ہوئیں۔ فرزندان ارجمند قاسمؒ اور طاہر تھے۔ صاحبزادہ قاسم کے نام ہی سے آپ کی کنیت ابوالقاسم ہے اور طاہر کے متعلق یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان کا نام عبداللہ تھا۔ چار صاحبزادیاں یہ تھیں: رقیہ رضؓ ، زینب رضؓ ، ام کلثوم رضؓ ، فاطمہ رضؓ ۔ حضرت رقیہ رضؓ آپ کی اولاد میں سب سے بڑی تھیں۔ حضرت ماریہ قبطیہ رضؓ سے آپ کے ایک صاحبزادے ابراہیم تھے۔ ان تینوں بیٹوں کا انتقال بچپن ہی میں ہو گیا تھا۔

ؒ البتہ حضرت قاسم کے متعلق بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس عمر تک پہنچ گئے تھے کہ سواری وغیرہ پر سوار ہو جائیں۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کا نکاح حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے ہوا۔ اور حضرت زینب رضی اللہ تعالےٰ عنہا کا نکاح ابو العاص بن ربیع سے ہوا۔ اور حضرت ام کلثوم رضؓ اور حضرت رقیہ رضؓ یکے بعد دیگرے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ کے نکاح میں آئیں۔ اسی لئے ان کو ذوالنورین کہا جاتا ہے۔ اس میں خدا تعالےٰ کی بڑی حکمت تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پسری اولاد زندہ نہ رہی، صرف دختری اولاد سے آپ کی نسل دنیا میں پھیلی اور بیٹیوں میں بھی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی اولاد باقی رہی۔ دوسری صاحبزادیوں سے بعض کی اولاد ہی نہیں ہوئی۔ بعض کی زندہ نہیں رہی۔ (اوجز السیر)

بعثت و نبوت

جب آپ کی عمر چالیس سال کی ہوئی تو حضرت جبرئیل امینؑ اللہ کا حکم نبوت لیکر آپ کے پاس آئے۔ اس وقت آپ غار حرا میں اللہ کی حمد و تقدیس فرما رہے تھے اور قدرت الٰہیہ کے تدبر و تفکر میں مشغول تھے۔ فرشتہ نے کہا کہ پڑھیئے! آپ نے جواب دیا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اس کے بعد اس فرشتہ نے مجھے پکڑ کر دبایا یہاں تک کہ میں نے اس کی تکلیف محسوس کی۔ پھر مجھے چھوڑ دیا اور کہا کہ پڑھیئے! میں نے جواب دیا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ اس نے پھر مجھے پکڑا اور اتنی زور سے لپٹایا کہ مجھ پر اس کا سخت دباؤ پڑا۔ پھر مجھے چھوڑ دیا اور کہا کہ پڑھیئے! میں نے کہا میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ اس نے پھر مجھے پکڑ کر سہ بارہ اسی طرح دبایا اور چھوڑ دیا اور کہا

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ○ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ○ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ○ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ○

عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ يَعْلَمْ ۝ یعنی (اے محمد!) اپنے پروردگار کا نام لیکر پڑھو جس نے عالم کو پیدا کیا، جس نے انسان کو خون کی پھٹکی سے بنایا۔ پڑھو اور تمھارا پروردگار بڑا کریم ہے، جس نے قلم کے ذریعہ سے علم سکھایا اور انسان کو وہ باتیں سکھائیں جس کا اس کو علم نہ تھا۔

حضرت خدیجہؓ کے پاس

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس عجیب واقعہ سے خوف زدہ ہو گئے اور اپنے گھر تشریف لے گئے شدت خوف سے آپ کے شانہ مبارک پر کپکپی طاری تھی۔ آپ نے پہنچتے ہی حضرت خدیجہؓ سے کہا، مجھے جلد اُڑھادو۔ مجھے جلد اُڑھادو، مجھے کچھ خطرہ محسوس ہو رہا ہے۔ تو انھوں نے بڑے یقین اور اعتماد کے لہجہ میں اور پوری قوت کے ساتھ کہا:۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے تاریخی کلمات

ہرگز نہیں! خدا کی قسم اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی ذلیل و رسوا نہیں کرے گا، آپ صلہ رحمی کرتے اور رشتہ داروں کا پاس و لحاظ کرتے ہیں، دوسروں کا بوجھ ہلکا کرتے ہیں، محتاجوں کے کام آتے ہیں، مہمان کی ضیافت و خاطر مدارات کرتے ہیں۔ راہ حق کی تکلیفوں اور مصیبتوں میں مدد کرتے ہیں۔ (بخاری)

ف: سلسلۂ چشتیہ کے مشہور بزرگ حضرت سیدنا عبدالقدوس گنگوہی قدس سرہٗ نے "لطائف قدوسی" میں ان اقوال زریں کو نقل کرکے بزبان فارسی جو فائدہ ارقام فرمایا ہے اس کا ترجمہ بزبان اردو پیش کرتا ہوں۔

"اس میں نکتہ یہ ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے "الظاہر عنوان الباطن" (ظاہر، باطن کا نشان ہوتا ہے) کی رو سے احکام ظاہری کی سلامتی سے احکام باطن کی

سلامتی پر استدلال فرمایا ہے۔ لہذا بغیر ظاہر دین و شریعت کی سلامتی کے حقیقت و باطن کی سلامتی کا فیصلہ نہ کرنا چاہئے۔ اس لئے کہ جس حقیقت کو شریعت رد کردے وہ زندقہ یعنی گمراہی ہے۔" (یقیناً یہ نکتہ حضرت شیخ علیہ الرحمۃ کی فراست و فقاہت پر بین ثبوت ہے)

(محبوب احمد)

اس تسلی و تشفی دینے کے بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا آپ کو اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں جو اب بوڑھے ہو گئے تھے۔ آپؐ نے ورقہ بن نوفل کے سامنے تمام کیفیت بیان کی۔ ورقہ نے سن کر کہا کہ یہ وہی ناموس اکبر ہے جو موسیٰ علیہ السلام پر اترا تھا۔ کاش میں جوان ہوتا اور اس وقت تک زندہ رہتا جب قوم آپ کو نکال دے گی، رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے پوچھا، کیا قوم مجھے نکال دے گی؟ ورقہ بن نوفل نے کہا، ہاں! دنیا میں جو کوئی رسول آیا اور اس نے توحید کی تعلیم پیش کی اس کے ساتھ عداوت و دشمنی کا برتاؤ ابتدا میں ہوا ہے۔

اس کے بعد آپ بدستور غار حرا میں تشریف لے جاتے رہے۔ چند روز تک آپ پر کوئی وحی نازل نہ ہوئی۔ اس زمانہ کو فترۃ کہتے ہیں۔ آخر ایک روز آپ غار حرا سے مکان کو تشریف لا رہے تھے کہ آپ نے پھر اسی فرشتہ کو دیکھا۔ آپ اس کو دیکھ کر پھر سہم گئے اور گھر آکر کپڑا اوڑھ کر لیٹ گئے کہ آپ کے کانوں میں یہ پُر جلال آواز آئی:-

"یٰٓاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ (اے چادر میں لپٹنے والے اُٹھ، اور (کافروں کو عذاب الٰہی سے) ڈرا اور اپنے رب کی بڑائی بیان کر، اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھ، اور بتوں کی گندگی سے دور رہ۔)

اس کے بعد وحی کا سلسلہ برابر جاری رہا۔ ایک روز حضرت جبرئیل امین آنحضرت

صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو دامن کوہ میں لائے۔ آپ کے سامنے خود وضو کیا۔ پھر جبرئیل امین ؑ نے نماز پڑھائی۔

تبلیغ اسلام

آپ نے تبلیغ توحید کا حکم پاتے ہی تبلیغ کا کام شروع کر دیا۔ لوگوں کو شرک سے باز رکھنے اور توحید الٰہی کی طرف بلانے کا کام اول آپ نے اپنے گھر ہی سے شروع کیا۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سب سے پہلے آپ پر ایمان لائیں، حضرت علی ابن ابی طالب اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالےٰ عنہما بھی پہلے ہی دن آپ پر ایمان لے آئے۔ یہ سب آپ کے گھر کے آدمی تھے۔ حضرت ابو بکر بن ابو قحافہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ جو آپ کے دوست تھے پہلے ہی دن آپ پر ایمان لے آئے۔ ان سب سے پہلے ایمان لانے والوں میں ایک آپ کی بیوی، ایک آپ کے چچازاد بھائی، ایک آپ کے آزاد کردہ غلام، ایک آپ کے خالص و مخلص دوست تھے ظاہر ہے کہ یہ سب کے سب آپ کے اخلاق و خصائل سے بخوبی واقف تھے اور آپ کی زندگی کا کوئی بھی پہلو ان سے پوشیدہ و محجوب نہیں تھا۔ ان کا سب سے پہلے ایمان لانا آپ کی صداقت و راست بازی کی ایک زبردست دلیل ہے۔ آپ نے ابتدائً اپنی تعلیم کی تبلیغ نہایت خاموشی کے ساتھ اپنے رشتہ داروں اور دوستوں تک محدود رکھی۔

ف: اب بھی تبلیغ کی ترتیب یہی ہونی چاہیئے۔ (محبوب احمد)

غرض اس طرح نزول وحی سے لیکر تین سال تک اسلام کی تبلیغ خاموشی کے ساتھ ہوتی رہی اور سعید روحیں کھنچ کھنچ کر اسلام کی طرف جذب ہوتی رہیں۔

کوہِ صفا پر اعلانِ حق

اب حکم الٰہی نازل ہوا کہ فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ (تم کو جو حکم دیا گیا ہے اسے کھول کر سناؤ) اس حکم کے نازل ہونے پر آپ کوہِ صفا پر چڑھ گئے اور بلند آواز سے ایک ایک قبیلہ کا نام لے کر بلانا

شروع کیا۔ اس آواز کو سن کر ملک عرب کے دستور کے موافق لوگ آآ کر جمع ہونا شروع ہوئے۔ جب تمام لوگ جمع ہو گئے تو آپ نے فرمایا اِنْ حَدَّثْتُكُمْ اَنَّ الْعَدُوَّ مُصَبِّحُكُمْ اَوْ مُمَسِّيكُمْ اَكُنْتُمْ تُصَدِّقُوْنِيْ (اے قریش! اگر میں تم کو یہ خبر دوں کہ صبح کو یا شام کو تم پر دشمن حملہ کرنے والا ہے، تو کیا تم لوگ مجھ کو سچا جانو گے؟) سب نے ایک زبان ہو کر کہا کہ ہاں! ہم نے ہمیشہ تجھ کو صادق القول پایا ہے۔ یہ جواب سن کر آپ نے فرمایا کہ "اچھا میں تم کو خبر دیتا ہوں کہ اللہ کا عذاب نزدیک ہے اس پر ایمان لاؤ تاکہ عذاب الٰہی سے بچ جاؤ" یہ سنتے ہی تمام قریش ہنس پڑے۔ ابو لہب نے کہا کہ تجھ پر ہلاکت ہو، کیا تو نے اسی لئے ہم کو جمع کیا تھا؟ اس کے بعد مجمع منتشر ہو گیا اور لوگ اپنے اپنے گھروں کو باتیں بناتے ہوئے چلے آئے۔ ابو لہب کے اُٹھتے ہی سورہ تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ نازل ہوئی۔ چند روز کے بعد "وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ" (یعنی اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرائیے) نازل ہوئی۔

آپ نے حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو حکم دیا کہ ایک ضیافت کا انتظام کرو۔ چنانچہ انھوں نے ضیافت کا انتظام کیا اور آپ نے اپنے قریبی رشتہ داروں کو دعوت دی۔ چالیس کے قریب آپ کے رشتہ دار آئے۔ جب سب کھانا کھاچکے تو آپ نے کچھ تقریر فرمانا چاہی، مگر ابو لہب نے ایسی بیہودہ باتیں شروع کر دیں کہ آپ کو تقریر کا موقع نہ ملا اور لوگ منتشر ہو گئے۔ دوسرے روز آپ نے پھر ضیافت کا انتظام کیا اور اپنے رشتہ داروں کو پھر بلایا۔ جب سب کھانا کھاچکے تو آپ نے ان کو اس طرح مخاطب کیا کہ "دیکھو، میں تمھاری طرف وہ بات لے کر آیا ہوں کہ جس سے زیادہ اچھی بات کوئی شخص اپنے قبیلہ کی طرف نہیں لایا۔ بتاؤ اس کام میں کون میرا مددگار ہوگا؟" یہ سن کر سب خاموش تھے، کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ اتنے میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ

اٹھے اور انھوں نے کہا کہ "اگرچہ میں کمزور ہوں، سب سے چھوٹا ہوں مگر میں آپ کا ساتھ دوں گا۔ یہ سن کر سب ہنس پڑے اور مذاق اڑاتے ہوئے چل دئیے۔ (رحمۃ للعالمین)

علانیہ دعوت و تبلیغ

اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عام طور پر لوگوں کو توحید اور اسلام کی طرف بلانا شروع کیا اور اسی زمانہ سے آپ پر اور آپ کی کمزور قلیل جماعت پر عام مصائب کا نزول شروع ہوا۔ مجلسوں میں، میلوں میں، بازاروں میں، نشستگاہوں میں، لوگوں کے گھر جا جا کر آپ توحید کی خوبی سمجھاتے اور بتوں کی پوجا سے لوگوں کو منع فرماتے تھے۔

چونکہ اس میں مشرکین کی عزت و عظمت کا زوال تھا، بڑے بڑے سردار اور ذی عزت لوگ یہ کسی طرح گوارا نہیں کر سکتے تھے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول اور نبی مان کر اپنی سرداری کے مقام سے دستبردار ہوں، اور آپ کی اطاعت کا بوجھ اپنی گردن پر رکھیں۔ قریش کے اکثر قبائل بنو ہاشم سے عداوت رکھتے تھے اس لئے وہ گوارا نہیں کر سکتے تھے کہ ایک حریف اور دشمن قبیلہ کے شخص کو نبی مان کر اسکی اطاعت اختیار کریں۔ اس اعلانیہ تبلیغ کا نتیجہ یہ ہوا کہ تمام قریش مخالفت پر مستعد اور درپئے استیصال ہو گئے۔ کفر و اسلام کی یہ علانیہ کشمکش نبوت کے چوتھے سال کے ساتھ ہی خوب زور شور سے شروع ہو گئی تھی۔ (تاریخ اسلام ج ۱ ص ۹۷)

پہلی درس گاہ

اس زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دامن کوہِ صفا میں ارقم بن ارقم کے مکان کو بطور اسلامی درسگاہ کے استعمال فرمانا شروع کیا، اسی مکان میں ہر نیا داخل اسلام ہونے والا شخص آتا اور اسلامی تعلیم سے آگاہ ہوتا۔ اس مکان میں ہر وقت مسلمانوں کا مجمع رہنے لگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی دار ارقم میں لوگوں کو اسلام سکھلاتے اور یہیں مل کر سب نماز ادا کرتے تھے۔

تین سال یعنی نبوت کے چھٹے سال تک آپؐ کی قیامگاہ اور اسلامی دار الصدر رہی دارِ ارقم رہا۔ اس تین سال میں جو لوگ مسلمان ہوئے ان کا مرتبہ بھی اول المسلمین کے برابر سمجھا جاتا ہے۔ دارِ ارقم میں مسلمان ہونے والوں کی فہرست میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ آخری شخص ہیں۔ ان کے مسلمان ہونے پر مسلمانوں کو بڑی تقویت پہنچی اور دارِ ارقم سے باہر نکل آئے۔ قریش نے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور انکی جماعت کا استیصال ضروری سمجھا تو ایذا رسانی اور تکلیف دہی کے نئے طریقے اختیار کئے۔

خواجہ ابو طالب کی خدمت میں قریش کا وفد

جب عتبہ کی کوشش ناکام ثابت ہوئی تو عتبہ، شیبہ، ابو البختری، اسود، ولید، ابو جہل وغیرہ اشخاص کا ایک وفد خواجہ ابو طالب کی خدمت میں پہنچا اور شکایت کی کہ تمھارا بھتیجا ہمارے بتوں کو برا کہنے سے باز نہیں آنا چاہتا، تم اس کو سمجھاؤ اور اس حرکت سے باز رکھو۔ ان باتوں سے خواجہ ابو طالب متأثر ہوئے اور حضور اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے ایسی مایوسانہ باتیں کیں جن سے حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا دل بھر آیا اور پھر یہ کہہ کر ابو طالب کے پاس سے چشم پُر آب اٹھے اور چل دئیے کہ چچا! میں اپنے کلام کو اس وقت تک نہیں چھوڑوں گا جب تک کہ اللہ تعالےٰ کا کام پورا نہ ہو جائے، یا یہی کام کرتے ہوئے میں ہلاک نہ ہو جاؤں۔ ابو طالب پر اس کا بہت اثر ہوا اور انھوں نے آپ کو پھر واپس بلا کر کہا کہ اچھا تم ضرور اپنے کام میں مصروف رہو جبتک میرے دم میں دم ہے میں تمھاری حمایت سے باز نہ رہوں گا، تم کو کبھی دشمنوں کے سپرد نہ کروں گا۔ (تاریخ اسلام صـ۱۰۱)

ف: سبحان اللہ، یہ تھا کار نبوت کی انجام دہی میں آپؐ کا عزم واستقلال، جس کا

بڑے سے بڑا پہاڑ بھی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ سچ ہے ع یہ وہ نشہ نہیں جسے ترشی اتار دے۔
آخر، تاحیات اسی راہ حق پر ڈٹے رہے، ثابت قدم رہے چنانچہ کامیاب و فائز المرام ہوئے
یہاں تک کہ رفیق اعلیٰ سے جاملے۔ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔

حبشہ کی طرف ہجرت

کفار قریش کو جب ان تمام کوششوں میں ناکامی ہوئی تو متفقہ طور پر آپ کی مخالفت پر کمر باندھی اور طرح طرح کی ایذا رسانی کے طریقے اختیار کئے۔ یہاں تک کہ جب مکہ کی سر زمین مسلمانوں کے لئے تنگ ہو گئی اور مسلمانوں کی زندگی وبال بن گئی تو نبی کریم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے مسلمانوں کو اجازت دی کہ ملک حبشہ (جہاں عیسائی حکومت تھی) چلے جاؤ۔ چنانچہ نبوت کے پانچویں سال رجب کے مہینہ میں کچھ مسلمان مرد و عورت حبشہ کے ارادہ سے مکہ چھوڑ گئے۔ ان میں حضرت عثمان بن عفان اور انکی بیوی حضرت رقیہ (بنت رسول ؐ) رضی اللہ تعالٰے عنہا بھی تھیں۔

وہاں بھی کفار مکہ پہنچ گئے اور وہاں کے بادشاہ نجاشی کو مسلمانوں اور ان کے مذہب اسلام سے بدظن کرنا چاہا۔ مگر نجاشی نے مہاجر مسلمانوں کو اپنے دربار میں بلایا اور پوچھا کہ وہ کونسا مذہب ہے جو تم نے اختیار کیا ہے؟ مسلمانوں کی طرف سے حضرت جعفر بن ابی طالب ؓ نے آگے بڑھ کر نجاشی کی خدمت میں اس طرح اپنی تقریر شروع کی۔

مکمل مقاطعہ (بائیکاٹ) وشعب ابی طالب

جب قریش نے دیکھا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ کی عزت اور طاقت روز بروز ترقی کرتی جارہی ہے تو وہ آپ کے سخت مخالف ہو گئے اور آپ اور آپ کے اہل خاندان بنی ہاشم کا بائیکاٹ کر دیا۔ آپ ایک گھاٹی میں جو "شعب ابی طالب" کے نام سے مشہور ہے اپنے اصحاب کے ساتھ تین سال تک بائیکاٹ کی سختیاں جھیلتے رہے۔ اس وقت آپ کی عمر شریف ۴۹ سال تھی۔

خواجہ ابوطالب اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات

نبوت کے دسویں سال ایک ہی سال کے اندر ابوطالب اور حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا دونوں کا انتقال ہو گیا۔ ان دونوں کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حسن صحبت، حسن سلوک، وفاداری اور نصرت وحمایت کا جو معاملہ تھا وہ روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ اس کے باوجود ابوطالب نے کلمۂ توحید زبان سے ادا نہ کیا۔ اس حادثہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو پے درپے کئی مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔

ہجرت طائف

خواجہ ابوطالب کی وفات کے بعد قریش کو موقع مل گیا اور آپؐ کی ایذارسانی میں کوئی دقیقہ نہیں چھوڑا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اہل مکہ کے قبول اسلام سے مایوسی کی صورت پیدا ہونے لگی تو اسی سال سنہ ۹ نبوی آخر شوال میں زید بن حارثہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو ساتھ لیکر طائف تشریف لے گئے اور اہل طائف کو کلمۂ حق کی دعوت دی اور ایک ماہ تک متواتر ان کی تبلیغ وہدایت میں مصروف رہے، مگر ایک شخص کو بھی قبول حق کی توفیق نہ ہوئی اور نہایت بے رخی اور بداخلاقی سے پیش آئے۔ بلکہ انھوں نے اپنے غلاموں اور لونڈوں کو پیچھے لگا دیا۔ اس مجمع نے

آپ پر پتھر برسائے جس سے آپ کی پنڈلیاں زخمی ہو گئیں اور حضرت زید رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا سر زخمی ہو گیا۔ بالآخر آپ ایک ماہ بعد طائف سے واپس آئے۔ اسی موقع پر عتبہ کا غلام عداس جو نصرانی تھا مسلمان ہو گیا۔ واپسی پر نخلہ پہنچے اور رات میں قیام کیا یہاں جنوں کی ایک جماعت آکر مسلمان ہوئی۔

اس موقع پر رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے جو جامع دعا فرمائی ہے وہ "نبی رحمت" میں صفحہ ۱۹۳ پر درج ہے اس کو ضرور دیکھ لیا جائے بلکہ زبانی یاد کر لی جائے اور کی جائے۔

معراج

۲۷ رجب سنہ نبوت کو معراج ہوئی اور اللہ تعالےٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ملکوت السماوات والارض کی سیر کرائی۔ اول مسجد الحرام سے بیت المقدس تک تشریف لے گئے، وہاں امام بن کر جماعت انبیاء علیہم السلام کو نماز پڑھائی، پھر آسمانوں کی سیر کرائی گئی اور انبیاءؑ کے مقامات پر ملتے ہوئے سدرۃ المنتہیٰ اور بیت المعمور تک پہنچے اور وہاں سے قرب حضوری خاص حاصل ہوا۔ اور اس موقع پر اللہ تعالےٰ نے آپ پر اور آپ کی امت پر پانچ وقت کی نماز فرض فرمائی۔ (رحمۃ للعالمین)

اسباب ہجرت

مکہ میں مشرکین کی مخالفت اور دشمنی بڑھتی گئی۔ لیکن اسلام قبول کرنے والوں کی تعداد میں بھی اضافہ ہوتا رہا۔ جب ایک بڑی جماعت اسلام کے حلقے میں آگئی اور مدینہ کے انصار کے قبیلہ اوس و خزرج کے اسلام قبول کرنے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حامی و مددگار ہو جانے سے قریش کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت خطرہ محسوس ہوا، تب یہ لوگ دار الندوہ میں جمع ہوئے اور متفقہ طور پر یہ بات طے ہوئی کہ ہر قبیلے سے ایک باہمت اور عالی نسب جوان کا انتخاب کیا جائے اور وہ سب مل کر یکبارگی رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ آور ہوں۔ اس طرح یہ خون سارے قبیلوں میں تقسیم ہوجائیگا اور کسی ایک پر ذمہ داری نہ ہوگی۔ (نبیؐ رحمت، رحمۃ للعالمین)

انسانی تدبیر کے مقابلہ میں الٰہی تدبیر

اللہ تعالےٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سازش سے آگاہ فرمادیا۔ انسانی تدبیر کے مقابلہ میں اب الٰہی طاقت اور ربانی حمایت کو دیکھئے کہ جب رات کو ان لوگوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا گھر آگھیرا۔ اس وقت خدا کے نبیؐ نے پیارے بھائی حضرت علیؓ سے فرمایا کہ تم میرے بستر پر میری چادر اوڑھ کر سورہو، فکر نہ کرنا۔ کوئی شخص تم کو ذرا گزند نہ پہنچا سکے گا۔ حضرت علیؓ تو ان تلواروں کے سائے میں نہایت بے فکری سے مزے کی نیند سو رہے۔ اور خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم خدا کی حفاظت میں باہر نکلے اور ان دل کے اندھوں کی آنکھوں میں خاک ڈالتے ہوئے اور سورۂ یٰسٓ پڑھتے ہوئے صاف نکل گئے، کسی نے آپ کو جاتے نہ دیکھا۔

ہجرتِ مدینہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکر صدیقؓ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ اللہ نے یہاں سے نکلنے کی اور ہجرت کرنے کی اجازت عطا فرمائی ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضؓ نے کہا "الصحبۃ یا رسول اللہ" یعنی یا رسول اللہ! میں ساتھ رہوں گا۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں! تم ہی رفیق ہوگے۔ حضرت ابو بکرؓ یہ سنکر خوشی سے رو پڑے۔

غار ثور کی طرف

ثور مکہ کے قریب ایک پہاڑ ہے اسی غار میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جاکر ٹھہر گئے اور تین دن تک اسی غار میں رہے۔ اور چوتھی شب مدینہ کی جانب روانہ ہوئے۔ ادھر مشرکین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تعاقب شروع کیا اور غار تک پہنچ گئے

انھوں نے دیکھا کہ غار کا منہ مکڑی کے جالے سے بند ہے۔ تو ان کا ذہن بھی ادھر نہ جا سکا کہ اندر کوئی ہو سکتا ہے۔

سراقہ بن مالک کے زمین میں دھنس جانے کا معجزہ

قریش نے اشتہار دیا تھا کہ جو شخص محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو یا ابوبکر کو گرفتار کر لائے گا اس کو سو سو اونٹ انعام میں دیئے جائیں گے۔ سراقہ اس لالچ میں خود سر پر لگائے، نیزہ تانے، ہتھیار بدن پر سجائے اپنے گھوڑے پر ہوا سے باتیں کرتا جا رہا تھا کہ اس کی نظر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑی۔ اس نے سمجھا کہ وہ کامیاب ہو گیا۔ اتنے میں گھوڑا گھٹنوں کے بل گرا۔ سراقہ نیچے آ گیا۔ اٹھا گھوڑے کو اٹھایا، سوار ہوا۔ پھر چلا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہوئے اور اللہ سے لو لگائے بڑھے چلے جاتے تھے کہ آپؐ کو دشمن کے قریب تر پہنچنے کی اطلاع دی گئی۔ فرمایا: الٰہی، ہمیں اس کے شر سے بچا۔ ادھر جب الفاظ مبارک زبان سے نکلے ادھر گھوڑے کے پاؤں زمین میں دھنس گئے۔ سراقہ گر پڑا اور سمجھ گیا کہ حفاظت الٰہی پر غالب آنا محال ہے۔ اس نے عاجزانہ الفاظ میں جان کی امان مانگی۔ امان دی گئی۔ سراقہ آگے بڑھا اور عرض کیا اب میں ہر ایک حملہ آور کو پیچھے ہی روکتا رہوں گا۔ (صحیح بخاری بحوالہ رحمۃ للعالمین۔ اصح السیر)

قبا میں پہنچنا

۸ ربیع الاول ۱۳ نبوی کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم قبا میں پہنچ گئے۔ اہل یثرب نے جب سے سنا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ چھوڑ دیا ہے، روزانہ صبح سے سر راہ ہمہ چشم بن کر بیٹھ جاتے تھے اور جب تک دوپہر نہ ہو جاتی بیٹھے رہتے۔ انصار ابھی واپس ہی ہوئے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پہنچ گئے اور ایک شخص کے پکارنے سے سب جمع ہو گئے

خیر مقدم اور اللہ اکبر کے ترانے گاتے ہوئے آفتاب رسالت کے گرد اگرد نور خیز شعاعوں کی طرح جمع ہو گئے۔ آپ نے قبا میں تین دن قیام فرمایا۔ اس سہ روزہ قیام کے دوران آپ نے ایک مسجد کی بنیاد رکھی۔ یہی تاریخ اسلام میں سب سے پہلی مسجد ہے جس کی تعمیر ہوئی۔ (رحمۃ للعالمین)

مدینہ کا داخلہ

قبا سے جمعہ کے روز آپ روانہ ہوئے اور بنی سالم کی مسجد میں جو بطن وادی میں ہے پہلا جمعہ آپ نے ادا فرمایا۔ اور پھر شہر میں داخل ہوئے۔ اور آج ہی سے شہر کا نام مدینۃ النبی ہو گیا داخلہ عجیب شاندار تھا۔ گلی کوچے تحمید و تقدیس کے کلمات سے گونج رہے تھے مرد و عورت، بچے، بوڑھے نور خدا کا جلوہ دیکھنے کیلئے سراپا چشم بن گئے تھے۔

اسی دن شام کے وقت حضرت ابو ایوب انصاری رضؓ کے مکان میں پہنچے۔

حضرت براء رضؓ فرماتے ہیں کہ جو فرحت و سرور اور جو انوار و تجلیات اس روز مدینہ میں ظاہر ہوئے ہیں جس روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے نہ اس سے پہلے ایسا ظاہر ہوا تھا نہ اس کے بعد۔ (اصح السیر ص۶۵)

مسجد نبوی اور مکانات کی تعمیر

مدینہ میں قیام کے بعد سب سے پہلا کام ایک خانۂ خدا کی تعمیر کی تو اس کا قبلہ بیت المقدس کی جانب رکھا۔ دولت کدہ کے قریب خاندان نجار کی زمین تھی، وہ زمین دو یتیم بچوں کی تھی۔ آپ نے ان لوگوں کو بلا کر فرمایا کہ میں یہ زمین بقیمت لینا چاہتا ہوں۔ وہ بولے کہ ہم قیمت لیں گے لیکن آپ سے نہیں بلکہ خدا سے۔ لیکن آپ نے گوارا نہ فرمایا۔ حضرت ابو ایوب انصاری رضؓ نے قیمت ادا کی اور مسجد کی تعمیر شروع ہوئی۔ شاہِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم بھی صحابہ کرام رضؓ کے ساتھ کام

میں مشغول تھے۔ صحابہؓ پتھر اٹھا اٹھا کر لاتے اور یہ رجز پڑھتے جاتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے ساتھ آواز ملاتے اور فرماتے:۔

اَللّٰهُمَّ لَا خَيْرَ اِلَّا خَيْرُ الْاٰخِرَة — اے اللہ، کامیابی صرف آخرت کی کامیابی ہے

فَاغْفِرِ الْاَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَة — اے اللہ! مہاجرین اور انصار کو بخش دے

تحویل قبلہ

ہجرت کے ۱۶ ماہ بعد شعبان یا رجب کے مہینہ میں مکہ قبلہ ہوگیا جو اسلام کے ملت ابراہیمی ہونے کے زیادہ مناسب ہے۔ مسجد نبوی کی تعمیر ہو چکی تو مسجد سے متصل ہی آپ نے ازواج مطہرات کے لئے مکان بنوائے جن میں آپ اور آپ کے گھر والے (اہل بیت) رہنے لگے۔ آپ کی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالٰے عنہا اور آپ کی بیویاں حضرت عائشہ اور حضرت سودہ رضی اللہ تعالٰے عنہما مکہ سے آکر یہیں اتریں۔ (سیرۃ النبی ۱/۲۰۵، اصح السیر ص۹۶)

مہاجرین اور انصار میں مواخات

مدینہ پہنچ کر سب سے پہلے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین کے رہنے سہنے کا انتظام کیا۔ انصار کو بلا کر ان میں اور مہاجرین میں برادری قائم کی جس کا اثر یہ تھا کہ جو مہاجر جس انصاری کا بھائی بن جاتا تھا، انصاری اس کو اپنی جائداد مال واسباب، نقدی تمام چیزوں میں سے آدھا آدھا بانٹ دیتا تھا۔ اس طرح تمام مہاجرین اور انصار بھائی بھائی بن گئے۔

وفات

دو شنبہ کے دن صبح کے وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ پردہ اٹھایا جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور مسجد طیبہ کے درمیان پڑا ہوا تھا۔ اس وقت نماز ہو رہی تھی۔ تھوڑی دیر تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس پاک نظارہ کو جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک تعلیمات کا نتیجہ تھا ملاحظہ فرما رہے تھے۔ اس نظارہ سے رخ انور پر بشاشت اور ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ صدیق اکبر رضؓ سمجھے کر آپ کا ارادہ نماز میں آنے کا ہے، وہ پیچھے ہٹنے لگے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ کے اشارے سے فرمایا کہ نماز پڑھاتے رہو۔ یہی اشارہ سب کی تسکین کا موجب ہوا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پردہ چھوڑ دیا۔ یہ نماز حضرت ابوبکر صدیقؓ ہی نے مکمل فرمائی۔

دن چڑھا تو پیاری بیٹی فاطمہ بتول رضی اللہ عنہا کو بلایا۔ کان میں کچھ بات کہی وہ رو پڑیں۔ پھر کچھ اور بات کہی تو وہ ہنس پڑیں۔ بتول پاکؓ سے روایت ہے کہ پہلی بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمائی تھی کہ اب میں دنیا کو چھوڑ رہا ہوں۔ اور دوسری بات یہ فرمائی تھی کہ اہل بیت میں سے تم ہی میرے پاس سب سے پہلے پہنچو گی (یعنی انتقال ہوگا)۔ اسی روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمہ زہرا رضؓ کو سیدہ نساء العالمین ہونے کی بشارت فرمائی۔

پھر حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہما کو بلایا، دونوں کو چوما اور ان کے احترام کی وصیت فرمائی۔ پھر ازواج مطہرات کو بلایا اور ان کو نصیحتیں فرمائیں۔ پھر حضرت علی مرتضیٰ کو بلایا۔ انھوں نے سر مبارک اپنی گود میں رکھ لیا۔ ان کو بھی

نصیحت فرمائی۔ اس وقت تف مبارک سیدنا علی رضؓ کے چہرہ پر پڑ رہا تھا اسی موقع پر فرمایا: اَلصَّلٰوۃُ اَلصَّلٰوۃُ وَمَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری وصیت یہی تھی۔ حضرت صدیقہ رضؓ فرماتی ہیں کہ اسی ارشاد کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کئی بار دہراتے رہے۔

اب نزع کی حالت طاری ہوئی۔ اس وقت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ سہارا دیئے ہوئے پس پشت بیٹھی تھیں۔ پانی کا پیالہ حضور کے سرہانے رکھا ہوا تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم پیالہ میں ہاتھ ڈالتے اور چہرہ انور پر پھیر لیتے تھے۔ چہرہ مبارک کبھی سرخ ہوتا، کبھی زرد پڑ جاتا تھا زبان مبارک سے فرماتے تھے:۔

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، اِنَّ لِلْمَوْتِ سَکَرَاتٍ (بخاری) اتنے میں عبدالرحمٰن بن ابو بکر رضی اللہ عنہما آگئے، ان کے ہاتھ میں تازہ مسواک تھی، حضورؐ نے مسواک پر نظر ڈالی تو حضرت عائشہؓ نے مسواک کو اپنے دانتوں سے نرم بنا دیا آپؐ نے مسواک کی۔ پھر ہاتھ کو بلند فرمایا اور زبان قدسی سے فرمایا:۔ اَللّٰھُمَّ الرَّفِیْقَ الْاَعْلٰی یعنی اب میں اعلیٰ و برتر رفیق کو اختیار کرتا ہوں۔

۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ یوم دوشنبہ وقت چاشت تھا کہ جسم اطہر سے روح انور نے پرواز کیا[ع۵]۔ اس وقت عمر مبارک ۶۳ سال قمری پر ۴ دن تھی۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ○

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ

ع۵ رحمۃ للعالمین ص ۲۵۱-۵۲ / ۱ نیز اصح السیر ملاحظہ ہو۔

نشر الطیب اور تواریخ حبیب الٰہ میں مذکور ہے کہ آپ کی وفات قبل زوال یا بعد زوال ہوئی۔

امیرُ المؤمنین سیّدنا حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ

آپ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد ظاہری و باطنی جملہ کمالات میں آپ کے جانشین اور وارث قرار پائے۔

ولادت باسعادت: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ عام فیل کے ڈھائی برس بعد پیدا ہوئے۔ آپ ایام جاہلیت میں بھی قریش کے رؤسا میں سے تھے۔ مورخین نے لکھا ہے کہ صحابہ کرام رضؓ میں دس آدمی ایسے تھے جو ایامِ جاہلیت اور عہد اسلام دونوں میں رئیس و سر برآوردہ مانے گئے، منجملہ ان کے ایک حضرت ابو بکر صدیق رضؓ بھی ہیں۔ قیام مکہ میں رہتا تھا، تجارت ذریعۂ معاش و دولت مندی تھی۔ حسن اخلاق، ہمدردی، وسعت معلومات دانشمندی و معاملہ فہمی وہ اوصاف ہیں جن میں حضرت صدیقؓ قبل اسلام بھی ممتاز تھے۔ ان ہی صفات کی وجہ سے لوگ ان کے گرویدہ تھے۔ اہم معاملات میں مشورہ لیتے اور ان کی رائے پر اعتماد کرتے۔ آپ کو شعر کہنے پر پوری قدرت حاصل تھی، اسلام لائے تو شعر کہنا چھوڑ دیا اور پھر کبھی نہیں کہا۔ شراب زمانۂ جاہلیت میں بھی نہیں پی۔

آفتاب رسالت طلوع ہونے کے ایک سال پہلے سے حضرت سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آپ کی آمد و رفت تھی۔ جس طرح طلوع آفتاب سے قبل نور کا ظہور ہو جاتا ہے اسی طرح قرب وحی کے زمانہ میں انوار رسالت کا ظہور ہو گیا تھا، خلوت گزینی و عبادت مزاج اقدس کو بہت زیادہ مرغوب ہو گئی، رویا ر صادقہ (سچے خواب) نظر آتے تھے

جب اسلام کی صدا کان میں آئی، مانوس محسوس ہوئی۔ اِدھر صادق اُمین صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے تبلیغِ اسلام شروع ہوئی اُدھر بے تأمل حضرت صدیق رضؓ نے آمنّا کہا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے جس شخص کے سامنے اسلام پیش کیا اس میں ایک قسم کی جھجک اور تردد و فکر پائی مگر ابوبکر رضؓ کہ جس وقت میں نے ان کے سامنے اسلام پیش کیا انھوں نے بے جھجک قبول کر لیا۔ (سیرۃ الصدیق رضؓ، مولانا حبیب الرحمٰن خاں شروانی صہ)

تصوّف : سب سے اول تصفیہ و تزکیۂ باطن کے واسطے کلمہ طیبہ یعنی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کا ذکر حضرت ابوبکر رضؓ نے تلقین کیا۔ "کشف المحجوب" میں صدیق اکبر رضؓ کو امام تصوف لکھا ہے۔ طریقہ نقشبندیہ بواسطہ امام جعفر صادق حضرت صدیق اکبرؓ تک پہنچتا ہے۔ اہل معرفت کا قول ہے کہ نسبت صدیقی نسبت ابراہیمی تھی اسی لئے غلبۂ توحید علیٰ وجہ الکمال تھا۔ کلام مجید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لقب "اَوَّاہ" یعنی دردمند اور اللہ پاک کی طرف رجوع کرنے والے، صحابہ کرام رضؓ میں حضرت ابوبکر رضؓ کا لقب "اَوَّاہ" تھا (دردمند) یہ بھی نسبت ابراہیمی کا اثر تھا۔ حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مرتبۂ ضمنیت کبریٰ حاصل تھا۔ لہٰذا کمالاتِ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مظہر اتم حضرت ابوبکر رضؓ تھے۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے لکھا ہے، حضرت صدیق رضؓ کے قلب پر شعاعِ غیبی کا ظہور لطیفۂ قلبیہ سے ہوتا تھا، لہٰذا حقیقت حال بصورت عزیمت ظاہر ہوتی نہ برنگ تخیل۔

حدیث میں مذکور ہے۔ ماصبّ اللہ فی صدری شیئا الا

سلامتی پر استدلال فرمایا ہے۔ لہذا بغیر ظاہر دین و شریعت کی سلامتی کے حقیقت و باطن کی سلامتی کا فیصلہ نہ کرنا چاہئے۔ اس لئے کہ جس حقیقت کو شریعت رد کر دے وہ زندقہ یعنی گمراہی ہے۔" (یقیناً یہ نکتہ حضرت شیخ علیہ الرحمۃ کی فراست و فقاہت پر بین ثبوت ہے)

(مجبوب احمد)

اس تسلی و تشفی دینے کے بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا آپ کو اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں جو اب بوڑھے ہو گئے تھے۔ آپ نے ورقہ بن نوفل کے سامنے تمام کیفیت بیان کی۔ ورقہ نے سن کر کہا کہ یہ وہی ناموس اکبر ہے جو موسیٰ علیہ السلام پر اترا تھا۔ کاش میں جوان ہوتا اور اس وقت تک زندہ رہتا جب قوم آپ کو نکال دے گی، رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے پوچھا، کیا قوم مجھے نکال دے گی؟ ورقہ بن نوفل نے کہا، ہاں! دنیا میں جو کوئی رسول آیا اور اس نے توحید کی تعلیم پیش کی اس کے ساتھ عداوت و دشمنی کا برتاؤ ابتدا میں ہوا ہے۔

اس کے بعد آپ بدستور غار حرا میں تشریف لے جاتے رہے۔ چند روز تک آپ پر کوئی وحی نازل نہ ہوئی۔ اس زمانہ کو فترۃ کہتے ہیں۔ آخر ایک روز آپ غار حرا سے مکان کو تشریف لا رہے تھے کہ آپ نے پھر اسی فرشتہ کو دیکھا۔ آپ اس کو دیکھ کر پھر سہم گئے اور گھر آکر کپڑا اوڑھ کر لیٹ گئے کہ آپ کے کانوں میں یہ پُر جلال آواز آئی:۔

"یَا اَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ وَرَبَّکَ فَکَبِّرْ وَثِیَابَکَ فَطَھِّرْ وَالرُّجْزَ فَاھْجُرْ (اے چادر میں لپٹنے والے اُٹھ، اور (کافروں کو عذاب الٰہی سے) ڈرا اور اپنے رب کی بڑائی بیان کر، اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھ، اور بتوں کی گندگی سے دور رہ۔)

اس کے بعد وحی کا سلسلہ برابر جاری رہا۔ ایک روز حضرت جبرئیل امین آنحضرت

صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو دامن کوہ میں لائے۔ آپ کے سامنے خود وضو کیا۔ پھر جبرئیل امین ؑ نے نماز پڑھائی۔

تبلیغ اسلام

آپؐ نے تبلیغ توحید کا حکم پاتے ہی تبلیغ کا کام شروع کر دیا۔ لوگوں کو شرک سے باز رکھنے اور توحید الٰہی کی طرف بلانے کا کام اول آپ نے اپنے گھر ہی سے شروع کیا۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالٰے عنہا سب سے پہلے آپ پر ایمان لائیں، حضرت علی ابن ابی طالب اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالٰے عنہما بھی پہلے ہی دن آپ پر ایمان لے آئے۔ یہ سب آپ کے گھر کے آدمی تھے۔ حضرت ابو بکر بن ابو قحافہ رضی اللہ تعالٰے عنہ جو آپ کے دوست تھے پہلے ہی دن آپ پر ایمان لے آئے۔ ان سب سے پہلے ایمان لانے والوں میں ایک آپ کی بیوی، ایک آپ کے چچازاد بھائی، ایک آپ کے آزاد کردہ غلام، ایک آپ کے خالص و مخلص دوست تھے ظاہر ہے کہ یہ سب کے سب آپ کے اخلاق و خصائل سے بخوبی واقف تھے اور آپ کی زندگی کا کوئی بھی پہلو ان سے پوشیدہ و محجوب نہیں تھا۔ ان کا سب سے پہلے ایمان لانا آپؐ کی صداقت و راست بازی کی ایک زبردست دلیل ہے۔ آپ نے ابتداءً اپنی تعلیم کی تبلیغ نہایت خاموشی کے ساتھ اپنے رشتہ داروں اور دوستوں تک محدود رکھی۔

ف : اب بھی تبلیغ کی ترتیب یہی ہونی چاہیئے۔ (محبوب احمد)

غرض اس طرح نزول وحی سے لیکر تین سال تک اسلام کی تبلیغ خاموشی کے ساتھ ہوتی رہی اور سعید روحیں کھینچ کھینچ کر اسلام کی طرف جذب ہوتی رہیں۔

کوہ صفا پر اعلانِ حق

اب حکم الٰہی نازل ہوا کہ فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ (تم کو جو حکم دیا گیا ہے اسے کھول کر سناؤ) اس حکم کے نازل ہونے پر آپ کوہ صفا پر چڑھ گئے اور بلند آواز سے ایک ایک قبیلہ کا نام لے کر بلانا

شروع کیا۔ اس آواز کو سن کر ملک عرب کے دستور کے موافق لوگ آآ کر جمع ہونا شروع ہوئے۔ جب تمام لوگ جمع ہو گئے تو آپ نے فرمایا اِنْ حَدَّثْتُكُمْ اَنَّ الْعَدُوَّ مُصَبِّحُكُمْ اَوْ مُمَسِّيْكُمْ اَكُنْتُمْ تُصَدِّقُوْنِيْ (اے قریش! اگر میں تم کو یہ خبر دوں کہ صبح کو یا شام کو تم پر دشمن حملہ کرنے والا ہے، تو کیا تم لوگ مجھ کو سچا جانو گے؟) سب نے ایک زبان ہو کر کہا کہ ہاں! ہم نے ہمیشہ تجھ کو صادق القول پایا ہے۔ یہ جواب سن کر آپ نے فرمایا کہ "اچھا میں تم کو خبر دیتا ہوں کہ اللہ کا عذاب نزدیک ہے اس پر ایمان لاؤ تاکہ عذاب الٰہی سے بچ جاؤ" یہ سنتے ہی تمام قریش ہنس پڑے۔ ابولہب نے کہا کہ تجھ پر ہلاکت ہو، کیا تو نے اسی لئے ہم کو جمع کیا تھا؟ اس کے بعد مجمع منتشر ہو گیا اور لوگ اپنے اپنے گھروں کو باتیں بناتے ہوئے چلے آئے۔ ابولہب کے اُٹھتے ہی سورہ تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ نازل ہوئی۔ چند روز کے بعد "وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ" (یعنی اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرائیے) نازل ہوئی۔

آپ نے حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو حکم دیا کہ ایک ضیافت کا انتظام کرو۔ چنانچہ انھوں نے ضیافت کا انتظام کیا اور آپ نے اپنے قریبی رشتہ داروں کو دعوت دی۔ چالیس کے قریب آپ کے رشتہ دار آئے۔ جب سب کھانا کھا چکے تو آپ نے کچھ تقریر فرمانا چاہی، مگر ابولہب نے ایسی بیہودہ باتیں شروع کر دیں کہ آپ کو تقریر کا موقع نہ ملا اور لوگ منتشر ہو گئے۔ دوسرے روز آپ نے پھر ضیافت کا انتظام کیا اور اپنے رشتہ داروں کو پھر بلایا۔ جب سب کھانا کھا چکے تو آپ نے ان کو اس طرح مخاطب کیا کہ "دیکھو، میں تمھاری طرف وہ بات لے کر آیا ہوں کہ جس سے زیادہ اچھی بات کوئی شخص اپنے قبیلہ کی طرف نہیں لایا۔ بتاؤ اس کام میں کون میرا مددگار ہوگا؟ یہ سن کر سب خاموش تھے، کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ اتنے میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ

اٹھے اور انھوں نے کہا کہ "اگرچہ میں کمزور ہوں، سب سے چھوٹا ہوں مگر میں آپ کا ساتھ دوں گا۔ یہ سن کر سب ہنس پڑے اور مذاق اڑاتے ہوئے چل دیئے۔ (رحمۃ للعالمین)

علانیہ دعوت و تبلیغ

اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عام طور پر لوگوں کو توحید اور اسلام کی طرف بلانا شروع کیا اور اسی زمانہ سے آپ پر اور آپ کی کمزور قلیل جماعت پر عام مصائب کا نزول شروع ہوا۔ مجلسوں میں، میلوں میں، بازاروں میں، نشستگاہوں میں، لوگوں کے گھر جا جا کر آپ توحید کی خوبی سمجھاتے اور بتوں کی پوجا سے لوگوں کو منع فرماتے تھے۔

چونکہ اس میں مشرکین کی عزت و عظمت کا زوال تھا، بڑے بڑے سردار اور ذی عزت لوگ یہ کسی طرح گوارا نہیں کر سکتے تھے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول اور نبی مان کر اپنی سرداری کے مقام سے دستبردار ہوں، اور آپ کی اطاعت کا بوجھ اپنی گردن پر رکھیں۔ قریش کے اکثر قبائل بنو ہاشم سے عداوت رکھتے تھے اس لئے وہ گوارا نہیں کر سکتے تھے کہ ایک حریف اور دشمن قبیلہ کے شخص کو نبی مان کر اسکی اطاعت اختیار کریں۔ اس اعلانیہ تبلیغ کا نتیجہ یہ ہوا کہ تمام قریش مخالفت پر مستعد اور درپئے استیصال ہو گئے۔ کفر و اسلام کی یہ علانیہ کشمکش نبوت کے چوتھے سال کے ساتھ ہی خوب زور شور سے شروع ہو گئی تھی۔ (تاریخ اسلام ج ۱ ص ۹۷)

پہلی درس گاہ

اس زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دامن کوہِ صفا میں ارقم بن ارقم کے مکان کو بطور اسلامی درسگاہ کے استعمال فرمانا شروع کیا، اسی مکان میں ہر نیا داخل اسلام ہونے والا شخص آتا اور اسلامی تعلیم سے آگاہ ہوتا۔ اس مکان میں ہر وقت مسلمانوں کا مجمع رہنے لگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی دار ارقم میں لوگوں کو اسلام سکھاتے اور یہیں مل کر سب نماز ادا کرتے تھے۔

تین سال یعنی نبوت کے چھٹے سال تک آپؐ کی قیامگاہ اور اسلامی دار الصدر یہی دارِ ارقم رہا۔ اس تین سال میں جو لوگ مسلمان ہوئے ان کا مرتبہ بھی اول المسلمین کے برابر سمجھا جاتا ہے۔ دارِ ارقم میں مسلمان ہونے والوں کی فہرست میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ آخری شخص ہیں۔ ان کے مسلمان ہونے پر مسلمانوں کو بڑی تقویت پہنچی اور دارِ ارقم سے باہر نکل آئے۔ قریش نے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور انکی جماعت کا استیصال ضروری سمجھا تو ایذا رسانی اور تکلیف دہی کے نئے طریقے اختیار کئے۔

خواجہ ابوطالب کی خدمت میں قریش کا وفد

جب عتبہ کی کوشش ناکام ثابت ہوئی تو عتبہ، شیبہ، ابوالبختری، اسود، ولید، ابو جہل وغیرہ اشخاص کا ایک وفد خواجہ ابو طالب کی خدمت میں پہنچا اور شکایت کی کہ تمھارا بھتیجا ہمارے بتوں کو برا کہنے سے باز نہیں آنا چاہتا، تم اس کو سمجھاؤ اور اس حرکت سے باز رکھو۔ ان باتوں سے خواجہ ابو طالب متأثر ہوئے اور حضور اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے ایسی مایوسانہ باتیں کیں جن سے حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا دل بھر آیا اور پھر یہ کہہ کر ابو طالب کے پاس سے چشم پُر آب اٹھے اور چل دیئے کہ چچا! میں اپنے کلام کو اس وقت تک نہیں چھوڑوں گا جب تک کہ اللہ تعالےٰ کا کام پورا نہ ہو جائے، یا یہی کام کرتے ہوئے میں ہلاک نہ ہو جاؤں۔ ابو طالب پر اس کا بہت اثر ہوا اور انھوں نے آپ کو پھر واپس بلا کر کہا کہ اچھا تم ضرور اپنے کام میں مصروف رہو جبتک میرے دم میں دم ہے میں تمھاری حمایت سے باز نہ رہوں گا، تم کو کبھی دشمنوں کے سپرد نہ کروں گا۔ (تاریخ اسلام صہ ۱۰۱)

ف: سبحان اللہ، یہ تھا کارِ نبوت کی انجام دہی میں آپؐ کا عزم و استقلال، جس کا

بڑے سے بڑا پہاڑ بھی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ سچ ہے۔ع یہ وہ نشہ نہیں جسے ترشی اتار دے۔
آخر، تاحیات اسی راہ حق پر ڈٹے رہے، ثابت قدم رہے چنانچہ کامیاب و فائز المرام ہوئے
یہاں تک کہ رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔

حبشہ کی طرف ہجرت

کفار قریش کو جب ان تمام کوششوں میں ناکامی ہوئی تو متفقہ طور پر آپ کی مخالفت پر کمر باندھی اور طرح طرح کی ایذا رسانی کے طریقے اختیار کئے۔ یہاں تک کہ جب مکہ کی سرزمین مسلمانوں کے لئے تنگ ہوگئی اور مسلمانوں کی زندگی وبال بن گئی تو نبی کریم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو اجازت دی کہ ملک حبشہ (جہاں عیسائی حکومت تھی) چلے جاؤ۔ چنانچہ نبوت کے پانچویں سال رجب کے مہینہ میں کچھ مسلمان مرد و عورت حبشہ کے ارادہ سے مکہ چھوڑ گئے۔ ان میں حضرت عثمان بن عفان اور انکی بیوی حضرت رقیہ (بنت رسولؐ) رضی اللہ تعالےٰ عنہا بھی تھیں۔

وہاں بھی کفار مکہ پہنچ گئے اور وہاں کے بادشاہ نجاشی کو مسلمانوں اور ان کے مذہب اسلام سے بدظن کرنا چاہا۔ مگر نجاشی نے مہاجر مسلمانوں کو اپنے دربار میں بلایا اور پوچھا کہ وہ کونسا مذہب ہے جو تم نے اختیار کیا ہے؟ مسلمانوں کی طرف سے حضرت جعفر بن ابی طالب رضؓ نے آگے بڑھ کر نجاشی کی خدمت میں اس طرح اپنی تقریر شروع کی۔

مکمل مُقاطعہ (بائیکاٹ) و شعب ابی طالب

جب قریش نے دیکھا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ کی عزت اور طاقت روز بروز ترقی کرتی جارہی ہے تو وہ آپ کے سخت مخالف ہو گئے اور آپ اور آپ کے اہل خاندان بنی ہاشم کا بائیکاٹ کر دیا۔ آپ ایک گھاٹی میں جو "شعب ابی طالب" کے نام سے مشہور ہے اپنے اصحاب کے ساتھ تین سال تک بائیکاٹ کی سختیاں جھیلتے رہے۔ اس وقت آپ کی عمر شریف ۴۹ سال تھی۔

خواجہ ابوطالب اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات

نبوت کے دسویں سال ایک ہی سال کے اندر ابوطالب اور حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا دونوں کا انتقال ہو گیا۔ ان دونوں کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حسن صحبت، حسن سلوک، وفاداری اور نصرت وحمایت کا جو معاملہ تھا وہ روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ اس کے باوجود ابوطالب نے کلمۂ توحید زبان سے ادا نہ کیا۔ اس حادثہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو پے در پے کئی مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔

ہجرت طائف

خواجہ ابوطالب کی وفات کے بعد قریش کو موقع مل گیا اور آپ کی ایذا رسانی میں کوئی وقیقہ نہیں چھوڑا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اہل مکہ کے قبول اسلام سے مایوسی کی صورت پیدا ہونے لگی تو اسی سال سنہ ۹ نبوی آخر شوال میں زید بن حارثہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو ساتھ لیکر طائف تشریف لے گئے اور اہل طائف کو کلمۂ حق کی دعوت دی اور ایک ماہ تک متواتر ان کی تبلیغ وہدایت میں مصروف رہے، مگر ایک شخص کو بھی قبول حق کی توفیق نہ ہوئی اور نہایت بے رحمی اور بد اخلاقی سے پیش آئے، بلکہ انھوں نے اپنے غلاموں اور لونڈوں کو پیچھے لگا دیا۔ اس مجمع نے

آپ پر پتھر برسائے جس سے آپ کی پنڈلیاں زخمی ہو گئیں اور حضرت زید رضی اللہ تعالٰی عنہ کا سر زخمی ہو گیا۔ بالآخر آپ ایک ماہ بعد طائف سے واپس آئے۔ اسی موقع پر عتبہ کا غلام عداس جو نصرانی تھا مسلمان ہو گیا۔ واپسی پر نخلہ پہنچے اور رات میں قیام کیا یہاں جنوں کی ایک جماعت آکر مسلمان ہوئی۔

اس موقع پر رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جو جامع دعا فرمائی ہے وہ "نبی رحمت" میں صفحہ ۱۹۳ پر درج ہے اس کو ضرور دیکھ لیا جائے بلکہ زبانی یاد کر لی جائے اور کی جائے۔

معراج

۲۷ رجب ۱۰ نبوت کو معراج ہوئی اور اللہ تعالٰی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ملکوت السماوات والارض کی سیر کرائی۔ اول مسجد الحرام سے بیت المقدس تک تشریف لے گئے، وہاں امام بنکر جماعت انبیاء علیہم السلام کو نماز پڑھائی، پھر آسمانوں کی سیر کرائی گئی اور انبیاءؑ کے مقامات پر ملتے ہوئے سدرۃ المنتہیٰ اور بیت المعمور تک پہنچے اور وہاں سے قرب حضوری خاص حاصل ہوا۔ اور اس موقع پر اللہ تعالٰی نے آپ پر اور آپ کی امت پر پانچ وقت کی نماز فرض فرمائی۔ (رحمۃ للعالمین)

اسباب ہجرت

مکہ میں مشرکین کی مخالفت اور دشمنی بڑھتی گئی۔ لیکن اسلام قبول کرنے والوں کی تعداد میں بھی اضافہ ہوتا رہا۔ جب ایک بڑی جماعت اسلام کے حلقے میں آگئی اور مدینہ کے انصار کے قبیلہ اوس و خزرج کے اسلام قبول کرنے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حامی و مددگار ہو جانے سے قریش کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت خطرہ محسوس ہوا، تب یہ لوگ دارالندوہ میں جمع ہوئے اور متفقہ طور پر یہ بات طے ہوئی کہ ہر قبیلے سے ایک باہمت اور عالی نسب جوان کا انتخاب کیا جائے اور وہ سب مل کر یکبارگی رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ آور ہوں۔ اس طرح یہ خون سارے قبیلوں میں تقسیم ہوجائیگا اور کسی ایک پر ذمہ داری نہ ہوگی۔ (نبیؐ رحمت، رحمۃ للعالمین)

انسانی تدبیر کے مقابلہ میں الٰہی تدبیر

اللہ تعالٰے نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سازش سے آگاہ فرمادیا۔ انسانی تدبیر کے مقابلہ میں اب الٰہی طاقت اور ربانی حمایت کو دیکھئے کہ جب رات کو ان لوگوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا گھر آگھیرا۔ اس وقت خدا کے نبیؐ نے پیارے بھائی حضرت علیؓ سے فرمایا کہ تم میرے بستر پر میری چادر اوڑھ کر سو رہو، فکر نہ کرنا۔ کوئی شخص تم کو ذرا گزند نہ پہنچا سکے گا۔ حضرت علیؓ تو ان تلواروں کے سائے میں نہایت بے فکری سے مزے کی نیند سو رہے۔ اور خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم خدا کی حفاظت میں باہر نکلے اور ان دل کے اندھوں کی آنکھوں میں خاک ڈالتے ہوئے اور سورۂ یٰسٓ پڑھتے ہوئے صاف نکل گئے، کسی نے آپ کو جاتے نہ دیکھا۔

ہجرتِ مدینہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکر صدیقؓ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ اللہ نے یہاں سے نکلنے کی اور ہجرت کرنے کی اجازت عطا فرمائی ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضؓ نے کہا "الصحبة یا رسول اللہ" یعنی یا رسول اللہ! میں ساتھ رہوں گا۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں! تم ہی رفیق ہو گے۔ حضرت ابو بکرؓ یہ سنکر خوشی سے رو پڑے۔

غار ثور کی طرف

ثور مکہ کے قریب ایک پہاڑ ہے اسی غار میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جاکر ٹھہر گئے اور تین دن تک اسی غار میں رہے۔ اور چوتھی شب مدینہ کی جانب روانہ ہوئے۔ ادھر مشرکین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تعاقب شروع کیا اور غار تک پہنچ گئے

انھوں نے دیکھا کہ غار کا منہ مکڑی کے جالے سے بند ہے۔ تو ان کا ذہن بھی ادھر نہ جاسکا کہ اندر کوئی ہو سکتا ہے۔

سراقہ بن مالک کے زمین میں دھنس جانے کا معجزہ

قریش نے اشتہار دیا تھا کہ جو شخص محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو یا ابوبکر کو گرفتار کر لائے گا اس کو سو سو اونٹ انعام میں دیئے جائیں گے۔ سراقہ اس لالچ میں خود سر پر لگائے، نیزہ تلے، ہتھیار بدن پر سجائے اپنے گھوڑے پر ہوا سے باتیں کرتا جارہا تھا کہ اس کی نظر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑی۔ اس نے سمجھا کہ وہ کامیاب ہوگیا۔ اتنے میں گھوڑا گھٹنوں کے بل گرا۔ سراقہ نیچے آگیا۔ اٹھا گھوڑے کو اٹھایا، سوار ہوا۔ پھر چلا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہوئے اور اللہ سے لو لگائے بڑھے چلے جاتے تھے کہ آپ کو دشمن کے قریب تر پہنچنے کی اطلاع دی گئی۔ فرمایا: الٰہی، ہمیں اس کے شر سے بچا۔ ادھر جب الفاظ مبارکہ زبان سے نکلے ادھر گھوڑے کے پاؤں زمین میں دھنس گئے۔ سراقہ گر پڑا اور سمجھ گیا کہ حفاظت الٰہی پر غالب آنا محال ہے۔ اس نے عاجزانہ الفاظ میں جان کی امان مانگی۔ امان دی گئی۔ سراقہ آگے بڑھا اور عرض کیا اب میں ہر ایک حملہ آور کو پیچھے ہی روکتا رہوں گا۔ (صحیح بخاری بحوالہ رحمۃ للعالمین۔ اصح السیر)

قبا میں پہنچنا

۸ ربیع الاول ۱۳ نبوی کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم قبا میں پہنچ گئے۔ اہل یثرب نے جب سے سنا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ چھوڑ دیا ہے، روزانہ صبح سے سر راہ ہمہ چشم بن کر بیٹھ جاتے تھے اور جب تک دوپہر نہ ہو جاتی بیٹھے رہتے۔ انصار ابھی واپس ہی ہوئے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پہنچ گئے اور ایک شخص کے پکارنے سے سب جمع ہو گئے

خیر مقدم اور اللہ اکبر کے ترانے گاتے ہوئے آفتاب رسالت کے گرداگرد نوخیز شعاعوں کی طرح جمع ہوگئے۔ آپ نے قبا میں تین دن قیام فرمایا۔ اس سہ روزہ قیام کے دوران آپ نے ایک مسجد کی بنیاد رکھی۔ یہی تاریخ اسلام میں سب سے پہلی مسجد ہے جس کی تعمیر ہوئی۔ (رحمۃ للعالمین)

مدینہ کا داخلہ

قبا سے جمعہ کے روز آپ روانہ ہوئے اور بنی سالم کی مسجد میں، جو بطن وادی میں ہے پہلا جمعہ آپ نے ادا فرمایا۔ اور پھر شہر میں داخل ہوئے۔ اور آج ہی سے شہر کا نام مدینۃ النبی ہوگیا داخلہ عجیب شاندار تھا۔ گلی کوچے تحمید و تقدیس کے کلمات سے گونج رہے تھے مرد و عورت، بچے، بوڑھے نور خدا کا جلوہ دیکھنے کیلئے سراپا چشم بن گئے تھے۔

اسی دن شام کے وقت حضرت ابوایوب انصاری رضؓ کے مکان میں پہنچے۔ حضرت براء رضؓ فرماتے ہیں کہ جو فرحت و سرور اور جو انوار و تجلیات اس روز مدینہ میں ظاہر ہوئے ہیں جس روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے نہ اس سے پہلے ایسا ظاہر ہوا تھا نہ اس کے بعد۔ (اصح السیر ص۶۵)

مسجد نبوی اور مکانات کی تعمیر

مدینہ میں قیام کے بعد سب سے پہلا کام ایک خانۂ خدا کی تعمیر کی تو اس کا قبلہ بیت المقدس کی جانب رکھا۔ دولت کدہ کے قریب خاندان نجار کی زمین تھی، وہ زمین دو یتیم بچوں کی تھی۔ آپ نے ان لوگوں کو بلا کر فرمایا کہ میں یہ زمین بقیمت لینا چاہتا ہوں۔ وہ بولے کہ ہم قیمت لیں گے لیکن آپ سے نہیں بلکہ خدا سے۔ لیکن آپ نے گوارا نہ فرمایا۔ حضرت ابوایوب انصاری رضؓ نے قیمت ادا کی اور مسجد کی تعمیر شروع ہوئی۔ شاہِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم بھی صحابہ کرام رضؓ کے ساتھ کام

میں مشغول تھے۔ صحابہؓ پتھر اٹھا اٹھا کر لاتے اور یہ رجز پڑھتے جاتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے ساتھ آواز ملاتے اور فرماتے :۔

اَللّٰھُمَّ لَا خَیْرَ اِلَّا خَیْرُ الْاٰخِرَۃ — اے اللہ، کامیابی صرف آخرت کی کامیابی ہے

فَاغْفِرِ الْاَنْصَارَ وَالْمُھَاجِرَۃ — اے اللہ! مہاجرین اور انصار کو بخش دے

تحویل قبلہ

ہجرت کے ۱۶ ماہ بعد شعبان یا رجب کے مہینہ میں مکہ قبلہ ہو گیا جو اسلام کے ملت ابراہیمی ہونے کے زیادہ مناسب ہے۔ مسجد نبوی کی تعمیر ہو چکی تو مسجد سے متصل ہی آپ نے ازواج مطہرات کے لئے مکان بنوائے جن میں آپ اور آپ کے گھر والے (اہل بیت) رہنے لگے۔ آپ کی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالٰے عنہا اور آپ کی بیویاں حضرت عائشہ اور حضرت سودہ رضی اللہ تعالٰے عنہما مکہ سے آکر یہیں اُتریں۔ (سیرۃ النبی ۱/۲۰۵، اصح السیر ص۶۶)

مہاجرین اور انصار میں مواخات

مدینہ پہنچ کر سب سے پہلے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین کے رہنے سہنے کا انتظام کیا۔ انصار کو بلا کر ان میں اور مہاجرین میں برادری قائم کی جس کا اثر یہ تھا کہ جو مہاجر جس انصاری کا بھائی بن جاتا تھا، انصاری اس کو اپنی جائداد مال واسباب، نقدی تمام چیزوں میں سے آدھا آدھا بانٹ دیتا تھا۔ اس طرح تمام مہاجرین اور انصار بھائی بھائی بن گئے۔

وفات

دوشنبہ کے دن صبح کے وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ پردہ اٹھایا جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور مسجد طیبہ کے درمیان پڑا ہوا تھا۔ اس وقت نماز ہو رہی تھی۔ تھوڑی دیر تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس پاک نظارہ کو جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک تعلیمات کا نتیجہ تھا ملاحظہ فرما رہے تھے۔ اس نظارہ سے رخ انور پر بشاشت اور ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ صدیق اکبر رضؓ سمجھے کہ آپ کا ارادہ نماز میں آنے کا ہے، وہ پیچھے ہٹنے لگے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ کے اشارے سے فرمایا کہ نماز پڑھاتے رہو۔ یہی اشارہ سب کی تسکین کا موجب ہوا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پردہ چھوڑ دیا۔ یہ نماز حضرت ابوبکر صدیقؓ ہی نے مکمل فرمائی۔

دن چڑھا تو پیاری بیٹی فاطمہ بتول رضی اللہ عنہا کو بلایا۔ کان میں کچھ بات کہی وہ رو پڑیں۔ پھر کچھ اور بات کہی تو وہ ہنس پڑیں۔ بتول پاکؓ سے روایت ہے کہ پہلی بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمائی تھی کہ اب میں دنیا کو چھوڑ رہا ہوں۔ اور دوسری بات یہ فرمائی تھی کہ اہل بیت میں سے تم ہی میرے پاس سب سے پہلے پہنچو گی (یعنی انتقال ہوگا)۔ اسی روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمہ زہراؓ کو سیدہ نساء العالمین ہونے کی بشارت فرمائی۔

پھر حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہما کو بلایا، دونوں کو چوما اور ان کے احترام کی وصیت فرمائی۔ پھر ازواج مطہرات کو بلایا اور ان کو نصیحتیں فرمائیں۔ پھر حضرت علی مرتضیٰ کو بلایا۔ انھوں نے سر مبارک اپنی گود میں رکھ لیا۔ ان کو بھی

نصیحت فرمائی۔ اس وقت تف مبارک سیدنا علی رضؓ کے چہرہ پر پڑ رہا تھا۔ اسی موقع پر فرمایا: اَلصَّلٰوۃُ اَلصَّلٰوۃُ وَمَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری وصیت یہی تھی۔ حضرت صدیقہ رضؓ فرماتی ہیں کہ اسی ارشاد کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کئی بار دُہراتے رہے۔

اب نزع کی حالت طاری ہوئی۔ اس وقت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ سہارا دیئے ہوئے پس پشت بیٹھی تھیں۔ پانی کا پیالہ حضور کے سرہانے رکھا ہوا تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم پیالہ میں ہاتھ ڈالتے اور چہرۂ انور پر پھیر لیتے تھے۔ چہرۂ مبارک کبھی سرخ ہوتا، کبھی زرد پڑ جاتا تھا۔ زبان مبارک سے فرماتے تھے:۔

لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ، اِنَّ لِلْمَوْتِ سَكَرَاتٍ (بخاری) اتنے میں عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہما آگئے، ان کے ہاتھ میں تازہ مسواک تھی۔ حضورؐ نے مسواک پر نظر ڈالی تو حضرت عائشہ رضؓ نے مسواک کو اپنے دانتوں سے نرم بنادیا آپؐ نے مسواک کی۔ پھر ہاتھ کو بلند فرمایا اور زبان قدسی سے فرمایا:۔ اَللّٰھُمَّ الرَّفِیْقَ الْاَعْلٰی یعنی اب میں اعلیٰ و برتر رفیق کو اختیار کرتا ہوں۔

۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ یوم دوشنبہ وقت چاشت تھا کہ جسم اطہر سے روح انور نے پرواز کیا۔[ع] اس وقت عمر مبارک ۶۳ سال قمری پر ۴ دن تھی۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ ۝

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلَیْهِ وَعَلٰٓی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ

ع ۵ رحمۃ للعالمین ص ۱، ۵۲-۲۵۱ نیز اصح السیر ملاحظہ ہو۔
نشر الطیب اور تواریخ حبیب الٰہ میں مذکور ہے کہ آپ کی وفات قبل زوال یا بعد زوال ہوئی۔

امیر المؤمنین سیدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد ظاہری و باطنی جملہ کمالات میں آپ کے جانشین اور وارث قرار پائے۔

ولادت باسعادت: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ عام فیل کے ڈھائی برس بعد پیدا ہوئے۔ آپ ایام جاہلیت میں بھی قریش کے رؤسا میں سے تھے۔ مورخین نے لکھا ہے کہ صحابہ کرام رضؓ میں دس آدمی ایسے تھے۔ جو ایام جاہلیت اور عہد اسلام دونوں میں رئیس و سر برآوردہ مانے گئے، منجملہ ان کے ایک حضرت ابو بکر صدیق رضؓ بھی ہیں۔ قیام مکہ میں رہتا تھا، تجارت ذریعۂ معاش و دولت مندی تھی۔ حسن اخلاق، ہمدردی، وسعت معلومات دانشمندی و معاملہ فہمی وہ اوصاف ہیں جن میں حضرت صدیقؓ قبل اسلام بھی ممتاز تھے۔ ان ہی صفات کی وجہ سے لوگ ان کے گرویدہ تھے۔ اہم معاملات میں مشورہ لیتے اور ان کی رائے پر اعتماد کرتے۔ آپ کو شعر کہنے پر پوری قدرت حاصل تھی، اسلام لائے تو شعر کہنا چھوڑ دیا اور پھر کبھی نہیں کہا۔ شراب زمانۂ جاہلیت میں بھی نہیں پی۔

آفتاب رسالت طلوع ہونے کے ایک سال پہلے سے حضرت سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آپ کی آمد و رفت تھی۔ جس طرح طلوع آفتاب سے قبل نور کا ظہور ہو جاتا ہے اسی طرح قرب وحی کے زمانہ میں انوار رسالت کا ظہور ہو گیا تھا، خلوت گزینی و عبادت مزاج اقدس کو بہت زیادہ مرغوب ہو گئی، رویا رصادقہ (سچے خواب) نظر آتے تھے

جب اسلام کی صدا کان میں آئی، مانوس محسوس ہوئی۔ ادھر صادق امین صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے تبلیغِ اسلام شروع ہوئی اُدھر بے تأمل حضرت صدیق رضؓ نے آمنّا کہا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے جس شخص کے سامنے اسلام پیش کیا اس میں ایک قسم کی جھجک اور تردد و فکر پائی مگر ابو بکر رضؓ کہ جس وقت میں لے ان کے سامنے اسلام پیش کیا انھوں نے بے جھجک قبول کر لیا۔ (سیرۃ الصدیق رضؓ، مولانا حبیب الرحمٰن خاں شروانی صہ۔)

تصوّف : سب سے اول تصفیہ وتزکیۂ باطن کے واسطے کلمہ طیبہ یعنی لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کا ذکر حضرت ابو بکر رضؓ نے تلقین کیا۔ "کشف المحجوب" میں صدیق اکبر رضؓ کو امام تصوف لکھا ہے۔ طریقہ نقشبندیہ بواسطہ امام جعفر صادق حضرت صدیق اکبرؓ تک پہنچتا ہے۔ اہل معرفت کا قول ہے کہ نسبت صدیقی نسبت ابراہیمی تھی اسی لئے غلبۂ توحید علیٰ وجہ الکمال تھا۔ کلام مجید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لقب "اوّاہ" یعنی دردمند اور اللہ پاک کی طرف رجوع کرنے والے، صحابہ کرام رضؓ میں حضرت ابو بکر رضؓ کا لقب "اوّاہ" تھا (دردمند) یہ بھی نسبت ابراہیمی کا اثر تھا۔ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مرتبۂ ضمنیت کبریٰ حاصل تھا۔ لہٰذا کمالاتِ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مظہر اتم حضرت ابو بکر رضؓ تھے۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے لکھا ہے، حضرت صدیق رضؓ کے قلب پر شعاعِ غیبی کا ظہور لطیفۂ قلبیہ سے ہوتا تھا، لہٰذا حقیقت حال بصورت عزیمت ظاہر ہوتی نہ برنگ تخیل۔

حدیث میں مذکور ہے۔ ماصبّ اللّٰہ فی صدری شیئًا الّا

صبیتہ فی صدر ابی بکر یعنی جو کچھ اللہ نے میرے سینہ میں ڈالا میں نے ابو بکر کے سینہ میں ڈال دیا۔ (سیرۃ الصدیق)

حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ اپنی مشہور کتاب "ازالۃ الخفاء" میں رقمطراز ہیں کہ: حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی صفائی قلب ہمارے زمانہ میں اسے طریقت کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔

"کشف المحجوب" میں ہے کہ شیخ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اشرف کلمۃ فی التوحید قول ابی بکر الصدیق "سبحان من لم یجعل لخلقه سبیلاً الا بالعجز عن معرفته" یعنی توحید کے سلسلہ میں سب سے عظیم اور اشرف کلام حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ پاک ہے وہ ذات جس نے اپنی مخلوق کے لئے اپنی معرفت کا سوائے عجز کے کوئی راستہ نہیں بتایا۔ (ازالۃ الخفاء ص ۴۲ ج ۲ ترجمہ مولانا عبد الشکور فاروقی)

آغاز خلافت میں جھوٹے مدعیان نبوت کی وجہ سے عرب میں ارتداد، خانہ جنگی و بغاوت کا طوفان ہر طرف بپا تھا۔ مورخ ابن کثیر کا قول ہے کہ چوبیس قبیلے مرتد ہو کر میدان جنگ میں سرگرم کارزار تھے، سرحد کی دو جانب قیصر و کسریٰ مسلمانوں کی تاک میں تھے۔ اس حالت کا نقشہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے ان الفاظ میں کھینچا ہے:۔

" اس وقت مسلمان بکریوں کے اس گلے سے مشابہ تھے جو جاڑوں کی سرد رات میں بحالت بارش میدان میں بے گلہ بان کے رہ جائے"۔

حضرت ابو بکرؓ نے غایت تدبر سے ان تمام مشکلات کا صحیح اندازہ فرمایا اور اس کی کامل تدبیر فرمائی۔

واقعۂ وفات: اس واقعہ پر غور کیجئے۔ ایک انسان کی اصل حالت کا معیار غالباً اس زمانہ سے بڑھ کر دوسرا نہیں ہو سکتا جو موت کے قریب ہوتا ہے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ جسمانی حیثیت سے کبھی قوی نہ تھے۔ اس ضعف کے تریسٹھ برس کی عمر میں علیل ہوتے ہیں۔ پندرہ روز بخار آتا ہے۔ انتہا یہ کہ مسجد جانے کی قوت نہ رہی۔ حالانکہ گھر کی کھڑکی مسجد میں تھی۔ اس سے جسمانی ضعف کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ اس شدت ضعف و مرض میں عزیمت کا کیا حال ہے بعض ہمدرد، طبیب کے بلانے کا مشورہ دیتے ہیں۔ تو فرماتے ہیں، طبیب دیکھ چکا استفسار کرتے ہیں، دیکھ کر کیا کہا؟ فرماتے ہیں، کہا کہ اِنّیْ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ یعنی میں جو ارادہ کرتا ہوں، کر ڈالتا ہوں۔

دیکھئے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی نبض کس کے ہاتھ میں تھی؟ یہ تسلیم و رضا کا بہترین سبق ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اگر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا ایمان سارے زمین کے اہل ایمان سے تولا جائے تو اس کا پلہ بھاری رہیگا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، ہم کسی نیکی کی طرف نہیں جھپٹے مگر یہ کہ ابو بکرؓ اس میں ہم سے سبقت لے گئے۔

قال علی رضی اللہ عنہ فھو اشجع الناس۔ (البزار)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ حضرت ابو بکرؓ سب سے زیادہ شجاع (بہادر) ہیں۔

پوری حدیث کا ترجمہ یہ ہے: ایک بار حضرت علی رضی اللہ عنہ نے

اپنے ہمنشینوں سے دریافت کیا کہ بتاؤ، سب سے زیادہ کون بہادر ہے؟ سب نے کہا "آپ" فرمایا، میں تو جس سے لڑا میں نے اس سے حق کا بدلہ لے لیا سب سے زیادہ شجاع آدمی کا نام لو۔ عرض کیا "ہم کو نہیں معلوم"۔ فرمایا، "ابو بکر" غزوۂ بدر کے معرکہ میں ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ایک سایہ دار نشست گاہ بنادی تھی، اس کے بعد پوچھا کہ کون شخص یہاں پاسبانی پر رہے گا جو کفار کو آپ کے پاس نہ آنے دے۔ یہ سن کر واللہ کوئی شخص آپ کے قریب نہ آیا مگر ابو بکر، وہ تلوار کھینچ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب کھڑے ہو گئے جب کوئی مشرک آپ کے قریب آتا تو وہ شمشیر بکف اس پر حملہ کرتے۔ لہٰذا وہ سب سے زیادہ شجاع (بہادر) ہیں"۔ (سیرۃ الصدیق رض)

چند واقعات اور ارشادات: مدینہ منورہ کے کنارے پر ایک بڑھیا اندھی محتاج رہتی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہمیشہ اس کے یہاں اس ارادہ سے جاتے کہ اس کی کچھ خدمت کریں، مگر جب پہنچتے تو معلوم ہوتا کہ کوئی آدمی ان سے پہلے آکر خدمت کر گیا۔ ایک روز دروازہ میں چھپ کر کھڑے ہو گئے، وقت مقررہ پر وہ شخص آیا، دیکھا تو وہ حضرت ابو بکر تھے یہ خلافت کا زمانہ تھا۔

ایک روز آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رض کو مخاطب کر کے دریافت فرمایا: آج تم میں سے روزہ کس نے رکھا؟ حضرت ابو بکر رض نے کہا، میں نے۔ جنازہ کے ساتھ کون گیا؟ حضرت ابو بکر رض، میں! محتاج کو کھانا کس نے کھلایا؟ حضرت ابو بکر: میں نے! بیمار کی عیادت کس نے کی؟ حضرت ابو بکر رض: میں نے! یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ یہ اوصاف جس میں

جمع ہوں گے وہ جنتی ہے۔ (سیرۃ الصدیق رضؓ)

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ کلمہ طیبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ اور استغفار بکثرت پڑھا کرو، کیونکہ ابلیس کہتا ہے کہ میں نے لوگوں کو گناہوں سے ہلاک کیا اور انھوں نے مجھے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ اور استغفار سے، پس جب میں نے دیکھا کہ وہ مجھے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ اور استغفار سے ہلاک کرنے لگے تو اب میں نے انھیں خواہشوں کے ذریعہ ہلاک کرنا شروع کیا حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ وہ راہ پر ہیں۔ (ازالۃ الخفاء، حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ ۲/۶۵)

فرمایا کرتے تھے کہ ہم نے بزرگی کو تقویٰ میں پایا اور تونگری کو یقین میں اور عزت کو تواضع میں۔

فرمایا کرتے، اے لوگو! اللہ کے خوف سے روؤ، اگر رونا نہ آئے تو رونے کی صورت بناؤ۔

فرمایا کرتے، خبردار! کوئی شخص کسی مسلمان کو حقیر نہ سمجھے کیونکہ چھوٹے درجہ کا مسلمان بھی اللہ کے نزدیک بڑا ہے۔

فرمایا کرتے کہ اللہ سے گناہوں کی بخشش اور دنیا و آخرت کی عافیت طلب کیا کرو۔

ایک مرتبہ ایک شکار آپ کے سامنے لایا گیا تو فرمایا کہ جب کوئی شکار مارا جاتا ہے یا کوئی درخت کاٹا جاتا ہے تو اس کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ اس نے اللہ کی تسبیح ضائع کر دی۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ باغ میں تشریف لے گئے

وہاں ایک پرندہ درخت کے سائے میں بیٹھا تھا، آپ نے اس کو دیکھ کر ایک ٹھنڈا سانس لیا اور فرمایا کہ مبارک ہو تجھ کو اے پرندے! تو درختوں کے پھل کھاتا ہے، سائے میں بیٹھتا ہے اور بغیر حساب و کتاب کے قیامت میں نجات پا جائے گا کاش ابوبکر بھی تجھ جیسا ہوتا۔

ایک مرتبہ اپنے زمانۂ خلافت میں ملک شام کی طرف ایک لشکر روانہ فرمایا اور ان کو رخصت کرنے کیلئے بہت دور تک گئے۔ ساتھیوں نے عرض کیا، اے خلیفۂ رسول اللہ، آپ پا پیادہ چل رہے ہیں اور ہم لوگ سوار ہیں۔ فرمایا، میں ان قدموں سے اپنی خطاؤں کو بخشوا رہا ہوں، یہ میرے قدم اللہ کے راستے میں اُٹھ رہے ہیں۔

فرمایا، جو شخص اللہ کی محبت کا مزہ چکھ لیتا ہے پھر اس کو طلبِ دُنیا کی فرصت نہیں ملتی اور انسانوں سے وحشت ہوتی ہے۔

(مشائخ چشت، شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ)

وفات: دوشنبہ کا دن ختم کر کے منگل کی رات میں تریسٹھ برس کی عمر میں انتقال ہوا۔ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ وَجَزَاہُ عَنَّا خَیْرَ الْجَزَاءِ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

۳۔ سیدنا حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالےٰ عنہ

آپ کا نام نامی "سلمان" اور کنیت ابو عبد اللہ ہے۔ آپ کا وطن فارس ہے اسی لئے فارسی مشہور ہیں۔ آپ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ہیں کیونکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو ایک یہودی سے خرید کر آزاد کیا تھا۔

حضرت سلمان رضؓ کا شمار جلیل القدر صحابہ میں ہوتا ہے۔ (آپ کو علم باطن میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نسبت حاصل ہے)۔ آپ فارس کی مشہور نسل "رام ہرمز" سے ہیں۔ جو مذہباً مجوسی تھی اور ابلق گھوڑوں کی پجاری سمجھی جاتی تھی۔ حضرت سلمان رضؓ شروع ہی سے دین حق کی جستجو میں لگ گئے تھے۔ اسی سلسلہ میں انھوں نے اپنا آبائی مذہب ترک کر کے عیسائیت کو اختیار کر لیا تھا اور اس کی مذہبی کتابوں کا علم حاصل کیا۔ ان کے والد اور اعزہ و اقارب کو ان کا عیسائی بن جانا پسند نہیں آیا۔ چنانچہ ان سب نے ان کو سزائیں اور اذیتیں دیں۔ مگر انھوں نے ہر سختی اور ہر اذیت کو برداشت کیا اور عیسائیت کو ترک نہیں کیا۔

پھر یہ اپنا ملک و وطن چھوڑ کر شام آگئے اور یہاں عرب سے آئے ہوئے بعض لوگوں کے ہتھے چڑھ گئے، جنھوں نے ان کو مدینہ لا کر ایک یہودی کے ہاتھ بیچ ڈالا۔ کہا جاتا ہے کہ اس زمانہ میں حضرت سلمان رضؓ یکے بعد دیگرے دس آدمیوں کے ہاتھوں بیچے گئے اور ان سب کی غلامی میں رہے، تا آنکہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ مکرمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ تشریف لائے تو یہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں فرمایا تھا۔ "سلمان جنتیوں

میں سے ہیں اور ان لوگوں میں سے ہیں جن کا جنت کو اشتیاق وانتظار ہے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "اگر ایمان ثریا (ستارے) پر بھی ہوتا تو بلا شبہ ان لوگوں میں سے کتنے ہی اس کو پالیتے اور حاصل کر لیتے۔" (اس سے مراد حضرت سلمان رضی تھے۔)[1]

فضائل و مناقب اور ارشادات

حضرت عمرو بن عائذ رضی سے روایت ہے کہ حضرت سلمان رضی، حضرت صہیب رضی حضرت بلال رضی اور کچھ لوگ بیٹھے ہوئے تھے کہ ابو سفیان رضی ادھر سے گزرے تو ان لوگوں نے کہا کہ ابھی تک اللہ کی تلواروں نے اللہ کے دشمنوں میں اپنا اثر نہیں کیا۔ حضرت ابو بکر رضی نے کہا کہ تم قریش کے سردار اور بزرگ کے متعلق ایسی باتیں کہتے ہو؟ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور اپنی کہی ہوئی بات کی خبر دی آپ نے فرمایا، اے ابو بکر! تم نے شاید ان کو ناراض کر دیا ہے، تو البتہ تم نے اپنے رب کو ناراض کیا۔ حضرت ابو بکر رضی ان لوگوں کے پاس آئے اور کہا اے بھائیو کیا میری بات نے تم کو ناراض کر دیا؟ انھوں نے کہا، نہیں، اے ابو بکر! اللہ تم کو بخشے۔[2]

حضرت کثیر بن عبداللہ بن عمرو، روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سال احزاب، کے موقع پر خندق کھودی تو مہاجرین اور انصار کے درمیان حضرت سلمان رضی کی بابت باہم اختلاف ہوا، اور (حضرت سلمان رضی) ایک قوی آدمی تھے۔ مہاجرین رضی نے کہا کہ سلمان رضی ہم میں سے ہیں اور انصار رضی نے کہا کہ سلمان رضی

---

(۱) مظاہر حق، مناقب صحابہ رضی ص۴۴۶ (۲) سیر اعلام النبلاء، امام شمس الدین ذہبی رحمہ ۱/۵۴۰۔ استفادہ از: زاد سفر، طباعت ۲.۱۴۰۲ھ ۱۹۸۲ء موسسۃ الرسالۃ۔

ہم میں سے ہیں۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سلمان رضؓ ہمارے اہل بیت میں سے ہیں۔

ابن بریدہ نے اپنے والد سے مرفوعًا روایت کیا ہے کہ: اللہ تعالیٰ میرے اصحاب میں سے چار آدمیوں سے محبت فرماتا ہے اور اس نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں بھی ان سے محبت کروں، وہ علی رضؓ، ابوذر رضؓ، سلمان رضؓ اور مقداد رضؓ ہیں(۱)

عثمان رضؓ حضرت سلمان رضؓ سے روایت کرتے ہیں کہ بندہ جب خوشی اور خوشحالی کے زمانہ میں اللہ سے دعا کرتا رہتا ہے اور جب اس پر مصیبت اور سختی پیش آتی ہے اس حال میں بھی دعا کرتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں کہ یہ آواز کمزور آدمی کی جانی پہچانی ہے لہٰذا وہ اس کے لئے سفارش کرتے ہیں۔ اور جب وہ خوشی و مسرت کے زمانہ میں دعا نہیں کرتا اور مصیبت و سختی کے زمانہ ہی میں دعا کرتا ہے تو ملائکہ (فرشتے) کہتے ہیں، یہ کمزور آدمی کی غیر جانی پہچانی آواز ہے۔ پھر اس کیلئے سفارش نہیں کرتے۔(۲)

حضرت سلمان رضؓ نے حضرت حذیفہ رضؓ سے فرمایا کہ اے بنی عبس کے بھائی! علم کی کوئی حد نہیں ہے اور عمر بہت کم ہے لہٰذا علم اتنا ہی حاصل کرو جتنا تم کو اپنے دین کے معاملہ میں ضرورت ہو۔ (اور اس کے علاوہ جس کی ضرورت نہ ہو اس کو چھوڑ دو۔(۳)

سلیمان بن مغیرہ نے حمید بن ہلال سے روایت کیا ہے کہ حضرت سلمان رضؓ اور ابو درداء رضؓ کے درمیان (دینی) برادری ہو گئی تھی۔ ابو درداء رضؓ نے شام میں سکونت اختیار کر لی تھی اور سلمان رضؓ کوفہ میں جا بسے تھے۔ ابو درداء رضؓ نے ان کو خط لکھا،

---

(۱) سیر اعلام النبلاء ۱/۵۴۰ - ۵۳۹ - (۲) صفۃ الصفوۃ ابن جوزی رح ۱/۵۴۹

(۳) صفۃ الصفوۃ امام ابن جوزی ۱/۵۴۹ -

اور سلام کے بعد لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے بعد مجھے مال اور اولاد عطا فرمایا، اور سرزمین مقدس (بیت المقدس) میں میرا قیام ہے۔ حضرت سلمان رضؓ نے ان کو جواب میں لکھا، تم کو معلوم ہو کہ خیر اور بھلائی مال اور اولاد کی کثرت و زیادتی میں نہیں ہے البتہ بھلائی اس میں ہے کہ تمہارا حلم و بردباری بڑھ جائے، اور تمہارا علم تمہارے لئے باعث فائدہ و منفعت ہو، اور زمین (جگہ) کسی کو فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔ تم عمل اس طرح کرو گویا اللہ کو دیکھ رہے ہو، اور اپنے نفس کو مردوں میں شمار کرو۔[1]

ابو عثمان نے حضرت سلمان فارسی رضؓ سے بیان کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان چھ سو سال کی مدت ہے۔[2]

واقدی نے کہا ہے کہ حضرت سلمان رضؓ نے حضرت عثمان رضؓ کی خلافت کے زمانہ میں مدائن میں وفات پائی۔ اسی طرح ابن زنجویہ نے کہا ہے۔ اور ابو عبید نے کہا کہ ان کی وفات مدائن میں ۳۶ھ میں ہوئی۔

عباس بن یزید بحرانی نے کہا ہے، اہل علم کہتے ہیں کہ حضرت سلمانؓ کی عمر ساڑھے تین سو سال ہے۔ اور دو سو پچاس سال عمر ہونے میں کوئی شک نہیں ہے[3] اور آپ کی ملاقات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وصی سے ثابت ہے۔[4]

---

(۱) سیر اعلام النبلاء ۱/۵۴۸ (۲) صحیح البخاری کتاب الانبیاء، فضائل الصحابہ، ترجمہ اردو تفہیم البخاری۔ (۳) سیر اعلام النبلاء ۱/۵۵۵-۵۵۴

(۴) تفہیم البخاری مؤلفہ ظہور الباری، کتاب الانبیاء

۴۔ حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکرؒ

نام ونسب قاسم نام، ابو محمد کنیت۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے صاجزادے محمد کے فرزند ہیں۔ ان کی ماں سودہ ام ولد تھیں۔ حضرت قاسم اپنے علمی اور اخلاقی کمالات کی وجہ سے مدینہ کے ممتاز ترین بزرگوں میں تھے۔ ان کو باطنی نسبت حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حاصل ہے۔

تیمی اور پھوپھی کی آغوش میں پرورش جب امیر معاویہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی جانب سے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مصر پر فوج کشی کی، اس وقت محمد بن ابی بکر جنگ میں کام آگئے۔ حضرت قاسم اس وقت بہت کمسن تھے اس لئے ان کی پھوپھی ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہانے ان کو اپنی آغوش شفقت میں لے لیا اور بڑے لاڈ پیار سے پالا۔[1]

فضل وکمال حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مخدومۂ علم تھیں، جن کے ادنیٰ ترین خدام مسند علم وعمل کے وارث ہوئے۔ حضرت قاسم تو گویا محبوب فرزند تھے آپ کی تربیت نے ان کو علم وعمل کا مجمع البحرین بنادیا تھا۔

علامہ سعد لکھتے ہیں کہ وہ رفیع المنزلت وعالی مرتبت فقیہ امام اور بڑے حافظ حدیث اور متورع تھے۔ امام لکھتے ہیں کہ وہ جلیل القدر تابعی ہیں، ان کی جلالت شان اور امامت پر سب کا اتفاق ہے۔

تفسیر انھیں جملہ علوم میں پورا درک تھا، لیکن کلام الٰہی کی تفسیر میں بڑے محتاط تھے۔ انھوں نے بحیثیت مفسر کے کوئی شہرت حاصل نہیں کی۔ وہ غایت احتیاط

(۱) ابن سعد ۵/۱۳۹

میں تفسیر بیان نہیں کرتے تھے۔

حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ذات گرامی سرچشمۂ حدیث تھی حضرت قاسم زیادہ تر اسی سرچشمہ سے سیراب ہوئے تھے۔ آپ کے علاوہ انھوں نے دوسرے اساطین حدیث میں حضرت ابن عباس رض، حضرت ابن عمر رض، اور حضرت ابو ہریرہ رض سے بھی پورا استفادہ کیا تھا۔ ان کا خود بیان ہے کہ میں ابن عباس رض کے پاس بیٹھتا تھا، ابن عمر رض اور ابو ہریرہ رض کے پاس بیٹھتا تھا اور ان سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھایا۔ ابن عمر رض کے پاس ایسا علم و ورع تھا اور ایسی نادر معلومات تھیں جو اور کہیں نہیں حاصل ہو سکتی تھیں۔ ان بزرگوں کے علاوہ ابن عمرو بن العاص رض، عبداللہ بن جعفر، عبداللہ بن خباب وغیرہ سے سماع حدیث کیا تھا ان بزرگوں کے فیض نے ان کو ممتاز حافظ حدیث بنا دیا تھا۔

فقہ حضرت قاسم کا خاص فن فقہ تھا، اس میں ان کو درجۂ امامت و اجتہاد حاصل تھا۔ ان کے فقہی کمال کی سب سے بڑی سند یہ ہے کہ وہ مدینہ کے سات مشہور اور ممتاز فقہاء میں سے ایک تھے۔ اس عہد کے تمام علماء ان کے تفقہ کے معترف تھے ابی الزناد کہتے تھے کہ میں نے قاسم سے بڑا فقیہ نہیں دیکھا۔ امام مالک رح فرماتے تھے کہ قاسم اس امت کے فقہاء میں تھے۔

تلامذہ حدیث میں ان کے تلامذہ میں بڑے بڑے ممتاز ائمہ تھے۔ ان میں سے بعض کے نام یہ ہیں: عبدالرحمن بن قاسم، امام شعبی، سالم بن عبداللہ، امام زہری اور مالک بن دینار وغیرہ رحمہم اللہ۔

فضائل اخلاق حضرت قاسم میں جس پایہ کا علم تھا، اسی درجہ کا عمل بھی تھا اوران کی ذات جملہ فضائل اخلاق کی جامع تھی۔ وہ اپنے جد بزرگوار حضرت ابو بکر رضؓ کا مثنیٰ تھے۔ زبیر کہتے تھے کہ حضرت ابو بکرؓ کی اولاد میں میں نے اس نوجوان (قاسم) سے زیادہ ان سے مشابہ کسی کو نہیں پایا۔(۱)

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ ان کے علمی اور اخلاقی کمالات کے اتنے معترف تھے کہ فرماتے تھے کاش خلافت قاسم کے لئے ہوتی۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ اگر خلافت کا فیصلہ میرے اختیار میں ہوتا تو میں قاسم کو خلیفہ بنادیتا۔

حلیہ ولباس آخر عمر میں آنکھوں سے معذور ہو گئے تھے۔ سر اور ڈاڑھی میں حنا کا خضاب کرتے تھے۔ چاندی کی انگوٹھی پہنتے تھے جس پر ان کا نام کندہ تھا۔ لباس نفیس اور خوش رنگ استعمال کرتے تھے۔ چادر بوٹے دار اور رنگین ہوتی تھی۔ عمامہ سفید ہوتا تھا۔ زعفرانی رنگ زیادہ پسند خاطر تھا، کبھی کبھی سبز بھی استعمال کرتے تھے۔(۲)

وفات آپ حج یا عمرہ کیلئے مکۃ المکرمہ گئے تھے، راستہ میں آپ کی وفات ہو گئی۔ وفات کے وقت اپنے لڑکے کو وصیت کی۔ ہرگز ہرگز میرے بعد یہ نہ کہنا کہ میرے باپ ایسے ویسے تھے۔ آپ کی وفات ۱۰۸ھ یا ۱۰۹ھ میں ہوئی۔(۳)

---

(۱) صفۃ الصفوۃ ۲/۹۰ (۲) تابعین مؤلفہ شاہ معین الدین ص۳۷۴ تا ص۳۸۱ طبع ۱۳۷۶ھ / ۱۹۵۶ء ناشر دار المصنفین اعظم گڑھ۔

(۳) اعیان الحجاج مؤلفہ مولانا حبیب الرحمن الاعظمی ج ۱/۱۰۸

۵۔ حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ تعالیٰ

حضرت امام جعفر صادق رحؒ کو علم باطن میں اپنے نانا امام قاسم بن محمد بن ابی بکرؓ نیز اپنے والد امام زین العابدین رحؒ سے انتساب ہے۔

نام ونسب جعفر نام، ابو عبداللہ کنیت، صادق لقب۔ آپ امام محمد الملقب بہ" باقر کے صاحبزادے" ہیں۔ نسب نامہ یہ ہے: جعفر بن محمد بن علی بن ابی طالب۔ آپ کی والدہ" فروہ" حضرت ابو بکر صدیق رضؓ کے پوتے قاسم بن محمد کی لڑکی تھیں۔

پیدائش آپ ۸۰ھ میں مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔

فضل وکمال آپ اس خانوادۂ علم وعمل کے چشم وچراغ تھے جس کے ادنیٰ سے ادنیٰ خدام مسند علم کے وارث ہوئے۔ آپ کے والد امام باقر رحؒ اس پایہ کے عالم تھے کہ امام اعظم ابو حنیفہ رحؒ جیسے اکابر امت ان کے شاگرد تھے۔ اس لئے جعفر صادق کو علم گویا وراثۃً ملا تھا۔ فضل وکمال کے لحاظ سے آپ اپنے وقت کے امام تھے۔ حافظ ذہبی رحؒ آپ کو امام اور احد السادۃ الاعلام لکھتے ہیں۔ اہل بیت کرام میں علم میں کوئی آپ کا ہمسر نہ تھا۔ ابن حبان رحؒ کا بیان ہے کہ فقہ اور فضل میں سادات اہل بیت میں تھے۔ امام نووی رحؒ لکھتے ہیں کہ آپ کی امامت، جلالت اور سیادت پر سب کا اتفاق ہے۔(۱)

نقل ہے کہ ایک روز امام جعفر صادق نے امام ابو حنیفہ رحؒ سے دریافت کیا کہ عقلمند کس کو کہتے ہیں؟ امام ابو حنیفہ رحؒ نے کہا کہ جو خیر وشر میں تمیز کرے، انھوں

---

(۱) تابعین صفحہ ۶۹-۶۸۔ ماخذہ: تذکرۃ الحفاظ ۱/۱۵۰۔ تہذیب الاسماء صفحہ ۱۵۰۔

نے فرمایا کہ یہ تمیز تو بہائم (جانوروں) میں بھی ہوتی ہے کہ مارنے والے اور چارہ دینے والے میں تمیز رکھتے ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ نے عرض کیا کہ آپ کے نزدیک عقلمند کون ہے؟ فرمایا: عقلمند وہ ہے کہ جو دو خیر اور دو شر میں امتیاز کرے اور خیر میں خیر الخیرین کو اختیار کرے اور شر میں شر الشرین کو ترک کرے۔ (۱) (یعنی جس میں خرابی زیادہ ہو اس کو ترک کردے۔)

اقوال آپ کے اقوال و کلمات طیبات، تہذیب اخلاق، علم و حکمت اور پند و موعظت کا دفتر ہیں۔ حضرت سفیان ثوریؒ سے آپ نے ایک مرتبہ فرمایا: سفیان! جب اللہ تعالیٰ تم کو نعمت عطا کرے اور تم اس کو باقی رکھنا چاہو تو زیادہ سے زیادہ شکر ادا کرو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے کہ "اگر تم شکر ادا کرو گے تو میں تم کو اور زیادہ دوں گا" اور جب رزق ملنے میں تاخیر ہو رہی ہو تو استغفار زیادہ کرو۔ اور جب تمہارے پاس سلطان وقت کایا اور کسی کا کوئی حکم پہنچے تو لاحول ولا قوۃ الا باللہ زیادہ پڑھو۔ وہ کشادگی کی کنجی ہے۔ جو شخص اپنی قسمت کے حصہ پر قناعت کرتا ہے وہ مستغنی رہتا ہے۔ اور جو شخص دوسرے کے مال کی طرف نظر اٹھاتا ہے وہ فقیر مرتا ہے۔ اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی تقسیم پر راضی نہیں ہوتا، وہ اللہ تعالیٰ کو اس کے فیصلہ پر متہم کرتا ہے۔ جو شخص دوسرے کی پردہ دری کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے گھر کے خفیہ حالات کی پردہ دری کر دیتا ہے۔ جو بغاوت کیلئے تلوار کھینچتا ہے وہ اسی سے قتل کیا جاتا ہے۔ جو اپنے بھائی کے لئے گڑھا کھودتا ہے وہ خود اس میں گرتا ہے۔ جو سفیہوں کے پاس بیٹھتا ہے وہ حقیر ہو جاتا ہے۔ جو علماء سے ملتا جلتا ہے وہ معزز ہو جاتا ہے۔ جو برے مقامات پر جاتا ہے وہ بدنام ہو جاتا ہے

(۱) مشائخ نقشبندیہ مجددیہ ص ۷۱ مؤلفہ مولانا محمد حسن نقشبندی مجددی مظہری، ساکن کوٹلہ کیرت پور، بجنور۔ گیلانی پریس، لاہور۔ طبع ۳۔

ہمیشہ حق بات کہو، خواہ تمھارے موافق ہو یا مخالف۔ آدمی کی اصل اس کی عقل ہے اس کا حسب اس کا دین ہے۔ اس کا کرم اس کا تقویٰ ہے۔ تمام انسان آدم کی نسبت میں برابر ہیں۔ **ف**: سبحان اللہ، کتنی معرفت کی باتیں ہیں۔ (مجبوب)

حُسنِ ظن فرماتے تھے کہ جب تمھارے بھائی کی جانب سے تمھارے لئے کوئی ناپسندیدہ بات ظاہر ہو، تو اس کے جواز کے لئے ایک سے سو تک تاویلیں تلاش کرو، اگر پھر بھی نہ ملے تو سمجھو کہ اس کا سبب اور اس کی کوئی تاویل ضرور ہوگی جس کا تم کو علم نہیں۔ اگر تم کسی مسلمان سے کوئی کلمہ سنو تو اس کو بہتر سے بہتر معنی پر محمول کرو۔ جب وہ محمول نہ ہو سکے تو اپنے نفس کو ملامت کرو

وفات حضرت جعفر صادق رحؒ کی وفات مدینہ منورہ میں ۱۴۸ھ میں ہوئی۔[1] رحمہ اللہ تعالےٰ۔

---

(۱) تابعین ص۷۵ مولانا شاہ معین الدین ندوی۔ ماخذہ: تہذیب التہذیب ۲/ ۱۰۴ واعیان الحجاج ۱/ ۱۰۴۔ ۱۰۵۔ مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی رحؒ

۶۔ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ تعالےٰ

آپ کا تعلق طبقۂ اول کے مشائخ سے ہے اور آپ ۱۳۶ھ میں پیدا ہوئے۔

نام و نسب آپ کا نام طیفور تھا۔ آپ شیخ خضرانہ۔یحییٰ بن معاذ رازی کے ہمعصر تھے۔ شیخ شقیق بلخیؒ کو آپ نے دیکھا ہے، شرف صحبت حاصل نہیں کیا ہے[1]۔ آپ کو حضرت جعفر صادقؒ سے روحانی انتساب ہے۔ آپ کی والدہ ماجدہ سے نقل ہے کہ ایام حمل میں جب شبہہ کا لقمہ کھالیتی تو ان کے اندر بیقراری پیدا ہوجاتی، اور جب تک قے نہ کردیتی آرام نہ آتا۔

ایک مرتبہ ان سے کسی نے کہا کہ فلاں جگہ ایک بڑے بزرگ ہیں، چنانچہ آپ ان سے ملاقات کیلئے تشریف لے گئے، جب ان کے پاس پہنچے انھوں نے قبلہ کی طرف تھوکا، حضرت بایزید یہ دیکھ کر واپس آگئے، اور فرمایا کہ اگر اس شخص کو طریقت میں کچھ دخل ہوتا تو خلاف ادب کام اس سے صادر نہ ہوتا۔ آپ نے ایک بار حق تعالیٰ کو خواب میں دیکھا، عرض کیا "یَارَبِّ دُلَّنِیْ عَلٰی اَقْرَبِ الطَّرِیْقِ اِلَیْکَ" یعنی اے اللہ مجھے اپنے تک پہنچنے کا نزدیک ترین راستہ بتلادیجئے۔ جواب ارشاد ہوا کہ اے بایزید اِدَعْ نَفْسَکَ وَتَعَالْ۔ یعنی اپنے نفس کو چھوڑدو۔ اور آجاؤ۔

نقل ہے کہ حضرت خواجہ کے پڑوس میں ایک آتش پرست رہا کرتا تھا، وہ سفر کو گیا، اس کا بچہ اندھیری رات کی وجہ سے روتا، حضرت خواجہ اپنا چراغ اس کے گھر

[1] نفحات الانس مولانا جامی، اردو ترجمہ شمس بریلوی صد ۲۱۲

لے جاتے، اس سے وہ خوش ہو جاتا۔ جب وہ آتش پرست سفر سے آیا، اس کی بیوی نے اس سے یہ حال بیان کیا۔ اس نے کہا کہ جب خواجہ کی روشنی ہمارے گھر میں آگئی تو اب کیا اس کے بعد بھی ہم اندھیرے میں رہیں؟ اسی وقت وہ مسلمان ہو گیا۔

آپ کے ارشادات فرمایا: سچا عابد اور سچا عامل وہ ہے کہ جو تیغ جہد سے تمام مرادات کا سر کاٹ ڈالے، اور اس کی تمام شہوات و تمنائیں حق کی محبت میں فنا ہو جائیں۔ اور جو اللہ تعالیٰ کو دوست ہو وہی اس کو بھی دوست ہو۔ اور جو اللہ تعالیٰ کی آرزو ہو وہی اس کی بھی ہو۔

فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت اور پہچاننے کی یہی نشانی ہے کہ مخلوق سے بھاگے

فرمایا: نیکوں کی صحبت کار نیک سے بہتر ہے۔ اور بدوں کی صحبت کار بد سے بدتر ہے۔

فرمایا: جس نے اپنی خواہشات ترک کیں وہ اللہ تعالیٰ تک پہنچ گیا۔

فرمایا: ذکر کثرت عدد سے نہیں ہے، بلکہ حضور بے غفلت کا نام ہے۔(۲)

آپ سے پوچھا گیا کہ آدمی کب مردوں کی حد میں (یعنی باکمال لوگوں میں) پہنچتا ہے؟ فرمایا: جب وہ اپنے نفس کے عیوب کو پہچان جاتا ہے تو اس وقت مردوں کی حد میں پہنچ جاتا ہے۔(۳) **ف**: سبحان اللہ، کیا خوب حقیقت بیان فرمائی معلوم ہوا کہ اپنے عیوب کی شناخت کمال کی بات ہے۔ (مرتب)

منصور نے کہا، میں نے ابو موسیٰ بن عیسیٰ کو کہتے ہوئے سنا، انھوں نے کہا کہ میں نے اپنے والد سے سنا کہ حضرت بایزید بسطامی رح نے فرمایا کہ: میں نے تیس سال

---

(۱) صفۃ الصفوۃ، امام ابن جوزی رح ۴/۱۱۱ (۲) مشائخ نقشبندیہ مجددیہ مؤلفہ مولانا محمد حسن نقشبندی

(۳) حلیۃ الاولیاء، ابو نعیم اصفہانی ۱۰/۳۷

ریاضت و مجاہدہ کیا، سب سے زیادہ اپنے اوپر محنت و سختی کے لحاظ سے علم اور اسکی متابعت کو پایا۔ اگر علماء کا اختلاف نہ ہوتا تو میں یقیناً تھک جاتا، اور علماء کا اختلاف باعث رحمت ہے سوا توحید ہیں۔

ابراہیم ہروی نے کہا کہ ابویزید بسطامی رحؒ سے دریافت کیا گیا کہ عارف کی کیا علامت ہے؟ آپ نے فرمایا، وہ اللہ کے ذکر سے سست نہ پڑے اور اس کے حق سے نہ اُکتائے اور اس کے غیر سے اُنس نہ پکڑے۔

حسن بن علویہ نے کہا کہ بایزید بسطامی رحؒ نے فرمایا: ایک رات میں اپنے محراب میں بیٹھا اور میں نے اپنے پاؤں کو پھیلا لیا، تو مجھے ایک آواز دینے والے نے آواز دی کہ جو بادشاہوں کی مجالست اختیار کرے اس کے لئے آدابِ مجلس ضروری ہے۔

آپ نے فرمایا کہ میں پورے تیس سال سے جب بھی اللہ کا ذکر کرنا چاہتا ہوں تو اللہ کے ذکر کی عظمت وجلال کی وجہ سے کلی کرتا ہوں اور زبان کو دھوتا ہوں۔[۲]

نقل ہے کہ حضرت بایزید رحؒ نے کسی مسجد میں ایک امام کے پیچھے نماز پڑھی۔ سلام پھیر کر امام نے پوچھا، اے ابویزید، کہاں سے کھاتے ہو؟ حضرت نے فرمایا ذرا سا ٹھہر جا تیرے پیچھے جو نماز پڑھی ہے اسے لوٹا لوں، کیونکہ تجھے مخلوق کے رزاق ہی میں شک ہے، ایسے شخص کے پیچھے جو رزق کے مالک کو نہیں جانتا، نماز نہیں جائز ہے۔

وفات آپ کی وفات سنہ ۲۶۱ھ میں ۷۳ سال کی عمر میں ہوئی اور بسطام[۳] (ایران) میں مدفون ہوئے۔[۴] رحمہ اللہ تعالیٰ۔

---

(۱) نفس مصدر ۱۰/۴۰ (۲) صفۃ الصفوۃ ابن جوزی ۴/۱۰۷ تا ۲۱۰۔ (۳) بسطام نیشاپور میں ایک بڑا شہر ہے (۴) نزہۃ البساتین ترجمہ اردو روضۃ الریاحین مولانا اشرف علی تھانوی رحؒ اور مولانا ظفر احمد تھانوی رحؒ ۵/۱۳۔

۷۔ حضرت شیخ ابو الحسن خرقانی قدس سرہٗ

آپ کا نام علی بن جعفر ہے۔ اپنے وقت کے یگانہ، قبلہ وقت تھے۔ ارباب طریقت ان ہی کی طرف رجوع کرتے تھے۔

شیخ ابو الحسن کی نسبت تصوف میں شیخ ابو الحسن کی نسبت تصوف میں سلطان العارفین ابو یزید بسطامیؒ سے ہے۔ اور سلوک میں ان کی تربیت اور روحانیت کے اطوار شیخ ابو یزیدؒ کی روحانیت سے ہے۔(۱)

نقل ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا کہ آپ اجازت دیں کہ میں خلق کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دوں، حضرتؒ نے فرمایا: تم اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینا، خبردار اپنی طرف دعوت نہ دینا۔ اس شخص نے عرض کیا کہ اپنی طرف دعوت دینے کا کیا مطلب؟ انھوں نے فرمایا کہ اپنی طرف دعوت دینے کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی اور اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دے اور تجھ کو پسند نہ آئے تو یہ اپنی طرف دعوت دینے کی علامت ہے۔ ف: معلوم ہوا کہ یہ اخلاص کے خلاف ہے۔ (مرتب)

نقل ہے کہ ایک مرتبہ ایک شخص آپ کی زیارت کے واسطے آیا اور آپ کے گھر پر آواز دی کہ شیخ کہاں ہیں؟ آپ کی بیوی نے جواب دیا کہ اس زندیق کذاب کو تو کیا کرے گا؟ اس کے علاوہ اللہ جانے اور کیا کیا کہا۔ اس شخص کے دل میں خیال آیا کہ جس شخص کی اپنی بیوی ایسی خلاف ہے اس میں کیا رکھا ہوگا؟ خیر، یہ جنگل کی طرف انکی تلاش میں گئے، کیا دیکھا کہ شیخ ایک شیر کے اوپر لکڑیوں کا بوجھ رکھے چلے آرہے ہیں۔ یہ شخص سامنے آیا اور عرض کیا کہ یہ کیا معاملہ ہے؟ گھر کا وہ حال اور

---

(۱) نفحات الانس ص ۵۳۱۔

باہر کا یہ حال؟ آپنے فرمایا کہ جبتک ایسے بھیڑیے کا (یعنی بیوی کا) بوجھ نہ کھینچے گا ایسا شیر اس کا بار نہ اٹھا سکے گا۔(۱) ف: سبحان اللہ کتنی عمدہ بات ارشاد فرمائی۔

آپ کے ارشادات ایک دن آپنے مریدین سے فرمایا، کونسی چیز سب سے بہتر ہے؟ سب مریدوں نے کہا اے شیخ! آپ ہی فرمائیں۔ آپنے فرمایا، وہ دل جس میں صرف اسی کی یاد ہو۔ آپسے لوگوں نے دریافت کیا کہ صوفی کون ہے؟ آپنے فرمایا کہ جُبّہ و دستار اور مصلیٰ سے صوفی نہیں بنتا، نہ رسم و عادات سے صوفی ہوتا ہے، صوفی وہ ہے جو خود کچھ نہ ہو۔ (یعنی مقام فنا تک پہنچ چکا ہو۔)

آپسے دریافت کیا گیا کہ سالک کو کس طرح معلوم ہو کہ وہ بیدار ہے؟ فرمایا، اس طرح کہ جب وہ اللہ تعالےٰ کو یاد کرے تو از سرتاپا اللہ تعالےٰ کی یاد سے باخبر رہے۔

آپسے دریافت کیا گیا کہ صدق کیا ہے؟ فرمایا کہ صدق یہ ہے کہ دل بات کہے (یعنی جو دل میں ہو، وہی کہے۔)

اخلاص کے بارے میں جب آپسے دریافت کیا گیا تو فرمایا، جو کچھ اللہ تعالیٰ کیلئے کیا جائے وہ اخلاص ہے اور جو کچھ لوگوں کیلئے کیا جائے وہ ریا ہے۔ آپ فرماتے تھے کہ دلوں میں سب سے زیادہ روشن وہ دل ہے جسمیں مخلوق کا گزر نہ ہے۔ اور سب سے بہتر کام وہ ہے کہ اسمیں مخلوق کا ڈر نہ ہو۔ اور تمام نعمتوں سے حلال تر نعمت وہ ہے جو تمھاری اپنی کوشش سے حاصل ہو اور سب سے بہتر ساتھی وہ ہے کہ اس کی زندگانی خداوند تعالیٰ کے ساتھ بسر ہوتی ہو۔(۲)

وفات ۱۰ رمضان المبارک ۴۲۵ھ کو خرقان (ایران) میں آپ کی وفات ہوئی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ و نور مرقدہٗ

---

(۱) مشائخ نقشبندیہ مجددیہ ص ۷۶، ۷۹۔ (۲) نفحات الانس ص ۵۳۱-۵۳۲

حضرت شیخ ابو علی فارمدی[1] رحمہ اللہ تعالیٰ

آپ کا تعارف آپ کا نام نامی فضل بن محمد ہے (لیکن ابو علی فارمدی کے نام سے مشہور ہیں) آپ خراسان کے شیخ الشیوخ، وحید عصر تھے۔ اپنے مسلک میں خاص مقام کے مالک تھے۔ تذکیر و موعظت میں استاذ ابو القاسم قشیری کے شاگرد تھے۔ طریقت میں ان کو دو طرف سے نسبت حاصل ہے۔ ایک تو شیخ عظیم حضرت ابو القاسم گورگانی رحؒ کی طرف سے اور دوسری نسبت شیخ بزرگ حضرت ابو الحسن خرقانی کی طرف سے جو مشائخ کے پیشوا اور قطب وقت تھے۔

شیخ کی سرگزشت شیخ ابو علی فارمدی رحؒ فرماتے ہیں کہ میں عنفوان شباب میں نیشاپور میں طلب علم میں مصروف تھا کہ مجھے معلوم ہوا کہ شیخ ابو سعید ابو الخیر مہنہ سے یہاں آئے ہوئے اور وعظ و تذکیر میں مصروف ہیں۔ ان کے دیدار کے شوق میں ان کی مجلس میں گیا، جیسے ہی میری نظر ان کے جمال پر پڑی میں ان پر فریفتہ ہو گیا اور صوفیائے کرام کی محبت میرے دل میں اور زیادہ ہو گئی۔ چنانچہ اس کے بعد میں ہمیشہ شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ ان کی خدمت سے مجھ کو بہت فائدے پہنچے اور بہت کچھ بصیرت و انوار حاصل ہوئے، اور بہت سے حالات مجھ پر منکشف ہوئے۔ جب شیخ نیشاپور سے رخصت ہو گئے تو میں استاذ ابو القاسم قشیری[2] صاحب تفسیر و رسالہ کی خدمت میں

(۱) نفحات الانس ص ۴۶۳ مشائخ نقشبندیہ مجددیہ ص ۸۳، ۸۴۔ (۲) امام ابو القاسم قشیری رحؒ آپکا نام عبد الکریم ہوازن تھا۔ ابو علی دقاق کی صحبت میں رہ کر تصوف اور ابو بکر طوسی سے فقہ شافعی اور ابو بکر بن فورک سے علم کلام حاصل کیا۔ مشائخ تصوف میں ان کا مرتبہ بہت بلند ہے۔ ان کی کتاب الرسالۃ القشیریہ حقانی تصوف کی بہترین شرح اور سچے صوفیوں کیلئے مشعل راہ ہے۔ (اعیان الحجاج ۲/۳۶)

حاضر ہوا۔ جو حال مجھ پر ظاہر ہوتا تھا وہ ان سے بیان کر دیتا تھا۔ وہ مجھ سے فرمایا کرتے تھے۔ فرزند! جاؤ اور علم حاصل کرنے میں مشغول رہو۔ میں تحصیل علم میں مشغول ہو گیا ہر روز اس روشنی میں اضافہ ہوتا جاتا تھا۔

شیخ ابوالقاسم گورگانی تک رسائی میں شیخ ابوالقاسم گورگانی کا نام (اس سے پہلے) سن چکا تھا، چنانچہ ان کی خدمت میں پہنچنے کیلئے طوس روانہ ہوا۔ جب طوس پہنچا تو دیکھا کہ آپ کے مریدوں کی ایک جماعت حاضر ہے۔ میں نے سب سے پہلے تحیۃ المسجد ادا کی پھر ان کی خدمت میں پہنچا، اس وقت وہ سر جھکائے ہوئے تھے، میرے پہنچنے پر سر اٹھایا اور فرمایا اے ابو علی! آؤ آؤ، کہو کیا حال ہے؟ میں سلام عرض کر کے بیٹھ گیا اور تمام واقعات بیان کئے۔ میرے حالات سن کر آپ نے فرمایا، ہاں تمھاری ابتدار مبارک ہے۔ ابھی تک تم کسی درجے پر نہیں پہنچے ہو۔ ہاں اگر تمھاری تربیت کی جائے تو بلند مرتبہ تک پہنچ جاؤ گے۔ اس وقت میرے دل نے گواہی دی کہ میرے مرشد یہی ہیں۔ چنانچہ میں وہیں ٹھہر گیا۔ اس کے بعد حضرت شیخ نے مجھ کو طرح طرح کی ریاضتیں اور مجاہدے کرائے اور مجھ پر خاص توجہ فرمائی بعد ازاں اپنی لڑکی کا نکاح مجھ سے کیا۔ ابھی شیخ نے مجھ سے وعظ کرنے کو نہیں فرمایا تھا کہ ایک روز میں شیخ ابو سعید کے پاس مہنہ گیا۔ انھوں نے فرمایا کہ اے ابو علی! بہت جلد تجھ سے مثل طوس کے باتیں کرائیں گے۔ ابو علی فارمدی کا قول ہے کہ اس میں بہت دن نہیں گزرے تھے کہ شیخ ابوالقاسم نے مجھ سے وعظ کرنے کو فرمایا۔

علامہ شبلی نعمانی رح لکھتے ہیں کہ: تمام مؤرخین بالاتفاق لکھتے ہیں کہ امام غزالی رح کو شیخ ابو علی فارمدی (فضل بن محمد بن علی) سے بیعت تھی۔ شیخ موصوف بہت عالی رتبہ صوفی تھے۔ نظام الملک (یعنی بادشاہِ وقت) ان کا اس قدر احترام کرتا تھا

کہ جب آپ دربار میں تشریف لے جاتے تو تعظیم کیلئے کھڑا ہو جاتا اور آپ کو اپنی مسند پر بٹھا کر خود مؤدب سامنے بیٹھتا۔ حالانکہ امام الحرمین اور ابوالقاسم قشیری کیلئے وہ صرف قیام پر اکتفا کرتا اور اپنی مسند سے الگ نہ ہوتا۔ لوگوں نے اس کی وجہ پوچھی تو کہا کہ امام الحرمین وغیرہ آتے ہیں تو میرے منہ پر میری تعریفیں کرتے ہیں، جس سے میرا نفس اور زیادہ نخوت پرست بن جاتا ہے۔ بخلاف اس کے شیخ ابو علی فارمدی میرے عیوب سے مجھ کو مطلع کرتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ رعایا پر میرے ہاتھ سے کیا ظلم ہو رہا ہے۔

(کتاب الغزالی، علامہ شبلی نعمانی ؒ صـ ۲۴)

وفات مقام طوس (ایران) میں ۴۷۷ھ میں وفات ہوئی۔ (۲)

حضرت خواجہ یوسف ہمدانی قدس سرہٗ

مختصر تعارف نام نامی خواجہ یوسف اور کنیت ابو یعقوب ہے۔ آپ صاحب احوال و مقامات جلیلہ و کرامات عظیمہ تھے۔ آپ ابتدائے حال میں بغداد گئے اور شیخ ابو اسحٰق شیرازی کی خدمت اختیار کی۔ شیخ ابو اسحٰق ان کی کمسنی کے باوجود ان کو اپنے بہت سے شاگردوں پر ترجیح دیتے۔ آپ نے بغداد، اصفہان اور سمرقند میں مشائخ کی ایک جماعت سے سماع حدیث کیا۔ اس کے بعد علوم ظاہری کو ترک کر کے عبادت، ریاضت اور مجاہدہ کا طریقہ اختیار کیا۔ مشہور ہے کہ آپ کی نسبت طریقت میں شیخ ابو علی فارمدی ؒ سے ہے۔ آپ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ آپ نے شیخ عبداللہ جوینی اور شیخ حسن سمنانی قدس سرہما کا شرف صحبت حاصل کیا ہے۔ (۱)

(۱) نفحات الانس صـ ۴۱۱

خواجہ یوسف ہمدانیؒ ان مشائخ میں سے ہیں جن کی صحبت میں حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ حاضر رہے ہیں۔ ایک روز حضرت یوسف ہمدانیؒ نے حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ سے (اس وقت آپ ابھی جوان تھے) فرمایا کہ تم وعظ کہو۔ انھوں نے فرمایا کہ میں عجمی ہوں، فصحاءِ بغداد کے سامنے کس طرح بات کروں؟ حضرت خواجہ نے فرمایا، تم کو فقہ، اصول فقہ واختلاف مذاہب ولغت وتفسیر قرآن یاد ہے۔ تم سب طرح سے اس کی صلاحیت رکھتے ہو کہ منبر پر آؤ اور وعظ کہو۔ کیونکہ میں تم میں وہ چیز پاتا ہوں کہ جس کی اصل وفرع زمین وآسمان میں پہنچے ہوئے ہیں۔

حضرت خواجہ ابو یوسف کا مذہب حنفی تھا۔ مرو میں مقیم تھے، پھر ہرات میں چلے آئے تھے، وہاں سے پھر مرو کو آتے ہوئے راستہ میں انتقال فرمایا۔ ساٹھ سال سے زیادہ مسند ارشاد پر قائم رہے اور عظیم قبولیت حاصل ہوئی۔[1]

نقل ہے کہ ایک مرتبہ ایک عورت روتی پیٹتی آپ کے پاس آئی اور عرض کیا کہ فرنگی میرے لڑکے کو پکڑ کر لے گئے ہیں، دعا فرمایئے کہ وہ آجائے۔ آپ نے فرمایا کہ صبر کر اور مکان کو جا، تیرا لڑکا تجھ کو گھر پر ملے گا۔ وہ عورت واپس آئی تو دیکھا کہ فی الواقع لڑکا موجود تھا۔ اس سے حال دریافت کیا تو اس نے کہا کہ میں قسطنطنیہ میں قید تھا نگہبان میرے ارد گرد تھے، ناگاہ ایک شخص جس کو میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا ظاہر ہوا اور طرفۃ العین (پلک جھپکتے) میں مجھ کو اس جگہ لے آیا۔ وہ عورت حضرت خواجہ کے پاس آئی اور لڑکے کا قصہ بیان کیا۔ آپ نے فرمایا کہ تجھ کو حکم خدا سے تعجب کیوں آتا ہے؟![2]

خواجہ ابو یوسف ہمدانیؒ کے چار خلفاء ہیں۔ خواجہ عبد اللہ برقیؒ، خواجہ حسن

---

(۱) مشائخ نقشبندیہ مجددیہ صفحہ ۸۵ (۲) مرجع سابق صفحہ ۸۶

اندقیؒ، خواجہ احمد یسویؒ اور خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم۔ خواجہ ابو یوسفؒ کے وصال کے بعد یہ چاروں حضرات مقام دعوت پر فائز تھے۔

وفات ۵۳۵ھ مطابق ۱۱۴۰ء میں مقام مرو (روس) میں وفات پائی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس اللہ سرہٗ

حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس سرہٗ سرحلقہ سلسلۂ خواجگاں ہیں۔ آپ حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کی اولاد امجاد سے ہیں۔ آپ کی والدہ سلطان روم کی نسل سے تھیں۔ آپ کے والد بزرگوار عبدالجمیلؒ امام کبار اور اولیاء عظام میں سے تھے۔

حضرت عبدالخالق غجدوانیؒ کو انتساب حضرت خواجہ ابو یوسف ہمدانیؒ سے ہے۔ ان کی صحبت میں رہ کر فوائد کثیرہ اخذ کئے اور انہی سے خلافت پائی۔ خواجہ ابو یوسف ہمدانیؒ کے بخارا سے روانہ ہونے کے بعد خواجہ عبدالخالق غجدوانی سخت ریاضت میں مشغول ہو گئے اور اپنے حالات کو چھپائے رکھا۔ مملکت شام میں بہت سے لوگ آپ کے حلقۂ ارادت و بیعت میں داخل ہو گئے تھے اور آپ کا آستانہ خانقاہ بن گیا تھا۔

عاشورہ کا دن تھا، آپ کی خدمت میں بہت سے لوگ حاضر تھے اور معرفت و حقیقت کی گفتگو چھڑی ہوئی تھی، اتنے میں ایک نوجوان آیا جس کی شکل و صورت زاہدوں جیسی تھی۔ اس کے بغل میں خرقہ اور کندھے پر مصلیٰ پڑا تھا۔ نوجوان آکر

ایک گوشہ میں بیٹھ گیا۔ خواجہ نے اس کی طرف ایک نظر کی۔ کچھ دیر کے بعد وہ نوجوان اٹھا اور کہنے لگا۔ اے خواجہ! حضرت رسالت پناہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ "اِتَّقُوا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّهٗ يَنْظُرُ بِنُوْرِ اللهِ عَزَّوَجَلَّ" (یعنی مومن کی فراست سے ڈرتے رہو، کیونکہ وہ اللہ عزوجل کے نور سے دیکھتا ہے۔) فرمایئے کہ اس میں کیا حکمت ہے؟ خواجہ علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ اس ارشاد میں حکمت یہ ہے کہ تم زنار کاٹ کر پھینک دو اور ایمان قبول کر لو۔ نوجوان نے کہا کہ نعوذ باللہ میرے پاس زنار ہو۔ حضرت خواجہؒ نے خادم کو اشارہ کیا کہ اس نوجوان کا خرقہ اتار ڈالو۔ جب خرقہ اس کے جسم سے اتارا گیا تو اس کے نیچے زنار موجود تھی۔ اس نوجوان نے اسی وقت زنار کاٹ کر پھینک دی اور ایمان لے آیا۔ (۱)

سید مرتضیٰ زبیدی رحؒ نے لکھا ہے کہ، خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحؒ نے اثنائے ذکر اور مراقبہ میں پاس انفاس کا اضافہ کیا ہے۔ اور آپ نے اس کو اپنے طریقت کے باب میں اصل اور اساس قرار دیا ہے۔ اور فرمایا کہ سالک کو اس بات کی کوشش کرنی چاہیئے کہ وہ اپنے دونوں نفسوں (سانسوں) کی پوری پوری حفاظت کرے یہاں تک کہ اس کی کوئی سانس غفلت سے نہ اندر جائے اور نہ غفلت سے باہر آئے اور آپ نے فرمایا کہ میں نے اس طریقہ کو حضرت خضر علیہ السلام سے حاصل کیا ہے۔ ابتدائے سلوک میں حضرت خضر علیہ السلام ان کے پاس تشریف لائے اور پاس انفاس کی ان کو تعلیم دی۔ آدمی اس عمل سے بہت کم مدت میں اپنے مقصود کو پہنچ جاتا ہے چنانچہ یہ طریقہ بعد میں آنے والوں کیلئے زیادت حسنہ بن گئی۔ پاس انفاس کا سب سے بڑا مقصد وقت کی رعایت ہے۔ بلاشبہ وقت ہی زندگانی کا سب سے

---

(۱) نفحات الانس ص ۶۱۴

قیمتی سرمایہ ہے۔ اگر وقت ضائع ہو جائے تو اس کا تدارک ممکن نہیں۔ نیز آپ نے فرمایا، اصحاب طریقت نے فرمایا ہے کہ اغیار کے خطرات اور وساوس مختلف الوان واشکال کے دیکھنے اور مختلف النوع کتابوں کے مطالعہ بینی اور ہر قسم کی مجلسوں میں شرکت کرنے کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ اس لئے آدمی کو کچھ مدت تک اغیار سے دور ہو کر کسی شیخ کامل کی صحبت میں رہنا چاہیئے، تاکہ اس کی برکت سے اسکی جمعیت میں ملکۂ حضور پیدا ہو، پھر اس کو رضا و تسلیم حاصل ہو۔ بیشک رضا و تسلیم ہی عبودیت وبندگی کا آخری مقام اور جذب وسلوک کا منتہائے کمال اور معراج ہے۔ اسی کو صوفیۂ کرام نے بطور خلاصہ کے بیان فرمایا ہے۔ (۱) ف: یہ مضمون قابل استحضار ہے۔

ایک روز حضرت خواجہ نے اپنے فرزند خواجہ اولیار کبیر قدس سرہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر یہ وصیت فرمائی۔ اے فرزند! تقویٰ کو اپنا شعار بنانا، وظائف اور عبادات کی ملازمت رکھنا، اپنے احوال کا مراقبہ کرتے رہنا، اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا، اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حق ادا کرنا اور والدین کے حق کا بھی خیال رکھنا، کہ ان خصلتوں پر عمل کرنے سے اللہ تعالیٰ تک مشرف ہو گا۔ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرنا کہ وہ تیرا محافظ ہے۔ قرآن شریف خواہ یاد سے یا دیکھ کر پڑھنا اور اس کو تفکر و تدبر اور حزن وگریہ سے پڑھنا، طلب علم سے ایک قدم نہ ہٹنا، علم فقہ اور حدیث پڑھنا، اور جاہل صوفیوں سے پرہیز کرنا۔ (۲)

وفات ۱۲ ربیع الاول ۵۷۵ھ میں مقام غجدوان میں وفات ہوئی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

---

(۱) اتحاف السادۃ المتقین بشرح احیاء علوم الدین ۸/ ۴۵۶، سید مرتضیٰ زبیدی رح

(۲) مشائخ نقشبندیہ مجددیہ۔ ص ۸۹-۹۰

حضرت خواجہ عارف ریوگری رحمہ اللہ تعالیٰ

حضرت خواجہ عارف ریوگری رحمہ اللہ تعالیٰ اعظم خلفاء حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں۔ تاحیات حضرت خواجہ رح کی خدمت میں رہے اور باطنی فائدہ حاصل کیا۔ حضرت خواجہ رح کی وفات کے بعد مسند ارشاد پر بیٹھ کر ہدایت خلق میں مصروف رہے۔ علم و حلم، زہد و تقویٰ، عبادت اور متابعت سنت میں شان عالی رکھتے تھے۔[1]

خواجہ عبدالخالق غجدوانی رح کے تین خلیفہ تھے۔ خواجہ احمد صدیق رح، خواجہ عارف ریوگری رح اور خواجہ اولیاء کلاں۔

وفات آپ کی وفات غرہ شوال ۶۱۶ھ میں ہوئی۔ آپ کا مدفن موضع ریوگر، شہر بخارا (روس) سے اٹھارہ میل کے فاصلہ پر ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ

حضرت خواجہ محمود انجیر فغنوی رحمہ اللہ تعالیٰ

حضرت خواجہ محمود فغنوی رح حضرت خواجہ عارف ریوگری رح کے افضل و اکمل خلفاء میں سے ہیں۔ جب خواجہ عارف رح کا آخری وقت آیا تو ان کو اپنا خلیفہ بنایا اور دعوت خلق کی اجازت دی۔ آپ کا مولد ایک موضع انجیر فغنی متصل بخارا واقع ہے آپ رامکند میں مقیم تھے اور وہیں تربیت خلق فرمایا کرتے تھے۔ آپ (طالبین کی) مصلحت سے ذکر جہر تعلیم فرماتے۔ اول شخص کہ جس نے اس سلسلہ میں ذکر جہر شروع

---

(۱) حالات مشائخ نقشبند صہ ۹۴

کیا خواجہ محمودؒ تھے۔ ورنہ خواجہ عبدالخالق غجدوانی اور خواجہ عارف ریوگری رح ذکر جہر نہ کرتے تھے۔ خواجہ کبیر قدس سرہٗ فرزند و خلیفہ حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رح نے خواجہ محمود رح پر اعتراض کیا کہ آپ نے برخلاف پیران کبار ذکر جہر کیوں اختیار کیا؟ انھوں نے جواب دیا کہ حضرت پیر نے آخر نفس (سانس) میں فرمایا تھا کہ ذکر جہر کرو۔(۱)

مولانا حافظ الدین بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو علمار کبار اور خواجہ محمد پارساؒ کے جد اعلیٰ میں سے تھے رئیس العلمار شمس الائمہ حلوائی کے اشارہ سے کثیر علمار کے مجمع میں حضرتؒ خواجہ محمود انجیر فغنوی رح سے دریافت کیا کہ آپ ذکر جہر کس نیت سے کرتے ہیں؟ فرمایا: تاکہ خفتہ بیدار ہو، غافل آگاہ ہو و باستقامت شریعت وطریقت اس راہ پر آئے و بحقیقت توبہ و انابت کی رغبت کرے۔ مولانا رح نے فرمایا کہ آپ کی نیت صحیح ہے، آپ کو یہ شغل مباح ہے۔ لیکن ذکر جہر کی کچھ حد فرمائیے جس سے حقیقت ومجاز و آشنا و بیگانہ ممتاز ہو جائے۔ حضرت خواجہ رح نے فرمایا کہ ذکر جہر اس شخص کو مسلم ہے کہ اس کی زبان دروغ و غیبت سے پاک ہو، حلق لقمہ شبہہ وحرام سے صاف ہو، اس کا دل ریار سے مزکیٰ ہو اور اس کا سر توجہ ماسوا سے خالی ہو۔(۲)

وفات حضرت خواجہ محمود انجیر فغنوی، بخارا (روس) کا انتقال ۷۱۵ھ میں ہوا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ آپ کا مدفن موضع انجیر فغنی میں ہے۔ نور اللہ مرقدہٗ۔

---

(۱) مشائخ نقشبندیہ مجددیہ صد ۹۴ (۲) مشائخ نقشبندیہ مجددیہ صد ۹۵

حضرت خواجہ علی رامیتنی رحمۃ اللہ تعالیٰ

تعارف آپ خواجہ محمود انجیر فغنوی رح کے خلفائے نامدار میں سے ہیں۔ آپ اپنے اس سلسلہ میں حضرت عزیزاں کے لقب سے یاد کئے جاتے ہیں۔ آپ بڑے بلند مقامات کے حامل اور کرامات ظاہری رکھنے والے تھے۔ بافندگی (نساجی) کی صنعت میں مشغول رہتے تھے۔ اس (فقیر جامی) نے ایک بزرگ سے سنا تھا کہ بیشک حضرت جلال الدین رومی قدس سرہ العزیز نے اپنی غزل کے اس شعر میں آپ ہی کی طرف اشارہ کیا ہے ؎

گر نہ علم حال فوق قال بودے کے شدے بندہ اعیاں بخارا خواجہ نساج را

(یعنی اگر علم حال علم قال سے بلند مرتبہ نہ ہوتا تو بخارا کے اعیان و بزرگ خواجہ نساج کے کب خادم بن سکتے تھے۔) (۱)

حضرت علاء الدولہ سمنانی رح آپ کے ہمعصر تھے۔ انھوں نے کسی درویش کی زبانی حضرت خواجہ علی رامیتنی رح کو کہلا بھیجا کہ آپ اور میں دونوں آنے جانے والوں کی خدمت کرتے ہیں۔ آپ کھانے میں تکلف نہیں کرتے، اور میں کرتا ہوں یعنی عمدہ عمدہ غذائیں کھلاتا ہوں۔ مگر آپ کی سب تعریفیں کرتے ہیں، اور میری شکایت کرتے ہیں، اس کا کیا سبب ہے؟ حضرت عزیزاں رامیتنی رح نے جواب دیا، خدمت کرنے والے اور احسان کرنے والے بہت ہیں۔ اور خدمت کرنے والے اور احسان مند ہونے والے بہت کم ہیں۔ دوم یہ کہ میں نے سنا ہے کہ آپ کی تربیت حضرت خضر علیہ السلام نے کی ہے، یہ کیا بات ہے؟۔ جواب دیا کہ جو اللہ تعالیٰ کے

---

(۱) نفحات الانس ص ۶۱۶

عاشق ہوتے ہیں، حضرات کے عاشق ہوتے ہیں۔ تیسرے یہ کہ ہم نے سنا ہے کہ آپ ذکر جہر کرتے ہیں، اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ نے جواب دیا میں نے سنا ہے کہ آپ ذکر خفیہ کرتے ہیں، پس آپ کا بھی ذکر جہر ہو گیا۔(۱)

ارشادات آپ سے کسی نے دریافت کیا، ایمان کس کو کہتے ہیں؟ آپ نے اپنے پیشہ کے مناسب فرمایا۔ کندن و پیوستن۔ یعنی توڑنا اور جوڑنا۔ یعنی خلق سے توڑنا اور خالق سے جوڑنا۔

فرمایا: اللہ تعالیٰ کی صحبت رکھو۔ اگر یہ ممکن نہ ہو تو ایسے کے ساتھ صحبت رکھو جو اللہ تعالےٰ کے ساتھ صحبت رکھتا ہو۔ اور فرمایا: اللہ تعالےٰ کے دوستوں کے سامنے عاجزی کیا کرو، تاکہ وہ تمھارے لئے دعا کریں۔

فرمایا: مجھ سے بعضے دور والے نزدیک اور نزدیک والے دور۔ دور والے نزدیک وہ ہیں کہ بصورت ظاہر دور ہیں۔ (لیکن) دل وجان سے حاضر ہیں اور نزدیکان دور وہ ہیں کہ بصورت ظاہری میرے پاس ہیں لیکن دل وجان سے میرے ساتھ نہیں ہیں۔ یعنی دل وجان سے کار دنیا و ہوا و ہوس میں مشغول ہیں(۲)

وفات حضرت کا انتقال روز دوشنبہ ۲۸ ذیقعدہ ۷۲۱ھ ایک سو تیس ۱۳۰ برس کی عمر میں خوارزم (روس) میں ہوا۔ آپ کا مدفن خوارزم ہی میں ہے۔

---

(۱) مشائخ نقشبندیہ مجددیہ صفحہ ۹۶ تا ۱۰۰ (۲) مصدر سابق صفحہ ۹۷

حضرت خواجہ محمد بابا سماسی قدس سرہٗ

تعارف آپ حضرت خواجہ عزیزاں علی رامیتنیؒ کے خلیفہ ہیں اور حضرت خواجہ بہاء الدین قدس سرہ کو آپ نے اپنی فرزندی میں قبول فرمالیا تھا۔ آپ جب ہندواں کے محلے سے گزرتے تو فرماتے کہ اس زمین سے مردی کی خوشبو آتی ہے اور بہت جلد محل ہندواں محل عارفاں ہوگا۔ چنانچہ ایک دن امیر کلالؒ کے مکان سے جو آپ کے خلیفہ تھے قصر عارفاں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمانے لگے کہ آج وہ خوشبو بڑھ گئی ہے، شاید وہ مرد پیدا ہو چکا ہے جب مکان پر اُترے تو حضرت خواجہ بہاء الدینؒ کی ولادت کو تین دن گزر چکے تھے خواجہ بہاء الدین کے جد بزرگوار بڑے نیاز کے ساتھ ان کو خواجہ محمد بابا سماسیؒ کی خدمت میں لے گئے، آپ نے دیکھ کر فرمایا کہ یہ ہمارا فرزند ہے، ہم نے اس کو اپنی خدمت میں قبول کر لیا ہے۔ پھر آپ نے اپنے اصحاب کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ "یہ وہی مرد ہے جس کی خوشبو ہم نے سونگھی تھی، یہ اپنے زمانہ کا پیشوا ہوگا۔" اور میر سید کلالؒ سے فرمایا کہ تم میرے اس فرزند بہاء الدین کی تربیت و شفقت میں فرق نہ کرنا۔ اگر تم نے اس میں قصور کیا تو میں تم کو معاف نہیں کروں گا۔ امیر کلالؒ نے جواب دیا کہ میں مرد نہیں اگر خواجہ کی وصیت میں فرق کروں۔(۱)

حضرت بہاؤ الدینؒ کی دُعا حضرت بہاؤ الدین قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ جب میں نے متاہل زندگی آغاز کرنے کا ارادہ کیا تو میرے محترم دادا نے مجھے محمد بابا سماسی کی خدمت میں بھیجا کہ عرض کروں کہ میں آپ کے قدموں کی برکت سے ان منازل تک پہنچا ہوں، اس مرحلہ پر بھی میری مدد فرمائیے۔ چنانچہ حضرت بہاؤ الدین فرماتے ہیں کہ جب

---

(۱) نفحات الانس صفحہ ۶۱۷ و مشائخ نقشبندیہ صفحہ ۱۰۱

میں آپ کی زیارت سے مشرف ہوا تو میں نے آپ کی پہلی کرامت یہ دیکھی کہ اس شب میں مجھ پر نیاز اور عاجزی کا ظہور ہوا، میں حضرت کی مسجد میں آیا اور وہاں دو رکعت نماز ادا کی، سر کو سجدے میں رکھ کر بڑے خضوع وخشوع سے نماز مکمل کی۔ اور اس وقت میری زبان سے یہ دعا نکلی کہ الٰہی! مجھے اپنی بلا کے اٹھانے کی طاقت عطا فرما اور اپنی محبت کی محنت کی برداشت عطا کر۔ جب میں صبح کو حضرت خواجہ کی خدمت میں پہنچا تو مجھے دیکھ کر فرمایا کہ اے فرزند بہاؤالدین! دعا اس طرح مانگنا چاہیے کہ "الٰہی! جو کچھ تیری رضا ہے اس ضعیف بندے کو اپنے فضل وکرم سے اس پر قائم رکھ" اگر خداوند تعالیٰ اپنی حکمت سے اپنے کسی دوست پر بلا نازل کرتا ہے تو اپنی عنایت سے اس بوجھ کو اٹھانے کی قوت بھی اس دوست کو دیتا ہے۔ ورنہ اپنے اختیار سے بلا کی طلب مشکل ہے۔ یہ گستاخی نہیں کرنا چاہیے"[1]

وفات آپ کی وفات ۷۵۵ھ میں قریہ سماسے (روس) میں ہوئی[2]

حضرت خواجہ سید امیر کلال رحمہ اللہ تعالیٰ

حضرت سید امیر کلال رح حضرت خواجہ محمد باباسماسی رح کے اجل خلفاء میں سے ہیں۔ آپ سید صحیح النسب تھے۔ پیشہ کلالی کا تھا۔ آپ کی والدہ شریفہ فرمایا کرتی تھیں کہ جس وقت امیر کلال میرے شکم میں تھے، اس وقت اگر میں شبہہ کا لقمہ کھا لیتی تو مجھ کو درد شکم ہو جاتا اور جب تک قے نہ کر لیتی آرام نہ ہوتا جب چند مرتبہ یہ معاملہ وقوع میں آیا تب میں سمجھ گئی کہ اس کی وجہ یہ طفل ہے۔

---

(۱) نفحات الانس ص ۶۱۷ (۲) مشائخ نقشبندیہ

پھر بھی لقمہ میں احتیاط رکھتی۔

حضرت امیر کلال کو ایام جوانی میں کشتی کا نہایت شوق تھا۔ ایک مرتبہ حضرت بابا سماسیؒ کا معرکہ کشتی پر گزر ہوا اور آپ وہاں تماشا دیکھنے لگے۔ بعض مریدوں کے دل میں خیال گزرا کہ حضرت خواجہ کا ایسے مجمع میں ٹھہرنے کا کیا موقع ہے؟ آپ نے اپنے اشراق خاطر سے معلوم کر کے فرمایا کہ اس معرکہ میں ایک مرد ہے کہ اس سے آدمی درجۂ کمال کو پہنچیں گے، میں اس کے شکار کے واسطے کھڑا ہوں۔ کہ اس اثنار میں حضرت امیر کلال نے حضرت خواجہ کو دیکھا اور دیکھتے ہی متاثر ہو گئے، چنانچہ فی الفور معرکہ کشتی چھوڑ کر حضرت خواجہ کے ہمراہ ہو لئے۔ جب حضرت خواجہ اپنے مکان پر پہنچے حضرت امیر کلال کو خلوت میں طلب کر کے تلقین طریقہ فرمایا اور اپنی فرزندی میں قبول کیا۔ اس کے بعد حضرت امیر پھر کبھی کشتی و بازار میں نہ گئے اور بیس سال حضرت بابا کی خدمت میں حاضر باش رہے (۱)

ایک دن حضرت امیر سید کلالؒ نے حضرت خواجہ بہار الدینؒ سے کہا کہ جب استاذ شاگرد کی تربیت کرتا ہے تو یہ ضرور چاہتا ہے کہ شاگرد میں اپنی تربیت کا اثر دیکھے تا کہ اس (شاگرد) کی صلاحیت پر اعتبار آئے کہ میری تربیت رائیگاں نہیں گئی۔ اور اس وقت شاگرد میں کچھ خلل پائے تو اس کی اصلاح کر دے۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ میرا فرزند امیر سید برہان موجود ہے اور اب تک کسی نے اس پر قبضہ کا ہاتھ نہیں رکھا ہے اور اس کی باطنی تربیت نہیں کی ہے، مجھے تمھاری صلاحیت پر پورا بھروسہ ہے، میرے خیال میں تم اس کی تربیت میں مشغول ہو جاؤ، تا کہ اس کا اثر ہم دیکھیں۔ حضرت خواجہ بہار الدین مراقبہ میں بیٹھے ہوئے تھے اور امیر کی طرف متوجہ تھے، ادب خدمت کی رعایت پیش نظر رکھتے ہوئے یہ حکم ماننے میں تامل کیا۔ حضرت خواجہ امیر کلالؒ نے فرمایا

(۱) مشائخ نقشبندیہ مجددیہ ص ۱۰۱، ۱۰۲

کر تم کو اس میں توقف نہیں کرنا چاہیے۔ حضرت خواجہ رح نے ان کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے امیر برہان کی طرف توجہ کی اور باطن کے تصرف میں مشغول ہو گئے۔ اسی وقت اس تصرف کے اثرات نمایاں ہونے لگے اور ان کے باطن سے علامات ظاہر ہونے لگیں۔ اور ایک عظیم حال امیر برہان میں ہو گیا۔

وفات آپ کی وفات صبح کی نماز کے وقت بروز پنج شنبہ آٹھویں جمادی الاولے ۷۷۲ھ میں ہوئی۔ آپ کا مدفن قصبہ سوخمار (روس) ہے۔

امام الطریقہ خواجہ بہاء الحق والدین نقشبند رحمۃ اللہ تعالےٰ

سلسلۂ نقشبندیہ کے بانی خواجہ بہار الدین نقشبند قصر عارفاں میں جو شہر بخارا سے تین میل کے فاصلہ پر ہے ۴ محرم الحرام ۷۱۸ھ کو پیدا ہوئے۔ بچپن ہی سے آثار ولایت و انوار کرامت پیشانی مبارک سے ظاہر تھے۔ آپ سے پہلے اس سلسلہ کا نام رسولیہ صدیقیہ تھا۔ آپ یاد حق کا نقش دل پر قائم کرتے تھے، اسی وجہ سے اس سلسلہ کا نام نقشبندیہ معروف ہوا۔ آپ نے آداب طریقت و سلوک کی تعلیم سید امیر کلال رح سے پائی تھی۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ آپ کی نسبت اویسی تھی اور روحانی تربیت خواجہ عبد الخالق غجدوانی رح سے حاصل کی تھی۔[1]

حضرت بہاء الدین رح حضرت سید امیر کلال رح کی خدمت میں جب میں حضرت سید امیر کلال رح کی خدمت میں پہنچا تو انھوں نے مجھ پر بیحد مہربانی فرمائی اور بڑی توجہ سے مجھ کو ذکر کی تلقین فرمائی

(۱) نفحات الانس صلا ۶۲۱

نفی واثبات کے طریقۂ خفیہ میں مشغول رکھا۔ کسی نے حضرت بہارالدین نقشبندؒ سے دریافت کیا کہ کیا آپ کو درویشی وراثتہً پہنچی ہے یا کسی غیر سے؟ آپ نے فرمایا۔ "جذبة من جذبات الحق توازی عمل الثقلین" (یعنی راہ سلوک میں حق تعالےٰ کی جانب سے ایک جذب جن وانس کے عمل کے برابر ہے۔) میں اس سعادت سے مشرف ہوا ہوں۔ پھر آپ سے سائل نے سوال کیا کہ آپ کے طریقہ میں ذکر جہر، خلوت، سماع ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا، نہیں! پھر دریافت کیا کہ آپ کی طریقت کی بنیاد کس چیز پر ہے؟ آپ نے فرمایا "خلوت درانجمن" یعنی ظاہر میں لوگوں کے ساتھ اور باطن میں خدا کے ساتھ۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے "رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ" (یعنی وہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کو تجارت اور خرید وفروخت اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل نہیں کرتی) اس سے اسی مقام کی طرف اشارہ ہے۔

کچھ لوگ آپ سے کرامت کے طالب ہوئے۔ فرمایا کہ ہماری کرامت تو ظاہر ہے کہ اس قدر عظیم گناہوں کے باوجود ہم زمین پر چل پھر لیتے ہیں۔ ویسے تو آپ کی ذات بابرکات سے ہزاروں کرامتیں ظاہر ہوئیں۔ لیکن سب سے بڑی کرامت آپ کی یہ ہے کہ آپ نے لاکھوں مردہ قلوب کو ذکر حق سے زندہ کر دیا۔ قلوب مومنین پر ایسا نقش باندھا کہ وہ پھر نہیں مٹا اور قبر میں ساتھ گیا۔ اسی لئے تمام اولیاء کرام کے نزدیک یہ بات متفق علیہ ہے کہ کسی مردہ دل کو زندہ کر دینے کی کرامت سب سے بڑی کرامت ہے۔

حضرت کے ارشادات حضرت خواجہ بہارالدینؒ فرماتے تھے کہ وجود کی نفی ہمارے نزدیک بہت قریب کا راستہ ہے لیکن اختیار کے ترک اور اعمال کے ملاحظہ کے بغیر حاصل نہیں ہوتا۔

فرماتے تھے کہ اس راہ پر چلنے کے لئے تعلق ماسوی اللہ کا قید اور ایک بڑا حجاب ہے

تعلق حجابست و بے حاصلی

چو پیوند ہا بگسلی واصلی

یعنی دنیا سے تعلق حجاب ہے اور بے حاصلی کا موجب ہے۔ جب تمام تعلقات غیر ضروریہ ترک کر دیئے جائیں گے، تب تو وصال حق نصیب ہوگا۔

آپ فرماتے تھے کہ "لا الٰہ" میں معبود نفس کی نفی ہے اور "اِلَّا اللّٰہ" میں معبود حقیقی جل وعلا کا اثبات ہے۔ اور مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ میں اپنے آپ کو فَاتَّبِعُوْنِی کے حکم کا مقید کرنا ہے۔ اور یہی کلمۂ توحید کی حقیقت ہے کہ ماسوی اللہ سے کلی طور پر نفی ہو جائے۔

آپ نے فرمایا کہ ہمارا طریقہ عروۃ الوثقیٰ ہے یعنی مضبوط حلقہ، جس سے مراد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دامن کو مضبوطی سے پکڑنا ہے اور صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے آثار کی پیروی کرنا۔ اس طریقہ پر عمل قلیل سے بھی بہت سی فتوحات حاصل ہوتی ہیں۔ لیکن سنت کی پیروی میں اجر عظیم ہے۔ جو شخص اس طریقہ سے منہ پھیر لے اس کے دین میں خطرہ ہے۔ (۱)

حضرت بہاء الدین نقشبند رح فرماتے تھے کہ یہ ضروری نہیں کہ جو دوڑے اس کو گیند مل ہی جائے، مگر ملتا اسی کو ہے جو دوڑتا ہے۔ اس سے اشارہ دوام کوشش و سعی کا ہے۔ فرمایا۔ ظہور خوارق و کرامت کا کچھ اعتبار نہیں ہے۔ اصل چیز استقامت ہے۔ بزرگوں نے فرمایا کہ طالب استقامت بنو، نہ کہ طالب کرامت۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ استقامت طلب کرتا ہے اور تیرا نفس کرامت چاہتا ہے۔ اقوال اکابر میں سے ہے کہ

(۱) نفحات الانس ص ۶۲۳ - ۶۲۴

اگر ولی کسی باغ میں جائے اور ہر برگِ درخت سے آواز آئے "یا ولی اللہ" تو اس پر التفات نہیں کرنا چاہیئے، بلکہ ہر لحظہ بندگی و نیازمندی اور تضرع میں کوشش کرنا چاہیئے۔"(۱)

شیخ امام حضرت یعقوب کرخی رح نے حضرت شیخ بہاء الدین نقشبند رح سے عرض کیا کہ حضرت! اگر ایسا شخص جس کو اصطلاح میں فانی فی اللہ اور باقی باللہ کہا جاتا ہے کسی کو میسر نہ ہو تو وہ کیا کرے؟ شیخ نے فرمایا کہ اس کو چاہیئے کہ استغفار کی کثرت کرے اور ہر نماز کے بعد بیس مرتبہ استغفار کرنے کی پابندی کرے، تاکہ پانچ وقت مل کر سو مرتبہ استغفار ہو جائے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بعض اوقات میں اپنے قلب میں کدورت محسوس کرتا ہوں، اور میں ہر روز اللہ تعالیٰ سے سو مرتبہ استغفار یعنی مغفرت طلب کرتا ہوں۔(۲)

فرماتے تھے کہ شیخ ابوسعید ابوالخیر سے لوگوں نے پوچھا کہ آپ کے جنازہ کے سامنے کس آیت کا ورد کیا جائے؟ فرمایا، یہ تو ایک امر عظیم ہے۔ تم بس یہ شعر پڑھتے چلنا ؎ چیست ازیں خوب تر در ہمہ آفاق کار

دوست رسد نزد دوست یار بہ نزدیک یار

یعنی اس دنیا میں اس سے بڑھ کر کوئی کام نہیں ہے کہ دوست اپنے دوست کے پاس پہنچ جائے۔ یہ فرما کر حضرت بہاء الدین رح نے ارشاد فرمایا کہ تم ہمارے جنازہ کے سامنے یہ شعر پڑھنا ؎

مفلسانیم آمدہ در کوئے تو شیئاً للہ از جمال روئے تو

دست بکشا جانب زنبیل ما آفریں بر دست و بر بازوئے تو

وفات آپ نے شب دوشنبہ ۳ ربیع الاول ۷۹۱ھ میں انتقال فرمایا۔(۳) رحمہ اللہ تعالیٰ۔

(۱) مشائخ نقشبندیہ ص۱۱۱ (۲) سورۂ والنازعات، معارف القرآن بحوالہ اقوال سلف ج۱۲۱/۳ (۳) نفحات الانس ص۶۲۴، ۶۲۵

حضرت خواجہ علاء الدین عطار رحمۃ اللہ تعالیٰ

تعارف آپ کا نام نامی محمد بن محمد النجار ہے۔ آپ حضرت خواجہ بہار الدین رح کے خلیفۂ اجل تھے۔ حضرت خواجہ نے اپنی حیات مقدس ہی میں بہت سے طالبان طریقت کی تربیت آپ کے سپرد کر دی تھی اور فرماتے تھے کہ فرزند علار الدین نے ہمارا بوجھ بہت کم کر دیا ہے۔ ولایت کے انوار و آثار کامل طور پر ان میں ظاہر ہیں۔ آپ کی صحبت وحسن تربیت سے بہت سے طالبین درجۂ کمال تک پہنچ گئے۔

اس فقیر (جامع نفحات الانس) نے بعض بزرگوں سے سنا ہے کہ علامہ سید شریف جرجانی رح (جو خواجہ علار الدین رح کے مرید تھے) فرمایا کرتے تھے کہ جب تک میں شیخ زین الدین علی کلال رحمہ اللہ تعالیٰ کی صحبت میں نہیں پہنچا تھا اس وقت تک مجھے رفض سے خلاصی نہیں ملی تھی۔ اور جب تک خواجہ علار الدین عطار رح سے نہیں ملا، اس وقت تک اللہ تعالیٰ تک نہیں پہنچا (۱)

آپ کے ارشادات فرمایا کہ ریاضت سے مقصود تعلقات جسمانیہ کی نفی اور توجہِ تام بعالمِ ارواح ہے۔

فرمایا کہ جب آدمی اپنے میں رضار الٰہی کی جانب میلان دیکھے تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے، اور جب رضائے الٰہی کی جانب میلانِ خاطر نہ پائے تو تضرع وزاری کرے اور اللہ تعالیٰ کی صفت استغنائی سے ڈرے۔

فرمایا کہ مزاراتِ مشائخ سے اسی قدر فیض ہوتا ہے جس قدر کہ ان سے اعتقاد ہوتا ہے۔ فرمایا کہ بزرگوں کی قبروں کی زیارت نزدیک سے کرنے میں اثر عظیم ظاہر ہوتا ہے۔ لیکن

(۱) نفحات الانس ص ۶۲۵

حقیقت یہ ہیکہ ارواحِ طیبہ کی جانب توجہ خواہ دور ہی سے کیوں نہ ہو، فائدہ سے خالی نہیں ۔ چنانچہ حدیث "صلوا علی حیث ما کنتم" (یعنی تم مجھ پر درود بھیجو جہاں کہیں بھی ہو) اس پر دلیل ہے۔

فرمایا کہ مقصود زیارت مزارات اکابر سے یہ ہونا چاہئے کہ توجہ حق تعالیٰ کیطرف ہو اور ان کی روح کو وسیلہ سمجھے۔(۱)

آپ کی وفات حضرت خواجہ علاء الدینؒ نے شب ۲۰ رجب چہار شنبہ ۸۰۲ھ مطابق ۱۳۹۹ء در جفانیاں (روس) میں انتقال فرمایا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

حضرت مولانا یعقوب چرخی رحمہ اللہ تعالیٰ

مختصر تعارف آپ دراصل چرخ کے رہنے والے تھے۔ چرخ غزنی کے دیہات میں سے ایک دیہات کا نام ہے۔ آپ کو اگرچہ اجازت خواجہ بہاء الدین نقشبند سے ہے، لیکن چونکہ آپ کی تکمیل حضرت علاء الدین عطار کی خدمت میں ہوئی اس سبب سے انہی کے خلفاء میں شمار کئے جاتے ہیں۔ ابتداء میں کچھ مدت آپ نے جامع ہرات میں اور کچھ مدت مصر میں پڑھا۔ علم کی تحصیل کے بعد محبت الٰہی کے جذبہ سے حضرت بہاء الدین نقشبندؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ خواجہ نقشبندؒ نے ان کو اپنی خدمت میں قبول کر لیا۔ حضرت یعقوب چرخیؒ اس بات سے بہت خوش ہوئے۔ حضرت خواجہ نے ان کو وقوف عددی کی تعلیم دی اور فرمایا کہ حتی المقدور طاق عدد کی رعایت رکھنا۔ کچھ مدت گزرنے کے بعد حضرت خواجہؒ نے ان کو سفر کی اجازت دی اور فرمایا کہ جو کچھ

(۱) مشائخ نقشبندیہ ص ۱۱۶

تجھ کو ہم سے ملا ہے اس سے بندگانِ خدا کو فیضیاب کرنا۔ اور رخصت کرتے وقت تین مرتبہ فرمایا، میں نے تجھ کو خدا کے سپرد کیا۔ اور اس وقت اشارہ حضرت خواجہ علاء الدین کی متابعت کرنے کی طرف کیا۔ وہاں سے روانہ ہو کر کیش میں پہنچا، وہاں خبر پہنچی کہ حضرت بہاء الدین نقشبند کا انتقال ہو گیا۔ نہایت محزون و مغموم ہوئے اور اندیشہ ہوا کہ جان نکل جائے، اسی اثناء میں خواجہ علاء الدینؒ کا خط آیا اور اس میں حضرت خواجہؒ کے اشارہ متابعت کو یاد دلایا۔ چنانچہ اس خط کے پہنچتے ہی میں حضرت خواجہ علاء الدینؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انھوں نے میرے حال پر نہایت کرم فرمایا، اور جب تک آپ حیات رہے میں آپ کی صحبت سے الگ نہیں ہوا، حتیٰ کہ ان کا انتقال ہو گیا۔

مؤلف "نفحات الانس" کے مخدوم ارشاد جناب خواجہ ناصر الدین عبید اللہ (احرار) بھی مولانا یعقوب چرخیؒ کی خدمت میں پہنچے ہیں۔

مولانا یعقوب چرخیؒ سے منقول ہے کہ: جو طالب کسی عزیز کی صحبت میں آئے اس کو خواجہ عبید اللہ کی طرح ہونا چاہیے کہ چراغ بھی تیار ہو اور اس میں بتی (فتیلہ) بھی پڑا ہو، صرف گندھک اس میں رکھنا باقی ہو۔(۱)

وفات آپ کی وفات ۸۵۱ھ میں ہوئی اور مقام بلفنور (روس) میں مدفون ہوئے۔ نوّر اللہ مرقدہ۔

---

(۱) نفحات الانس ص ۶۳۳ تا ص ۶۳۵

حضرت خواجہ عُبیدُ اللہ احرار رحمۃ اللہ تعالیٰ

حضرت خواجہ عبید اللہ احرارؒ ماہ رمضان ۸۰۶ھ میں موضع باغستان توابع ملک تاشقند میں پیدا ہوئے۔ آپ کے جد امجد خواجہ شہاب الدینؒ جو کہ قطب وقت تھے دم آخر میں جب اپنے پوتوں کو الوداع کہنے کو بلایا تو خواجہ احرار اس وقت بہت کمسن تھے، لیکن جب وہ ان کے پاس گئے تو وہ ان کو دیکھ کر تعظیم کو اٹھ کھڑے ہوئے اور گود میں لیا اور فرمایا کہ اس فرزند کے بارے میں مجھ کو بشارت نبوی ہے کہ یہ پیر عالمگیر ہوگا اور اس سے طریقت و شریعت کو رونق ہوگی۔

خواجہ عبید اللہ احرارؒ حضرت مولانا یعقوب چرخیؒ کے مناقب و مآثر سن کر ان کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضرت یعقوبؒ نے ان کو شغل وقوف عددی میں مشغول رکھا، اور فرمایا کہ حضرت خواجہ نقشبندؒ سے جو کچھ مجھ کو پہنچا ہے وہ یہی ہے۔ اور اگر تم بطریق جذبہ طالبین کی تربیت کرو تو اختیار ہے۔ اور فرمایا کہ طالب کو اس طرح پیر کے پاس آنا چاہیئے جیسے کہ عبید اللہ آیا ہے کہ تیل بتی سب درست ہے صرف ایک آگ لگانے کی دیر ہے۔[1]

مولانا عبد الرحمن جامیؒ خواجہ عبید اللہ احرارؒ کے بارے میں فرماتے ہیں: اس زمانہ میں حضرت خواجہؒ کی ذات گرامی آیات الٰہی کا مظہر اور طبقہ خواجگان کی ولایت و کرامت کا مجمع ہے۔ (اللہ تعالیٰ ان کے وجود کی برکتیں طالبین کے سروں پہ دائم و قائم رکھے۔)[2]

ارشادات فرمایا: اگر تم چاہتے ہو کہ حضور حق کے مقام میں شیطان کے

---

(۱) مشائخ نقشبندیہ ص ۱۱۸-۱۱۹ (۲) نفحات الانس ص ۶۴۱

وساوس اور فکر سے آزاد ہو جاؤ، تو یہ ضروری ہے کہ مردانِ خدا کے ساتھ ہمنشینی کرو، کیونکہ وہ جان و مال کے ساتھ ذات الٰہی کے ذکر میں غرق ہو چکے ہیں۔ اس مقام کی تعبیر بعض حضرات نے "شہود" سے، بعض نے "وجود" سے اور بعض نے "تجلیٔ ذات" سے کی ہے، بعض نے اس کو یادداشت سے بھی تعبیر کیا ہے۔

فرمایا کہ شغل کی نگہداشت میں اس امر کی خبر رکھے کہ سانس کے اندر جانے اور باہر آنے سے باخبر ہو، تاکہ "حضور مع اللہ" کی نسبت میں کسی قسم کا فتور پیدا نہ ہو، یہاں تک کہ ایسے مقام تک پہنچ جائے کہ اس نگہداشت کے تکلف کے بغیر ہی یہ نسبت اس کے دل میں حاضر ہو جائے، اور پھر اس صفت کو بہ تکلف وسعی بھی دل سے دور نہ کر سکے۔[1]

فرمایا: بعض بزرگان دین نے فرمایا ہے کہ ہر نماز کے بعد ایک ساعت ہے کہ اس ساعت کو بہترین اشغال میں صرف کرے، بعض کا قول ہے کہ بہترین اعمال محاسبہ ہے۔ اگر تمام روز عبادت میں صرف ہوا ہے تو شکر ادا کرے اور اگر معصیت میں صرف ہوا ہے تو استغفار کرے۔

فرمایا: کہ اعمال و اخلاق کا اثر جمادات پر بھی پڑتا ہے۔ چنانچہ اگر کوئی شخص ایسی جگہ نماز پڑھے جہاں اعمال و اخلاق ناپسندیدہ ہوتے ہیں تو وہ نماز ایسی پُر برکت و انوار نہ ہوگی جیسی کہ اگر ایسی جگہ ادا ہو جہاں ارباب جمعیت کا اثر پہنچا ہو یہی وجہ ہے کہ مسجد حرام کی ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہوتا ہے۔

فرمایا کہ شیخ ابو طالب مکی کا مقولہ ہے کہ کوشش کر کہ کوئی آرزو اللہ تعالیٰ کے سوا تیرے دل میں نہ رہے۔ اور اگر یہ بات حاصل ہو گئی تو تیرا کام پورا ہو گیا۔ پھر چاہیے

(۱) نفحات الانس ص ۶۴۳

احوال و مواجید و کشف و کرامات ظاہر ہوں یا نہ ہوں، کچھ غم نہیں۔

فرمایا: زندگی سے اسی شخص کو فائدہ ہے جس کا دل دنیا سے سرد ہے اور ذکر الٰہی سے گرم رہتاہے، اس کے قلب کی حرارت اس کو اتنا موقع نہیں دیتی کہ دنیا کی محبت اس کے گرد پھرے۔ اور وہ اس حال تک پہنچ جاتا ہے کہ اس کی فکر اور اندیشہ خدا کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا۔

فرمایا: بعد نماز عشاء جب نیند غلبہ کرے تو تین مرتبہ قُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ تین مرتبہ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور تین مرتبہ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ پڑھے اور اس کا ثواب جمیع اہل قبور کو جو کہ منتظر زندوں کے رہتے ہیں پہنچادے تاکہ ان کو آسائش پہنچے اور اللہ تعالےٰ اس پر بخشش و رحمت کرے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اِرْحَمْ تُرْحَمْ ؎

خدا را بر آں بندہ بخشائش است
کہ خلق از وجودش در آسائش است (۱)

مولانا جامیؒ نے زمانہ طالبعلمی میں حضرت عبید اللہ احرارؒ کی بزرگی کا حال سن کر ان کی خدمت میں حاضر ہوئے، دیکھا تو وہاں پورا شاہانہ انداز تھا۔ مولانا جامیؒ کو خطرہ ہوا کہ یہ شخص ولی اور عارف کیا ہوگا، جس کے یہاں اس قدر دنیا بھری ہوئی ہے ولی کو تو فقیر ہونا چاہئے۔ اس خطرہ (احساس) کو مزید قوت و زیادتی ہوئی تو آپ نے برملا حضرت خواجہ احرارؒ کے منہ پر کہہ دیا ع

نہ مرد است آں کہ دنیا دوست دارد

یعنی جو شخص دنیا کو دوست رکھے وہ مرد خدا نہیں۔

---

(۱) مشائخ نقشبند ص ۱۲۰، ۱۲۲

اور یہ کہہ کر وہاں ٹھہرے بھی نہیں، آکر مسجد میں لیٹ رہے۔ یہاں ان کی آنکھ لگ گئی تو خواب میں دیکھتے ہیں کہ میدان حشر قائم ہے اور ایک شخص مولانا جامیؒ کے سر ہو رہا ہے کہ میرا آپ کے ذمہ فلاں حق ہے وہ ادا کیجئے۔ آپ کہتے ہیں کہ بھائی میرے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے۔ اس نے کہا، پھر میں آپ کی یہ نیکیاں لوں گا۔ یہ بڑے پریشان تھے کہ اتنے میں حضرت خواجہ عبید اللہ احرارؒ کی سواری سامنے سے گزری، انھوں نے مولانا جامیؒ کو اس حال میں دیکھ کر اپنی سواری روک لی اور پوچھا، کیا قصہ ہے؟ حقدار نے اپنا مطالبہ بیان کیا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ شخص میرا مہمان ہے اس کو تنگ نہ کرو اور جو کچھ لینا ہو ہمارے خزانہ سے لے لو۔ اتنے میں ہیبت سے ان کی آنکھ کھل گئی تو دیکھا کہ خواجہ احرارؒ نماز کیلئے سواری پر آرہے ہیں۔ مولانا جامیؒ کے دل میں خواجہ احرارؒ کا رعب اور ان کی ہیبت جم گئی۔ اور یہ سمجھے کہ واقعی یہ شخص خالی نہیں ہے بلکہ یہ شخص بڑا ہی صاحب ظرف ہے جس کو دنیا خدا سے غافل نہیں کر سکتی۔ مولانا جامیؒ بے ساختہ دوڑ کر قدموں پر جا گرے اور قصور کی معافی چاہنے لگے انھوں نے ہنس کر فرمایا کہ میاں خواب وخیال پر اعتماد نہیں کیا کرتے۔ اب تو ان کو اور بھی اعتقاد بڑھا کہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ خواب بھی آپ کا تصرف تھا، اگر تصرف نہ تھا تو آپ کا کشف ہی بہت صحیح ہے۔ اور معافی چاہنے کے بعد سلسلہ میں داخل ہونے کی درخواست کی۔ خواجہ احرارؒ نے فرمایا کہ ذرا ہم کو اپنا وہ مصرعہ سناؤ جو تم نے آتے ہی پڑھا تھا۔ مولانا جامیؒ نے عرض کیا کہ حضور، وہ تو میری جہالت تھی اب میری کیا مجال ہے کہ ایسی بات زبان سے نکالوں۔ آپ نے فرمایا، یہ بے ادبی نہیں ہے بلکہ میرا حکم ہے۔ الامر فوق الادب۔ غرض انھوں نے مجبور ہو کر پڑھا ع

نہ مرد ست آں کہ دنیا دوست دارد

خواجہ احرارؒ نے بے ساختہ دوسرا مصرعہ فرمایا ع

اگر دارد برائے دوست دارد

یعنی اگر دوست رکھتا ہے تو محبوب حقیقی کے واسطے دوست رکھتا ہے۔ (۱)

وفات | ۲۹ ربیع الاول ۹۰۵ھ سمرقند (روس) میں انتقال ہوا۔

حضرت مولانا محمد زاہد قدس سرہٗ

حضرت مولانا محمد زاہد صاحب قدس سرہ کا انتساب حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہ سے ہے۔ آپ حضرت مولانا یعقوب چرخی کے رشتہ دار بلکہ مشہور ہے کہ نواسے تھے۔ اور ان کے کسی خلیفہ سے ذکر و تعلیم حاصل کرکے گوشہ اختیار کیا اور مشغولِ ریاضت و مجاہدہ ہوئے۔ بعد ازاں حضرت خواجہ عبید اللہ احرار کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ مولانا زاہد نے اپنے حالات و مقامات کو حضرت کے سامنے بیان کرکے درخواستِ بیعت کی۔ چنانچہ حضرت خواجہ احرار نے آپ کو بیعت کرکے اپنی توجہ و تصرف سے اسی مجلس میں کمال و تکمیل کو پہنچا کر کے اپنی خلافت عطا فرمائی، اور وہیں سے رخصت کر دیا۔ اس پر حضرت خواجہ احرار کے پرانے لوگوں کو غیرت آئی کہ مولانا زاہد کو اول ہی فرصت میں خلافت دیدی اور ہم برسوں سے ٹھہرے ہوئے ہیں ہمارے حال پر کچھ خیال نہیں فرماتے۔ خواجہ احرارؒ نے فرمایا کہ مولانا محمد زاہد چراغ بتی درست کرکے لائے تھے، میں نے صرف اس کو روشن کر دیا اور رخصت

---

(۱) خطبات حکیم الامتؒ مولانا اشرف علی تھانویؒ، فضائل علم، بترتیب جدید ص ۶۲۰۶۱۔ ناشر: مکتبہ اشرفیہ ۳۶/۱ محمد علی روڈ۔ بمبئی ۳ ۔ طباعت اول ۱۴۱۷ھ مطابق ۱۹۹۷ء

کر دیا۔ یہ معاملہ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے تصرف عظیم اور حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے کمال علو استعداد اور قابلیت کی دلیل ہے۔(۱)

وفات آپ کی وفات غرہ ربیع الاول ۹۳۶ھ کو ہوئی۔ موضع وخش (روس) میں جو متصل حصار ہے آپ مدفون ہوئے۔(۲) نور اللہ مرقدہٗ۔

حضرت مولانا درویش محمد رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا درویش محمدؒ کو اپنے ماموں محمد درویشؒ سے انتساب تھا۔ کہتے ہیں کہ بیعت سے پندرہ سال قبل زہد و ریاضت میں مشغول رہے۔ بحالت تجرید و تفرید بیخور و خواب ویرانوں میں رہا کرتے تھے۔ ایک روز بھوک سے نہایت لاچار ہوئے اور آسمان کی جانب منہ اٹھایا، اسی اثنار میں حضرت خضر علیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا کہ صبر و قناعت مطلوب ہے تو خواجہ محمد زاہد کی خدمت میں حاضر ہو، کہ تم کو صبر و توکل سکھادیں گے۔ پس حضرت مولانا ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مرتبۂ کمال و تکمیل کو پہنچے۔ اور ان کے انتقال کے بعد بالاستقلال ان کے نائب ہوئے ورع و تقویٰ و تحمل بعزیمت اور حفظ نسبت میں شان عظیم رکھتے تھے۔ گمنامی اور ستر احوال کے حد درجہ ملتزم تھے۔ آپ قرآن مجید کا درس دیتے تھے۔

نقل ہے کہ ایک مرتبہ وہاں ترکی مشائخ میں سے کسی کا گزر ہوا۔ انھوں نے کہا کہ یہاں کسی مرد کی خوشبو آتی ہے، اور مولانا درویش محمد کی جانب اشارہ کیا۔(۳)

---

(۱) مشائخ نقشبندیہ ص ۱۲۶ - (۲) ص ۱۲۷ (۳) ص ۱۲۸

وفات حضرت مولانا درویش محمدؒ کی وفات ۱۹ ار محرم الحرام ۹۷۰ھ کو ہوئی۔ موضع استقرار مضافات شہر ماوراء النہر (روس) میں آپ کا مرقد ہے۔(۱)

حضرت مولانا خواجگی امکنی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کو اپنے والد بزرگوار حضرت خواجہ درویش محمدؒ سے انتساب ہے اور انہی کی تربیت سے مقام تکمیل وارشاد کو پہنچے۔ تیس سال تک اپنے والد کی مسند مشیخت پر متمکن رہے۔ اور آنے جانے والوں کی خدمت کیا کرتے تھے۔ باوجودیکہ آپ نہایت معمر ہو گئے تھے اور آپ کے ہاتھ کانپتے تھے لیکن مہمانوں کے واسطے خود کھانا لاتے تھے بلکہ بسا اوقات مہمانوں کے خادم اور سواریوں کی بھی خود خبر گیری کیا کرتے تھے۔ اور طریقہ نقشبندیہ کی نہایت رعایت فرماتے۔ ذکر جہر وغیرہ جو طریقہ میں محدثات میں سے ہو گئے تھے ان سے پرہیز واحتراز کرتے تھے۔ ان کی خوارق عادات واشراق قلوب بہت زیادہ مشہور تھے اور اپنے وقت میں مرجع طلاب تھے۔ علماء وفضلاء، امراء، وفقراء ان کی خدمت میں استفاضہ واستفادہ کیلئے حاضر ہوا کرتے تھے۔ بلکہ ملوک وسلاطین خاک آستانۂ عالیہ کو سرمہ بناتے تھے۔

نقل ہے کہ ایک درویش نے بیان کیا کہ میں ایک شب حضرت خواجہؒ کے ہمراہ پا برہنہ جا رہا تھا۔ ناگاہ میرے پاؤں میں کانٹا چبھ گیا۔ آپ نے فرمایا کہ اے برادر جب تک کانٹا نہیں لگتا، پھول ہاتھ نہیں آتا۔

نقل ہے کہ ایک مرتبہ تین طالبعلم آپ کی خدمت میں روانہ ہوئے اور ہر ایک نے

---

(۱) مشائخ نقشبندیہ صفحہ ۱۲۸

اپنے اپنے دل میں علیحدہ علیحدہ نیت کی کہ اگر حضرت خواجہ نے فلاں طعام کی ضیافت کی تب میں ان کو صاحبِ کرامت سمجھوں گا۔ دوسرے نے کہا کہ اگر مجھ کو فلاں میوہ دیں تب میں ان کو ولی سمجھوں گا۔ تیسرے نے کہا کہ اگر فلاں خوبصورت لڑکا میرے پاس آجائے تب صاحبِ خارق سمجھوں گا۔ جب یہ تینوں خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو حضرت نے اول کے دونوں کی خواہشات پوری کردیں اور تیسرے سے کہا کہ درویشوں کے جو حالات اور کمالات نصیب ہوتے ہیں تو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شریعت کی اتباع اور پیروی سے حاصل ہوتے ہیں، ان سے امر نامشروع صادر نہیں ہوتا پھر سب سے مخاطب ہو کر فرمایا، ان لوگوں کے پاس امر مباح کے واسطے بھی نہ آئے کیونکہ ان کے احوال بھی مختلف ہوتے ہیں۔ اکثر ایسی باتوں کی طرف متوجہ نہیں ہوتے ایسی حالت میں آنے والوں کے واسطے نقصان ہے اور ان سے محرومی ہوتی ہے فرمایا کہ کرامت کا چنداں اعتبار نہیں ہے، ان کے پاس خالصۃً للہ آنا چاہیے کہ ان کے باطن سے حصہ ملے(۱)۔

ف: سبحان اللہ، کیسی اہم تعلیم فرمائی جو ہم سب لوگوں کے لئے بھی مفید ہے۔ (مرتب)

وفات آپ ۹۱۸ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۰۰۸ھ میں امکنگ (روس) میں رحلت فرمائی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃ

---

(۱) مشائخ نقشبندیہ مجددیہ ص ۱۲۸ تا ص ۱۳۰

حضرت خواجہ باقی باللہ رحمہ اللہ تعالٰے

حضرت خواجہ باقی باللہ ۹۷۱ سنہ ھ میں کابل میں پیدا ہوئے تھے۔ ان کے والد ماجد قاضی عبدالسلام علم وفضل میں ممتاز تھے۔ فقہ وحدیث میں کمال رکھتے تھے۔ انھوں نے اپنے بیٹے کی تعلیم وتربیت کی طرف خاص توجہ کی۔ خواجہ محمد باقی نے ملا صادق حلوائیؒ سے جو مشہور فاضل تھے تلمذ کیا۔ دوران درس میں ایک مجذوب نے خواجہ صاحبؒ کو مخاطب کر کے کہا ؎

در کنز[1] وہدایہ نتواں یافت خدارا
آئینۂ دل بیں کہ کتابے بہ ازیں نیست

اس شعر کا سننا تھا کہ خواجہ صاحبؒ کا دل علوم ظاہری سے گھبرا گیا اور مرشد کامل کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔ عرصہ تک صحرانوردی کرتے رہے۔ مختلف بزرگوں کی خدمت میں رہ کر فیض حاصل کیا، اور بالآخر ایک روحانی اشارے پر ہندوستان کا رُخ کیا اور یہاں آکر نقشبندیہ سلسلہ کے فیض کو خاص وعام تک پہنچا دیا۔

خافی خاں نے لکھا ہے :-

" حضرت خواجہ باقی باللہ دراں عہد از مقتدائے زماں بودہ، صفات ذاتی وکسبی وخوارق ایشاں زیادہ ازان است کہ زبان قلم دادہ شود[2]

---

(۱) ترجمہ، کنز وہدایہ میں حق تعالیٰ کو نہیں پا سکتے، اس کے لئے دل کی کتاب دیکھو! کیونکہ کوئی کتاب اس سے بہتر نہیں ہے۔

(۱) حیات شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ، خلیق احمد نظامی ص ۱۳۸

علم باطن کی طرف توجہ بعدہٗ علم باطن کی طرف توجہ ہوئی۔ آپ یوں تو اویسی المشرب تھے، یعنی آپ کی تربیت باطنی حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت خواجہ بہاء الدین رحمہ اللہ کی روحانیت سے ہوئی تھی، لیکن ظاہر میں بھی کسی شیخ کامل کی تلاش تھی۔ ابتداءً ماوراء النہر ہی میں جو درویشوں کا مخزن ومعدن بنا ہوا تھا بہت سے مشائخ کے ہاتھوں پر توبہ کی، اس کے بعد ہندوستان تشریف لائے، یہاں آپ کے بعض دوستوں نے جو اعلیٰ مناصب پر فائز تھے آپ کو مجبور کیا کہ آپ فوج میں ملازمت کرلیں۔ لیکن قدرت کو آپ سے سرزمین ہند میں ایک بڑا کام لینا تھا، اس لئے دنیاوی وجاہت کی طرف توجہ نہ کرتے ہوئے آپ نے صاف انکار فرمایا۔ اس عرصہ میں اصحاب معرفت اور ارباب محبت کی کتابوں کا آپ نے مطالعہ کیا ان کتابوں کے مطالعہ نے آپ کے اندر ایک نئی روح پھونک دی اور آپ ہمہ تن فقر و درویشی کی طرف متوجہ ہو گئے۔

جستجوئے شیخ ہندوستان آکر بھی آپ نے مشائخ کی جستجو جاری رکھی۔ آخر میں حقائق پناہ ارشاد دستگاہ حضرت مولانا خواجگی امکنگی قدس سرہ العزیز کی خدمت میں پہنچ گئے اور ان کی خدمت میں خواجگان نقشبندیہ کا طریقہ اخذ کیا۔ یہ بزرگ ماوراء النہر میں مقیم تھے۔

جب حضرت مولانا امکنگی کی خدمت میں پہنچے، انھوں نے حضرت خواجہ کے احوال بلند کا مشاہدہ کیا۔ تین شبانہ روز تخلیہ میں ان کی طرف خاص توجہ فرمائی اور بعض فوائد کی اطلاع دے کر فرمایا کہ تمھارا کام اللہ تعالیٰ کی عنایت اور بزرگوں کی شفقت سے انجام پذیر ہو گیا۔ اب تم کو چاہئے کہ اس سلسلۂ علیہ کی اشاعت کے لئے ہندوستان جاؤ، تاکہ وہاں یہ سلسلہ رونق پائے اور تمھاری

برکتِ تربیت سے "مستفیدانِ عالی مقدار بروئے کار آئیں۔ حضرت خواجہؒ نے از روئے انکساری ہر چند معذرت کی، لیکن حضرت مولانا کا برابر یہی اصرار رہا۔ حضرت مولانا امکنگیؒ کے اقربا میں سے ایک درویش کا بیان ہے کہ جب حضرت مولانا کے قدیم الخدمت اور صاحب نسبت مریدوں نے یہ سنا کہ حضرت مولانا نے چند روز میں حضرت خواجہ کو خلافت واجازت کاملہ دے کر کشور ہندوستان کو رخصت فرمایا ہے تو وہ لوگ کچھ ملول ہوئے اور آپس میں چہ میگوئیاں کرنے لگے۔ جب حضرت مولاناؒ کو اس کا پتہ چلا تو فرمایا کہ تمھیں خبر نہیں ہے، یہ شخص اپنا کام پورا کر کے یہاں آیا تھا، میرے پاس تو اس شخص نے فقط تصحیح احوال کی ہے اور بس۔

یقیناً جو اس طرح کا کمال رکھتا ہو گا وہ اسی طرح جلد کامیاب ہو کر واپس ہو گا۔

فارسی کے الفاظ یہ ہیں:۔

" لاجرم ہر کہ چناں آید چنیں رود "[1]

احوال رفیعہ آپ اعلیٰ درجہ کے صاحب وجد و ذوق، نہایت متواضع و منکسر مزاج تھے۔ اغیار اور نامحرموں سے اپنے احوال رفیعہ کو چھپانے کی کوشش کرتے اور اپنے کو مقامِ ارشاد کا مستحق نہیں سمجھتے تھے۔ اور اگر کوئی آپ کے پاس باطنی استفادہ کے لئے حاضر ہوتا تو آپ اس سے فرماتے کہ میرے پاس تو کچھ نہیں ہے، اس لئے آپ کسی اور بزرگ سے رجوع کریں، اور اگر آپ کو کوئی شخصیت مل جائے تو مجھے بھی خبر کر دیں۔ غرض آپ دعویٰ سے دور رہ کر آنے والوں کی خدمت و تالیف قلب میں مشغول رہتے تھے۔ آپ کو عجیب و غریب کیفیت روحانی اور قوت تاثیر حاصل تھی جس پر آپ کی نظر پڑ جاتی اس کے حالات بدل جاتے اور پہلی ہی صحبت میں اسے ذوق و شوق

---

(۱) تذکرہ خواجہ باقی باللہؒ مؤلفہ مولانا نسیم احمد فریدی۔ ماخوذ از "اقوال سلف ج ۳/ ۴۷-۴۹"

اور اہلِ محبت کی روحانی کیفیات حاصل ہو جاتیں اور پہلی توجہ و تلقین میں طالبین کا قلب جاری ہو جاتا تھا۔ آپ کا فیض اور مخلوق پر شفقت سب کیلئے اس قدر عام تھی کہ، کہا جاتا ہے کہ آپ کے پڑوس میں رہنے والا ایک نوجوان ہر قسم کی برائیوں کا ارتکاب کرتا تھا، مگر باخبر ہونے کے باوجود آپ اسے برداشت کرتے رہے۔ کسی موقع پر ان کے مرید خواجہ حسام الدین دہلوی رح نے حکام سے اس کی شکایت کی اور انھوں نے پکڑ کر اسے بند کر دیا۔ جب شیخ کو معلوم ہوا تو وہ اپنے مرید پر ناراض ہوئے اور ان سے باز پرس کی۔ انھوں نے عرض کیا "حضرت وہ بڑا ہی فاسق ہے"۔ اس پر آپ نے ایک آہ سرد بھری اور فرمایا کہ جی ہاں، آپ لوگ اہل صلاح و تقویٰ تھے اس لئے آپ نے اس کا فسق و فجور محسوس کر لیا، مگر ہم تو اپنے کو اس سے بہتر نہیں سمجھتے، اس لئے اپنی ذات کو چھوڑ کر حکام تک اس کی شکایت نہیں لے گئے۔ پھر آپ کی کوشش سے حکام نے اسے رہا کیا اور وہ تائب ہو کر اہل صلاح میں سے ہو گیا۔

جب آپ کے کسی مرید سے کوئی غلطی ہوتی تو اس کے بارے میں فرماتے کہ یہ میری ہی غلطی تھی جو بالواسطہ اس سے ظاہر ہوئی۔(1)

صاحب "زبدۃ المقامات" لکھتے ہیں: جس زمانہ میں لاہور میں قحط کا دور دورہ تھا، حضرت خواجہ اس وقت لاہور میں مقیم تھے، مخلوق کی بھوک اور ان کے فاقوں سے متاثر ہو کر حضرتؒ نے چند روز کھانا نہیں تناول فرمایا۔ ان ایام میں جس وقت حضرت کے سامنے کھانا حاضر کیا جاتا تو فرماتے، "یہ انصاف کی بات نہیں ہے کہ لوگ بھوک کی سختی سے گلی کوچوں میں تڑپ تڑپ کر جان دے رہے ہوں اور میں کھانا کھاؤں"۔

---

(1) دعوت و عزیمت ۴/۱۴۶، بحوالہ "اقوال سلف ۲/ ۵۰، ۵۱

بالآخر تمام کھانا بھوکوں کو بھجوا دیتے اور خود بھوک اور فاقے میں بسر کرتے۔(۱)

تاثیر توجہ ایک مرتبہ آپ کے خلیفہ حضرت مجدد الف ثانی رحؒ نے ایام رمضان میں شب کے وقت ایک خادم کے ہاتھ حضرت خواجہ رحؒ کے پاس فالودہ بھیجا۔ وہ سادہ وضع آدمی تھا، سیدھا خاص دروازہ تک چلا گیا۔ اس وقت حضرت خواجہؒ نے بوجہ شفقت اور کسی کو نہ اٹھایا اور خود ہی فالودہ لینے چلے گئے۔ اور لیکر اس سے پوچھا کہ تیرا نام کیا ہے؟ اس نے عرض کیا، مجھے "بابا" کہتے ہیں۔ حضرت خواجہؒ نے فرمایا، تو ہمارے شیخ احمد سرہندی کا خادم ہے، تو ہمارا ہی ہے۔ جیسے ہی وہ واپس ہوا "جذب وسکر نسبت" اس پر غالب ہو گیا اور وہ چلاتا ہوا گرتے پڑتے حضرت مجدد الف ثانی رحؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت نے ماجرا پوچھا تو اس نے بیان کیا کہ زمین و آسمان اور شجر و حجر سب جگہ ایسا نور بیرنگ نظر آتا ہے کہ میں بیان نہیں کر سکتا۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت خواجہ کا سامنا اس بیچارے سے ہو گیا اور پرتو آفتاب اس ذرہ پر پڑ گیا۔(۲)

حضرت خواجہ کے چند ملفوظات حضرت والاؒ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی سالک مقام معصیت میں پھنسا ہوا ہے یا دنیا کی طرف اس کی رغبت ہے تو اس کا سبب چند اسباب میں سے کوئی ایک ضرور ہوگا۔ ۱ وہ ضرورت کے مطابق معاش پر اکتفا نہ کرتا ہوگا۔ ۲ یا عوام سے اختلاط رکھتا ہے۔ ۳ یا اس کے اوقات ذکر حق سبحانہ، سے معمور نہیں۔ ۴ یا خدا سے غیر خدا کا طالب ہے۔ ۵ یا وہ اپنے نفس سے مجاہدہ نہیں کرتا ہے ۶ یا وہ اپنے اوپر اور اپنے احوال اور اپنی قوت پر نظر رکھتا ہے۔ ۷ احکام ازلیہ پر سر تسلیم خم نہیں کئے ہوئے ہے۔

---

(۱) تذکرہ خواجہ باقی باللہ رحؒ، مولانا نسیم احمد امروہی

(۲) مشائخ نقشبندیہ صـ۱۳۳، صـ۱۳۴

فرمایا: توکل یہ نہیں ہے کہ ترکِ اسباب کردے اور ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جائے، کیونکہ یہ بے ادبی ہے۔ بلکہ توکل نام اس کا ہے کہ سبب کو قائم و مقرر کرے، مثلاً کتابت وغیرہ۔ البتہ سبب پر نظر نہ جمائے اور اس پر بھروسہ نہ کرے۔ سبب مثل دروازہ کے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسبب تک پہنچنے کیلئے بنایا ہے۔

فرمایا: باری تعالیٰ کی جانب متوجہ ہونے والوں کو کشف مطلق درکار نہیں، کیونکہ کشف دو قسم کا ہے۔ ایک دنیوی، وہ تو بالکل ہی غیر ضروری ہے۔ دوسرا اُخروی، وہ کتاب و سنت میں واضح طور پر موجود ہے۔ عمل کیلئے وہی کافی ہے، اور کوئی کشف اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ ف: ماشاء اللہ کیا خوب حقیقت بیان فرمائی۔

فرمایا: کہ اعتقاد درست، رعایتِ احکامِ شریعت، اخلاص اور دوام توجہ بجناب حق سبحانہ، عظیم ترین نعمت ہے۔ اس نعمت عظمیٰ کے برابر کوئی ذوق و وجدان نہیں ہے۔ ف: سبحان اللہ نعمت عظمیٰ کی شناخت یہ بھی عظیم نعمت ہے۔

حضرت خواجہ باقی باللہ رح کو اس درجہ اس مقام فنا و بقا میں ترقی نصیب ہوئی کہ بجائے نام عبدالباقی کے باقی باللہ مشہور خلائق ہیں۔ مگر بعد میں ترقی ہوئی تو فرمایا کہ "توحید کوچہ تنگ است شاہراہ دیگر است"۔ یعنی مقام وحدۃ الوجود تنگ راستہ ہے، شاہراہ یعنی راستہ فرمودہ انبیاء علیہم السلام اور ہے۔(۱)

وفات میدان فنا الفنار کا یہ شہسوار جہراً اللہ اللہ کرتا ہوا ۱۲ـ۱۰ھ کو واصل بحق ہوا ذات باقی سے عشق و تعلق کی بناء پر کائنات کے ذرے ذرے نے اس کے نام کے بقائے دوام کی شہادت دی اور دنیا نے باقی باللہ کہہ کر اس کو پکارا۔ برّد اللہ مضجعہٗ ؎

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

(۱) معیار السلوک دافع الاوہام والشکوک، شاہ محمد ہدایت علی نقشبندی مجددی جے پوری ۱۳۱۳ھ مطبع انتظامی، کانپور
(۲) تذکرہ حضرت خواجہ باقی باللہ۔ ع مثلاً کتاب کی تجارت و طباعت وغیرہ۔

حضرت امامِ ربانی مجدد شیخ احمد فاروقی سرہندی قدس سرہٗ

گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے — جس کے نفس گرم سے ہے گرمیٔ احرار
وہ ہند میں سرمایۂ ملت کا نگہباں — اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار

نام و نسب

نام مبارک آپ کا احمد۔ آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی عبدالاحد، نسب شریف آپ کا اٹھائیس واسطہ سے امیر المؤمنین فاروق اعظم عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔ اس نسب اقدس پر خود حضرت کو بھی ناز تھا۔ آپ کے آباء کرام میں بڑے بڑے علماء کاملین اور فقراء واصلین گزرے ہیں۔ خصوصاً آپ کے والد ماجد حضرت مخدوم عبدالاحد بہت بڑے عالم اور سلسلۂ چشتیہ میں بڑے صاحب نسبت بزرگ تھے، حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ کے صاحبزادے حضرت رکن الدینؒ کے خلفاء میں سے تھے۔ اور طریقۂ قادریہ میں بھی صاحب اجازت تھے۔ تمام کتب درسیہ منقولات اور معقولات کا درس دیتے تھے اور مریدوں کو فیوض باطنی سے سیراب فرمایا کرتے تھے۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

وطن اور ولادت سراپا بشارت

وطن قدیم آپ کے آبائے کرام کا مدینہ طیبہ کے بعد شہر کابل تھا۔ مگر کوئی بزرگ ہندوستان تشریف لائے اور مقام سرہند ان کو پسند آیا، وہیں سکونت پذیر ہو گئے اور وہیں آپ کی ولادت باسعادت ظہور میں آئی اور وہیں آپ کی اولاد و احفاد کا مدت دراز تک قیام رہا۔

ولادت سراپا بشارت ۱۴ر شوال ۹۷۱ھ جمعہ بوقت نصف شب ہوئی آپ کی ولادت سے پہلے آپ کے والد ماجد نے ایک عجیب خواب دیکھا کہ تمام جہان میں ظلمت پھیلی ہوئی ہے۔ سور، بندر اور ریچھ لوگوں کو ہلاک کر رہے ہیں۔ یکایک

میرے سینہ سے ایک نور نکلا اور اس میں ایک تخت ظاہر ہوا، اس تخت پر ایک شخص تکیہ لگائے بیٹھا ہے، اس کے سامنے تمام ظالموں اور زندیقوں اور ملحدوں کو بھیڑ بکری کی طرح ذبح کیا جا رہا ہے۔ اور کوئی شخص بلند آواز سے کہہ رہا ہے جَاءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا۔

صبح کو حضرت مخدوم نے اس خواب کی تعبیر حضرت شاہ کمال کیتھلیؒ سے دریافت کی۔ انھوں نے فرمایا کہ تمہارے ایک لڑکا پیدا ہوگا، اس سے الحاد و بدعت کی ظلمت دور ہوگی۔ سبحان اللہ، کیسا سچا خواب تھا اور کیسی صحیح تعبیر تھی۔

تحصیل علم حفظ قرآن مجید سے فارغ ہونے کے بعد جس میں آپ کا بہت کم وقت صرف ہوا تھا، تحصیل علم میں مشغول ہوئے۔ اکثر کتب درسیہ اپنے والد بزرگوار سے اور کچھ سرہند کے دوسرے علماء سے پڑھیں۔ تصوف کی کتابیں بھی مثل تعرف اور عوارف المعارف اور فصوص الحکم وغیرہ اپنے والد ہی سے پڑھیں۔ کتب حدیث کی سند حضرت شیخ یعقوب کشمیریؒ سے حاصل کی۔ اور اس زمانہ کے ایک مقدس عالم حضرت قاضی بہلول بدخشانیؒ سے حدیث و تفسیر کا درس لیا اور سند حاصل کی۔

تحصیل طریقت ابتداءً آپ نے طریقۂ چشتیہ میں اپنے والد بزرگوار سے بیعت کی اور اس کا سلوک تمام کیا۔ پھر طریقۂ قادریہ بھی اخذ کیا بیعت اور تعلیم طریقۂ قادریہ کی اپنے والد سے پائی اور خرقۂ خلافت حضرت شاہ سکندر نبیرۂ حضرت شاہ کمال کیتھلیؒ سے حاصل کیا۔ المختصر سترہ برس کی عمر میں

آپ جامع الکمالات ظاہری و باطنی بن کر اپنے والد کے سامنے ہی کتب درسیہ کی تعلیم اور طریقہ کی تلقین فرمانے لگے۔

بایں ہمہ کمالات طریقۂ نقشبندیہ کی طلب آپ کے قلب اطہر میں موجزن ہوئی اور یہ طلب بڑھتے بڑھتے عشق کی حد تک پہنچ گئی اور یہ عشق اندر ہی اندر اپنا کام کرتا رہا، یہاں تک کہ ۱۰۰۷ھ میں جب کہ آپ کے والد بزرگوار نے اس دارفانی سے رحلت فرمائی اور آپ بارادۂ حج بیت اللہ اپنے وطن مبارک سے روانہ ہو کر دہلی پہنچے تو ملا حسن کشمیری ؒ سے ملاقات ہوئی۔ انھوں نے بر سبیل تذکرہ حضرت خواجہ باقی باللہ نقشبندی احراری ؒ کا ذکر کیا۔ ان کا ذکر سن کر حضرت امام ربانی کا عجیب حال ہوا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ آپ خواجہ سے ملنے گئے۔ حضرت خواجہ کی طبیعت بہت دیر آشنا تھی۔ مگر خلاف عادت حضرت امام سے پہلی ہی ملاقات میں بہت بشاشت و محبت سے ملے اور حج کا ارادہ سن کر فرمایا کہ حج تو موجب سعادت دارین ہے لیکن کوئی مانع نہ ہو تو کم سے کم ایک مہینہ یا کچھ نہیں تو ایک ہفتہ ہماری صحبت میں قیام کرو۔ حضرت نے بلا عذر قبول فرمالیا۔

ف: میرا خیال ہے کہ حج نفلی رہا ہوگا اور تحصیل نسبت مع اللہ تو فرض ہے اسی لئے آپ نے اپنے پاس قیام کرنے کا امر فرمایا۔

حضرت خواجہ کی صحبت نے اس قدر تیزی کے ساتھ اثر کیا کہ دو ہی دن کے بعد آپ نے بیعت کی درخواست کی۔ حضرت خواجہ ؒ نے خلاف معمول فوراً آپ کو داخل سلسلہ کر لیا۔ اور ذکر کی تلقین فرما کر قلب پر توجہ کی۔ قلب اسی وقت ذکر میں مشغول ہو گیا۔ حضرت امام نے ڈھائی مہینہ دہلی میں قیام فرمایا اس قلیل مدت میں نسبت نقشبندیہ کامل طور پر حاصل ہو گئی۔ نسبت نقشبندیہ

نام ہے "دوامِ حضور و آگاہی" کا جس کے ساتھ غیبت بالکل نہ ہو۔ اسی چیز کو حدیث نبوی میں کَاَنَّکَ تَرَاہُ کے الفاظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ (یعنی اللہ کی عبادت اس طرح کرو جیسے تم اس کو دیکھ رہے ہو۔)

اس کے بعد حضرت امام دو مرتبہ اور سرہند سے دہلی اپنے مرشد کامل کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہ کل تین صحبتیں اپنے شیخ کی آپ کیلئے کافی ہو گئیں۔ پہلی مرتبہ حضرت خواجہؒ نے خوشخبری سنائی کہ تم کو نسبت نقشبندیہ کامل طور پر حاصل ہو گئی اور تقرب الٰہی کے یوماً فیوماً ترقی کرنے کی امید ہے دوسری مرتبہ خلعتِ خلافت عطا فرمائی اور طالبانِ خدا کو تعلیم طریقت اور ارشاد و ہدایت کی اجازت دی اور اپنے مخصوص ترین اصحاب کو تعلیم طریقت کے لئے آپ کے سپرد کیا اور بڑی بڑی عظیم الشان بشارتیں عطا فرمائیں اور اپنے حلقۂ توجہ میں آپ کو سرِ حلقہ بنا کر بٹھایا اور مریدین سے فرمایا کہ انکی موجودگی میں کوئی شخص میری طرف متوجہ نہ ہوا کرے۔ اس حکم کی تعمیل میں بعض کو متامل دیکھا تو فرمایا کہ شیخ احمد وہ آفتاب ہیں جس کی روشنی میں ہم جیسے ہزاروں ستارے گم ہیں۔

رخصت کرتے وقت فرمایا کہ اب ضعف بہت معلوم ہوتا ہے، امید حیات بہت کم ہے اور اپنے دونوں صاحبزادوں حضرت خواجہ عبید اللہ و حضرت خواجہ عبداللہ کو جو اس وقت شیر خوار تھے، اپنے سامنے حضرت امام ربانی سے توجہ دلائی اور فرمایا کہ انکی ماؤں کو بھی غائبانہ توجہ دیجئے۔ چنانچہ آپ نے توجہ دی اور توجہ کا اثر بھی اسی وقت ظاہر ہوا۔

حضرت امام ربانی جب تیسری بار حضرت خواجہ سے رخصت ہونے

لگے تو حضرت خواجہ رح نے فرمایا کہ جب میں نے ہندوستان آنے کا ارادہ کیا تو استخارہ کیا، استخارہ کے بعد معلوم ہوا کہ ایک خوبصورت طوطی جو بہت میٹھی باتیں کرتا ہے میرے ہاتھ پر آکر بیٹھ گیا اور میں اپنا لعاب دہن اس کے منہ میں ڈال رہا ہوں اور وہ اپنی منقار سے شکر میرے منہ میں دے رہا ہے۔ میں نے اپنے پیر مرشد حضرت خواجہ امکنگی رح سے یہ واقعہ بیان کیا تو حضرت پیر مرشد نے فرمایا کہ طوطی ہندوستان کا جانور ہے، ہندوستان میں تمھاری تربیت سے کوئی ایسا شخص ظاہر ہوگا جس سے ایک عالم منور ہو جائے گا اور تم کو بھی اس سے ایک حصہ ملیگا۔ حضرت خواجہ رح نے اس تعبیر کا مصداق امام ربانی کو فرمایا۔

(الخطبۃ الشوقیۃ فے حضرۃ المجددیۃ، مؤلفہ حضرت مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی صـ ۲۱-۲۲)

اس اکتساب فیض اور تکمیل کے بعد حضرت مجدد صاحب نے سرہند میں گوشہ نشینی اختیار فرمائی۔ ۔ ۔ ۔ ۔ آخر وہ وقت آگیا کہ آپ کا فیض عام ہو اور طالبین کی تکمیل اور ارشاد کا کام شروع ہوا۔ مجدد صاحب اپنے احوال مسترشدین اور برادران طریقت کی ترقیات باطنی کی تفصیل شیخ کو لکھتے ہیں۔ ایسی بشارتیں، مقامات اور کیفیات بھی ظاہر ہوئیں جن سے آپ کو یقین ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کو آپ سے کوئی بڑا کام لینا ہے۔ اور آپ سے دین کی کوئی بڑی خدمت وجود میں آئے گی۔

(دعوت و عزیمت ج ۴ صـ ۲۵۱-۲۵۳)

تجدیدی کارنامہ سنت و بدعت، شریعت و فلسفہ اور تصوف میں حضرت مجدد الف ثانی رح کا تجدیدی کام شروع ہوا۔ اس صورت حال کی تصویر کھینچتے ہوئے وہ خود اپنے مخدوم زادہ خواجہ محمد عبداللہ کو ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:۔

تجدیدی کارنامہ

حضرت مجدد الف ثانیؒ کے دور میں ہندوستان پر اکبر بادشاہ حکمران تھا جس نے رواداری کی بنیاد پر ایک نیا مذہب "دین الٰہی" تشکیل دیا تھا۔ اکثر علمار نے بھی اکبر کی عظمت اور مجددانہ حیثیت کو مان لیا تھا۔ جب ہندوازم کو اسلام پر فوقیت دی جانے لگی تو حضرت امام ربانی نے کھلم کھلا کفر و مراسم کفر کے خلاف سخت رویہ اختیار کیا۔ آپ نے "دین الٰہی" کی جگہ توحید خالص کا تصور پیش کیا۔ آپ نے اکبر کے درباری علمار کو قائل کرنے کے ساتھ ساتھ ہم فکر علمار کا گروہ تیار کیا اور انہی کی مدد سے خسرو کے بجائے جہانگیر کو جانشین کرایا۔ جہانگیر کے تخت نشین ہونے کے بعد آپ نے جہانگیری دربار کے اکثر امرار کو خطوط لکھے۔ جہانگیر کے ایک درباری امیر کو لکھا "بادشاہت کے شروع ہی میں اگر مسلمانوں کا رواج ہو گیا اور مسلمانوں کا کھویا ہوا وقار حاصل ہو گیا تو کیا کہنے۔ العیاذ باللہ اگر اس میں کچھ رکاوٹ یا تاخیر ہوئی تو مسلمانوں کا کام سخت دشواری میں پڑ جائے گا۔"

دیکھیں کون ایسا صاحب دولت ہے جو اس سعادت سے فیضیاب ہوتا ہے اور کس شاہباز کی رسائی یہاں تک ہوتی ہے۔ یہ خدا کا فضل ہے جسے چاہے دے۔ اور اللہ بڑا فضل والا ہے۔ (تذکرہ مجدد الف ثانیؒ)

چنانچہ امام ربانی نے جہانگیری امرار کو جھنجھوڑا اور بیدار کیا۔ جہانگیر نے آپ کے تدبر اور صلاحیتوں کا اعتراف کرتے ہوئے آپ کو اپنا مشیر بننے کی دعوت دی جو آپ نے مشروط طور پر قبول کرلی۔ اس طرح امام ربانی اسلامی تہذیب و ثقافت کو ہندو اثرات سے بچانے میں کامیاب ہو گئے۔ اسی لئے آپ کا نام نامی ہندوستان کی اسلامی تاریخ میں سرِفہرست ہے۔ آپ نے اس خطۂ ارضی میں جو اہم اسلامی خدمات انجام دی ہیں وہ آبِ زر سے لکھے جانے کے قابل ہیں۔

"اس وقت عالم میں بدعات کا اس کثرت سے ظہور ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ ظلمات کا دریا اُمنڈ رہا ہے اور سنت کا نور اس مواج دریا میں اس کے مقابلہ میں اس طرح ٹمٹما رہا ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ رات کے اندھیرے میں کہیں کہیں جگنو اپنی چمک دکھا رہا ہے۔"

حضرت مجدد صاحبؒ نے اس نازک دور میں جبکہ ہندوستان میں مسلم سلطنت کے ہاتھوں اسلام کی بیخ کنی اور خانقاہوں میں سنت کی ناقدری کی جارہی تھی اور صاف صاف یہ کہا جا رہا تھا کہ :-

"شریعت اور طریقت دو الگ الگ کوچے ہیں جن کی راہ و رسم ایک دوسرے سے جدا اور جن کا قانون ایک دوسرے سے الگ ہے۔"

پوری بلند آہنگی سے آواز لگائی کہ طریقت تابع و خادم شریعت ہے۔ کمالات شریعت احوال و مشاہدات پر مقدم ہیں۔ ایک حکم شرعی پر عمل ہزار سالہ ریاضت سے زیادہ نافع ہے۔ اتباع سنت میں خواب نیم روز (قیلولہ) احیائے لیل (شب بیداری) سے افضل ہے۔ حلت و حرمت میں صوفیہ صافیہ کا عمل سند نہیں۔ کتاب و سُنت اور کتب فقہ کی دلیل چاہیئے۔ اہل ضلالت کی ریاضتیں موجب قرب نہیں باعثِ بُعد ہیں۔ صُور و اشکال غیبی داخلِ لہو و لعب ہیں۔ تکلیف شرعی کبھی ساقط نہیں ہوتی۔

ایک دوسرے مکتوب میں نوافل پر فرائض کی تقدیم و ترجیح کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

"جن اعمال سے تقرب خداوندی حاصل کیا جاتا ہے وہ یا تو فرائض ہیں یا نوافل۔ نوافل کی فرائض کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں۔ اپنے وقت پر کسی

فرض کی ادائیگی ایک ہزار سال کے نوافل سے بہتر ہے اگرچہ وہ نیت خالص کے ساتھ ادا کیے جائیں۔"

ایک جگہ صفائی نفس کا ذکر کرتے ہوئے جو غیر مسلموں اور فسق و فجور میں مشغول رہنے والوں مرتاضوں کو حاصل ہوتی ہے، تحریر فرماتے ہیں:

"حقیقی تصفیہ و تزکیہ اعمال صالحہ کے کرنے پر موقوف ہے جو مالک کی مرضیات میں شامل ہوں اور یہ بات بعثت پر موقوف ہے، پس بغیر بعثت کے حقیقی تصفیہ و تزکیہ میسر نہیں آسکتا۔ وہ صفائی جو کفار و اہل فسق کو حاصل ہوتی ہے وہ نفس کی صفائی ہے قلب کی صفائی نہیں، صفائی نفس سوائے ضلالت کے کسی اور چیز کو نہیں بڑھاتی اور سوائے خسارت کے کوئی اور راستہ نہیں دکھاتی۔ باقی بعض امور غیبی کا کشف جو کفار و اہل فسق کو صفائی نفس کے وقت کبھی حاصل ہوجاتا ہے وہ استدراج ہے جس کا حاصل بربادی و خسارہ کے علاوہ اس جماعت کے حق میں کچھ نہیں۔ (تاریخ دعوت و عزیمت ج ۴ ص ۲۴۵ - ۲۴۹ بحوالہ اقوال سلف ص ۱۱۶ - ۱۱۸)

ارشاداتِ امام ربّانی

حضرت مجدد الف ثانی رح ملا محمد لاہوری کو تحریر فرماتے ہیں:-

"شریعت کے تین حصے ہیں۔ علم، عمل، اخلاص۔ جب تک یہ تینوں اجزاء متحقق نہ ہوں شریعت متحقق نہیں ہوتی، جب شریعت متحقق ہوجاتی ہے حق تعالے کی رضا حاصل ہوتی ہے۔ جو کہ تمام دنیاوی اور اُخروی سعادتوں سے بالاتر ہے۔ طریقت و حقیقت جس سے کہ صوفیہ ممتاز ہوئے ہیں وہ دونوں شریعت کے تیسرے حصے یعنی اخلاص کی تکمیل میں شریعت کے خادم ہیں، پس ان دونوں (یعنی طریقت و حقیقت) کی تحصیل صرف شریعت کیلئے کی جاتی ہیں۔"

احوال و مواجید اور علوم و معارف جو اثنائے راہ میں حائل ہوتے ہیں وہ مقاصد میں سے نہیں ہیں، اس سے گزر کر مقامِ رضا تک پہنچنا چاہیے جو کہ سلوک کا آخری مقام ہے، اس لئے طریقت و حقیقت کی منزلوں کے طے کرنے کا مقصد تحصیل اخلاص کے سوا کچھ نہیں ہے۔ اخلاص ہی سے مقامِ رضا حاصل ہوتا ہے، کوتاہ اندیش احوال و مواجید کو مقصد اور مشاہدات و تجلیات کو مطلوب جانتے ہیں اور کمالات شریعت سے محروم ہیں۔ بے شبہہ مقامِ اخلاص کا حصول اور مرتبۂ رضا تک وصول ان احوال و مواجید کو طے کرنے کے بعد ہی ہوتا ہے، اس لئے ان کی حیثیت مقصود حقیقی کے معاون کی ہے۔ یہ بات اس فقیر پر (صدقہ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے) اس راہ میں دس برس گزرنے کے بعد واضح ہوئی ہے۔

(ج ۱، مکتوب سی و ششم۔ بحوالہ "تصوف کیا ہے"۔ مولانا محمد منظور نعمانی رح)

حضرت امام ربانی ہر ایک کو اس کے حال اور استعداد کے موافق ذکر و فکر فرماتے اور تمام کو علو ہمت و اتباعِ سنت و دوام ذکر و حضور مراقبہ و اخفاءِ حال کی تاکید فرماتے اور تکرار کلمہ طیبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کی نہایت ترغیب دلایا کرتے اور فرماتے، تمام عالم اس کے مقابلہ میں مثل ایک قطرہ کے دریائے محیط کے سامنے ہے۔ اور فرماتے، یہ کلمہ طیبہ جامع کمالات ولایت و نبوت ہے۔

فرماتے کہ اس کے برابر کوئی آرزو نہیں ہے کہ ایک گوشۂ تنہائی میں بیٹھ کر اس کلمہ کے تکرار سے متلذذ و محظوظ ہوں، مگر کیا کیا جائے کہ تمام آرزو میسر نہیں۔

(مشائخ نقشبندیہ صفحہ ۱۶۸)

فرمایا کہ جب تک نفس کا تزکیہ نہ ہوگا اور اس کے اندر سے تکبر کا مالیخولیا نہ جائیگا نجات محال ہے، اس مرض کے ازالہ کی فکر بہت ضروری ہے تاکہ بات موت ابدی

تک نہ پہنچے۔ کلمۂ طیبہ (لا الٰہ الا اللہ) جو تمام آفاقی وانفسی معبودان باطل کی نفی کے واسطے وضع کیا گیا ہے نفس کے تزکیہ وتطہیر کے حق میں بہت نافع اور مناسب ہے۔ اکابر طریقت نے تزکیۂ نفس کیلئے اس کلمۂ طیبہ کو اختیار کیا ہے۔ جب بھی نفس مقامِ سرکشی میں آئے اور نقضِ عہد کرے تو اس کلمہ کی تکرار سے تجدیدِ ایمان کرنا چاہئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کہہ کر ایمان تازہ کرلیا کرو۔ بلکہ اس کلمہ کی تکرار ہمہ وقت ضروری ہے اس لئے کہ نفس امارہ برابر خباثت پر اترا رہتا ہے۔ حدیث شریف میں اس کلمہ کی فضیلت میں آیا ہے کہ اگر تمام آسمان اور تمام زمین ایک پلڑے میں رکھے جائیں اور اس کلمہ کو دوسرے پلہ میں تو یقیناً کلمہ والا پلہ جھک جائیگا۔ (تجلیات ربانی ج ۱ صت)

فرمایا: طلب کے محفوظ رکھنے کے اسباب میں سے سب سے بڑا اسبب ایک تو شکر خدا بجالانا ہے۔ طلب کے حاصل ہونے پر اللہ تعالٰی فرماتا ہے:۔ لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ اگر تم شکر کروگے تو میں ضرور بالضرور زیادہ عطا کروں گا طلب کے محفوظ رکھنے کا دوسرا سبب دوامِ التجا ہے اللہ تعالٰی کی بارگاہ میں، تاکہ وہ طالب کے چہرۂ طلب کو اپنے کعبۂ جمال لایزال سے نہ پھیرے۔ اگر حقیقتِ التجا و تضرع فی الحال حاصل نہ ہو تو کم از کم صورتِ تضرع ونیازمندی کو ہاتھ سے نہ دے۔ حدیث میں ہے۔ وان لم تبکوا فتباکوا۔ اگر تم کو رونا نہ آئے تو بہ تکلف ہی گریہ کرو۔ (تجلیات ربانی ج ۱ صت)

حضرت کو بارہا یہ فرماتے ہوئے سنا، کہ ہمارا عمل اور کوشش بھی کیا چیز ہے۔ جو کچھ ہے وہ سب فضلِ خداوندی ہے۔ لیکن اگر اس کا کوئی ذریعہ کہا جاسکتا ہے تو وہ سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم کی

متابعت ہے جس پر مدار کار سمجھتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ بھی عطا فرمایا ہے اسی پیروی اور اتباع کی راہ سے عطا فرمایا ہے جزئیاً و کلیاً، اور جو کچھ نصیب نہیں ہوا وہ محض اس وجہ سے کہ بحکم شریعت اتباع کامل میں نقص و فتور ہونے کی وجہ سے۔

ایک روز فرمایا کہ ایک دن سہواً (بھولے سے) جائے ضرورت (بیت الخلاء) میں داخل ہوتے وقت داہنا پاؤں پہلے رکھ دیا، اس دن بہت سے احوال سے محرومی رہی۔

ایک مرتبہ صلح ختلانی سے فرمایا کہ ہماری تھیلی سے تھوڑی سی لونگیں لے آؤ۔ وہ گئے اور چھ لونگیں لے آئے۔ آپ نے دیکھ کر ناگواری سے فرمایا کہ ہمارے صوفی کو ابھی تک یہ خبر نہیں کہ حدیث میں آتا ہے "اللہ وترٌ وَیُحبُّ الوتر" رعایت وتر مستحب ہے۔ (تاریخ دعوت و عزیمت ص ۱۷۵)

حضرت مجدد صاحبؒ فرماتے ہیں کہ میں تو سارے مقامات کی سیر کرنے کے بعد جس نتیجے پر پہنچا، تم پہلے پہنچ جاؤ، یعنی پہلے ہی دن اس بات کا ارادہ کر لو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جتنی سنتیں ہیں ان پر عمل کرنے کی کوشش کریں گے۔ پھر اس کی برکت اور نورانیت دیکھو گے، پھر زندگی کا لطف دیکھو گے۔

(اصلاحی خطبات ص ۲۱۲ مؤلفہ مولانا تقی عثمانی)

مکتوب ۲ جلد ۳ بنام فرزند گرامی خواجہ محمد معصوم صاحب قدس سرہ العزیز حمد و نعت کے بعد تحریر ہے:۔

"فرزندان گرامی! وقت آزمائش اگرچہ تلخ اور بے مزہ ہے لیکن اگر توفیق ہو تو بہت غنیمت ہے۔ آجکل جبکہ آپ کو فرصت میسر ہے خدا کا شکر ادا کرتے ہوئے اپنے کام میں مشغول رہو، فرصت کا ایک لمحہ اور ایک لحظہ بھی بیکار مت ضائع کرو

تین چیزیں ہیں۔ تلاوتِ قرآن مجید۔ طویل قراءت کے ساتھ ادائے نماز۔ کلمہ طیبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کا ورد۔ ان میں سے کسی ایک کا ورد ہر وقت رکھو۔ کلمہ لا سے نفس کے معبودوں کی نفی کرو، اپنے مقاصد اور اپنی مرادوں کو دفع کرو۔ اپنی مراد مانگنا بھی اپنی معبودیت کا دعویٰ ہے۔

مکتوب (۷۳) ۔ قلیج اللہ ابن قلیج محمد خاں کے نام:۔

اے فرزند! دنیا محل آزمائش و امتحان ہے۔ اس کے ظاہر کو رنگ برنگ کی باطل ٹیپ ٹاپ سے مزین اور اس کی صورت کو وہمی خال و خط اور زلف و خد سے آراستہ کر دیا گیا ہے، دنیا دیکھنے میں شیریں اور تروتازہ نظر آتی ہے، لیکن فی الحقیقت یہ ایک مردار ہے جس کو عطر آلود کر دیا گیا ہے ایک کوڑی گھر ہے جو مکھیوں اور کیڑوں سے پُر ہے۔ ایک سراب ہے جو "آب نما" ہے۔ ایک شکر ہے جو زہر میں ملی ہوئی ہے۔ اس کا باطن سراسر خراب و ابتر ہے۔ اس گندگی کے باوجود اس کا معاملہ اپنے لوگوں سے انتہائی بُرا ہے اس دنیا کا فریفتہ (درحقیقت) دیوانہ اور جادو زدہ ہے۔ اس کی محبت میں جو گرفتار ہے وہ مجنون اور فریب خوردہ ہے، جو شخص اس کے ظاہر پر لٹو ہے وہ ابدی خسارے کے داغ سے داغدار ہے۔ اور جس نے اس کی (ظاہری) حلاوت و طراوت پر (للچائی ہوئی) نظر ڈالی سرمدی ندامت اس کے حصے میں آئی۔ (اقوال سلف ج ۴ ص ۲۲۶)

مکتوب ۱۲ دفتر حصہ سوم، ہشتم صے میں صاحبزادگان عالی شان حضرت خواجہ محمد سعید اور حضرت خواجہ محمد معصوم کو قید خانہ سے لکھتے ہیں:۔

الحمد للہ رب العالمین فی السراء والضراء، اس وقت چونکہ خدا نے تم کو فرصت

دی ہے اس لئے اس کا شکر بجالاؤ اور اپنے کام میں متوجہ رہو اور ایک لمحہ و لحظہ اپنے لئے فراغت جائز نہ سمجھو۔ اور تین باتوں سے خالی نہ رہو، قرآن مجید کی تلاوت، طول قرات کے ساتھ نماز، اور کلمۂ طیبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کی تکرار، حرف لَا سے ہوائے نفس کے معبودوں کی نفی کرنا چاہیئے اور اپنے مقاصد و مطالب کو رفع کرنا چاہیئے۔ یہ بات ایام مصائب اور اوقاتِ آزمائش میں بآسانی حاصل ہو گی۔ دوسرے زمانہ میں یہ ہوا و ہوس سد سکندری ہے (جس کو عبور کرنا دشوار ہے) لہٰذا گوشہ نشین ہو کر اس کام میں مشغول ہو جاؤ۔ کیونکہ یہ فرصت کا موقع غنیمت ہے۔ اللہ تعالےٰ فتنہ کے وقت زیادہ عمل کی جگہ تھوڑا عمل قبول فرماتا ہے فتنہ کا زمانہ نہ ہو تو سخت ریاضتوں اور مجاہدوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ ملاقات ہو یا نہ ہو نصیحت یہی ہے کہ کوئی مراد اور کوئی خواہش باقی نہ رہے۔ اپنی والدہ کو بھی اس بات سے آگاہ و باخبر کر دیں اور سوائے ذکر الٰہی کے اور کسی بات میں مشغول نہ ہونا چاہیئے (خواہ) وہ کتابوں کا مطالعہ اور طلبہ سے مذاکرہ ہی کیوں نہ ہو۔ یہ وقت ذکر کا ہے۔ خواہشات نفسانی کو جو معبودان باطل ہیں لَا کے تحت لاؤ تاکہ سب منتفی ہو جائیں (مٹ جائیں) اور دل میں کوئی مقصود اور کوئی مراد باقی نہ رہے حتیٰ کہ میری رہائی جو اس وقت تمہارا مقصد اہم ہے وہ بھی تمہاری مراد نہ رہے۔ اور اللہ تعالےٰ کی تقدیر اور اس کے فعل و ارادہ پر راضی رہو۔ اور کلمہ طیبہ کے جزو اثباتی میں سوائے ذات غیب الغیب کے جو تمام معلومات و خیالات سے وراء الوراء ہے تمہارا کچھ مقصود نہ ہو۔ جس جگہ بیٹھے رہو اسی کو اپنا وطن سمجھو۔ چند روزہ زندگی جہاں گزرے یاد حق میں گزرے۔ دنیا کا معاملہ آسان ہے، آخرت کی طرف متوجہ رہو، اپنی

والدہ کو تسلی دیتے رہو اور ان کو بھی آخرت کی طرف متوجہ رکھو۔ (الخطبۃ الشوقیۃ)

آپ کے مشاہیر خلفاء

حضرت مجدد صاحبؒ کے خلفاء عظام کی تعداد کئی ہزار بتائی جاتی ہے اس لئے ان کا شمار تقریباً ناممکن ہے۔ البتہ چند خلفاء کے نام اس جگہ تبرکاً لکھے جاتے ہیں، وہ حسب ذیل ہیں:۔

(۱) میر محمد نعمان (۲) خواجہ محمد ہاشم کشمی (۳) حضرت شیخ آدم بنوری (۴) حضرت شیخ محمد طاہر لاہوری (۵) حضرت شیخ بدیع الدین سہارنپوری (۶) مولانا بدر الدین سرہندی (۷) خواجہ محمد معصوم سرہندی۔

انوارِ صحبت

از مشفق مکرم جناب الحاج انیس پُرخلوص (الہ آبادی) زید مجدہم

نور والوں سے نور ملتا ہے — قلب کو اک سرور ملتا ہے

عزمِ موسیٰؑ تو چاہئے پہلے — تب کہیں جا کے طور ملتا ہے

جو کبھی گرداب میں نہ ہو مایوس — اس کو ساحل ضرور ملتا ہے

میرے گھر کی بھلا تلاشی کیا؟ — شیشۂ دل بھی چور ملتا ہے

اہلِ دنیا کی صحبتوں میں انیسؔ

صرف عُجب و غرور ملتا ہے

حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندیؒ

آپ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ کے فرزند ثالث تھے۔ ۱۱ر شوال ۱۰۰۷ھ کو پیر کے دن پیدا ہوئے۔ حضرت امام ربانیؒ فرمایا کرتے تھے کہ محمد معصوم کی ولادت باسعادت میرے لئے نہایت ہی مسعود و مبارک ثابت ہوئی، کہ ان کی ولادت سے چند مہینے بعد میں حضرت خواجہ باقی باللہ کی خدمت اقدس میں پہنچ کر ان سے بیعت ہوا اور بیعت سے مشرف ہو کر جو کچھ دولت روحانی حاصل ہوئی وہ ہوئی۔

آپ نے بعض کتب درسیہ اپنے بڑے بھائی خواجہ محمد صادق سے پڑھیں اور اکثر کتب درسیہ اپنے والد ماجد اور شیخ محمد طاہر لاہوریؒ سے۔ صاحب زبدۃ المقامات (خواجہ محمد ہاشم کشمی) تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے خود حضرت مجددؒ کو یہ فرماتے سنا کہ "محمد معصوم کا ہماری نسبتوں کو یوماً فیوماً اقتباس کرنا ایسا ہے جیسا کہ صاحبِ شرح وقایہ کا اپنے دادا سے وقایہ کا حفظ کرنا، حضرت مجدد صاحبؒ اپنے ان صاحبزادے کو مخاطب کر کے یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ " بیٹا! ان علوم (معقول و منقول) کی تحصیل سے جلد فارغ ہو جاؤ ہم کو تم سے بڑے کام لینے ہیں۔

سولہ سال کی عمر میں تمام علوم عقلیہ و نقلیہ کو حاصل کر لیا تھا۔ تین ماہ کے قلیل عرصے میں قرآن مجید بھی حفظ کیا۔ اپنے والد ماجد کی نگرانی میں ہی مراحل سلوک طے کیا اور خلافت حاصل کی۔ اپنے والد ماجد کے وصال (۱۰۳۴ھ) کے بعد مسند ارشاد پر ان کے جانشین کی حیثیت سے جانشین ہوئے۔

اور عرب و عجم کو اپنے روحانی کمالات سے مستفیض فرمایا۔ حرمین شریفین کا سفر بھی کیا اور حج و زیارت کا شرف حاصل کیا۔ ہندوستان آکر سرہند میں اپنی عمر عزیز کو درس و افادہ میں صرف کیا۔ ارشاد و ہدایت کے علاوہ درس و تدریس آپ کا محبوب ترین مشغلہ تھا۔ تفسیر بیضاوی، مشکوٰۃ شریف ہدایہ، عضدی اور تلویح طلبہ کو پڑھاتے تھے۔

شیخ مراد بن عبداللہ القزانی نے درج ذیل رشحات میں لکھا ہے کہ:۔

"خواجہ معصوم آیۃ من آیات اللہ یعنی اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی تھے۔ انھوں نے اپنے والد ماجد کی طرح تمام عالم کو منور کیا۔ اور اپنی توجہات عالیہ کی برکت سے جہل و بدعت کی تاریکیوں کو چھانٹ دیا تھا۔ آپ کی صحبت اقدس کی تاثیر سے ہزاروں انسان روحانیت کے اونچے مقام پر فائز ہو گئے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کے مریدین کی تعداد نو لاکھ تھی اور خلفاء سات ہزار تھے۔ سلطنت مغلیہ کے تین بڑے بادشاہ جہانگیر، شاہجہاں اور عالمگیر یکے بعد دیگرے آپ سے بیعت ہوئے۔ خصوصاً عالمگیرؒ آپکے مخلص ترین مرید اور آپکے بھائیوں کے معتقد تھے۔ اور بڑے بڑے امرار آپکے ارادت مندوں میں تھے۔ اس زمانہ کے بڑے بڑے علمار آپ کے حلقۂ بیعت میں شامل تھے۔

علم منطق کے مشہور زمانہ صاحب تصنیف استاذ میر زاہد آپ ہی کے مرید تھے۔ فارسی کے مشہور شاعر ناصر علی سرہندی بھی آپ کے مرید تھے۔ انھوں نے منجملہ اور اشعار کے اپنے پیر و مرشد کی شان میں یہ شعر بھی لکھا ہے ؎

چراغ ہفت محفل خواجہ معصوم
منور از فروغش ہند تا روم

ان کے علاوہ اور بہت سے مشہور اور باکمال حضرات ہیں جنھوں نے خانقاہِ معصومیہ سے اخذِ فیض کیا ہے۔

آپ کے مکتوبات کی تین جلدیں ہیں جو شائع ہو چکی ہیں۔ ان مکتوبات میں اسرارِ غریبہ، نکاتِ عجیبہ اور علومِ بدیعہ مندرج ہیں اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا جذبہ ہر ہر سطر سے ہویدا ہے۔ بہت سے مکتوبات وہ ہیں جو معارف مجدد الف ثانیؒ کی تشریح و توضیح کرتے ہیں۔[۱۳]

ہندوستان کے مشہور ماہر شریعت و طریقت بزرگ حضرت مرزا مظہر جانجاناںؒ کا سلسلہ دو واسطوں سے آپ تک پہنچتا ہے اور حضرت مرزا صاحب شہیدؒ کے ذریعہ کرۂ ارضی پر بسنے والے لاکھوں نفوس نسبت مجددیہ سے فیضیاب ہوئے ہیں۔ دیگر تمام خلفاء اور خلفاء کے خلفاء سے جو گلشنِ دین کی آبیاری ہوئی اس کا اندازہ کوئی کیا لگا سکتا ہے۔

آپ کے چھ صاحبزادے تھے جو سب کے سب باکمال اور آپ سے فیضیاب تھے۔ چھ صاحبزادیاں تھیں۔ صاحبزادوں کے نام یہ ہیں:۔

۱۔ شیخ محمد صبغۃ اللہؒ ۲۔ شیخ محمد نقشبندؒ (حجۃ اللہ) ۳۔ شیخ محمد عبید اللہؒ ۴۔ شیخ محمد اشرفؒ ۵۔ شیخ سیف الدینؒ ۶۔ شیخ محمد صدیقؒ۔

بہتر (۷۲) سال کی عمر میں ۹ ربیع الاول ۱۰۷۹ھ کو بعہد سلطنت عالمگیرؒ السلام علیکم فرماتے ہوئے اس دنیائے فانی سے عالم جاودانی کی طرف رحلت گزیں ہوئے۔ آپ کا مزار پُرانوار سرہند میں ہے۔[۵۸] نور اللہ مرقدہٗ۔

---

۵۸ مختصر سوانح حضرت خواجہ محمد معصومؒ ملحق بمکتوبات محمد معصومؒ مؤلف مولانا نسیم احمد فریدی، نیز نزہۃ الخواطر ج ۵ ص ۴۱۹-۴۲۰

ارشادات عالیہ

(مکتوب ۱۷۷) ملا جمال الدین کے نام

چاہیئے کہ کمرِ ہمت کو احکام شرعیہ کی انجام دہی کیلئے چست باندھیں۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو اپنا شیوہ و طریقہ بنائیں۔ سنن متروکہ کے زندہ کرنے کو زبردست کام سمجھیں۔ ہر وارد جو قلب پر گزرے اس کے چھپانے میں کوشش کریں۔ "وقائع" اور منامات پر اعتماد نہ کریں۔ اگر خواب میں "بادشاہ" یا "قطب وقت" ہو جائے تو اس سے کیا ہوتا ہے، بادشاہ اور قطب وقت وہ ہے جو خارج میں منصب بادشاہت اور منصب قطبیت پر فائز ہو۔ اگر (بالفرض) خارج میں بھی کوئی بادشاہ ہو گیا اور کائنات اسکی مسخر ہو گئی تو کونسی بزرگی اس کو حاصل ہو گئی اور کونسا عذاب گور (قبر) اور عذاب قیامت اس سے رفع ہو جائیگا۔

بلند ہمت لوگ اس قسم کے امور کی جانب التفات نہیں کرتے اور اللہ تعالیٰ کی مرضیات میں کوشاں رہتے ہیں۔ وہ "فنا و نیستی" اور "ستر واردات" میں کوشش کرتے ہیں۔ (مکتوبات معصوم از نسیم احمد فریدی (۲) ایضاً ص ۱۲۲)

مکتوب (۵۸) ملا قاسم کے نام :-

مخدوما! نماز معراج مومن ہے، جو حالت اس کی ادائیگی کے وقت رونما ہوگی وہ حالت معراجیہ کے ساتھ مناسبت رکھے گی اور تمام دیگر حالات سے ممتاز ہوگی۔ تمام احوال کو نماز کے مقابلہ میں وہ نسبت حاصل ہے جو صورت کو حقیقت کے مقابلہ میں۔ مثال کے طور پر دیکھو جو صورت آئینے میں نظر آرہی ہے اس کو اپنے اصل سے کیا مساوات حاصل ہے؟ سوائے مماثلت صوری و مشارکت رسمی کے اور کچھ بھی نہیں۔ جس قدر بھی تکمیل نماز

میں کوشش، رعایتِ سنن و آداب میں جد و جہد اور تطویلِ قرارت و رکوع و سجود میں سنت کی موافقت کرو گے، فیوض و برکات نماز اسی قدر وارد ہوں گے۔ نماز کا حسن و جمال اور کمال زیادہ سے زیادہ ظہور پذیر ہوگا۔

مکتوب (۱۴۵) محمد عاشور بخاری کے نام:۔

حضرت حق جل مجدہ تم کو گرفتاری ماسوا سے کلیتہً آزاد کرے۔ مدارجِ قرب میں ترقیات بخشے اور برکات کلمہ طیبہ سے سیراب کرے۔ اہل اللہ کے یہاں یہ امر مسلّم ہے کہ "تنویر باطن" کیلئے اس کلمہ مبارکہ سے بہتر کوئی کلمہ نہیں ہے اس کے جزو اول سے "سالک مستعد" مطلوب حقیقی کے ماسوا کی نفی اور جزو دوم سے معبود برحق کا اثبات ہے اور یہی تمام سلوک کا خلاصہ ہے ؎

تا بجاروبِ لاؔ نروبی راہ　　　نرسی در سرائے الاّ اللہ

(ترجمہ) جبتک تو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کے جھاڑو سے راستہ صاف نہیں کریگا، اِلَّا اللہ کے سرائے میں پہنچنا ممکن نہیں ہے

مخدوما! کتب شرعیہ اور احادیث نبویہ علیٰ وجہ الکمال تہذیبِ اخلاق کی ضامن ہیں۔ بمقتضائے شریعتِ غرا عمل کرو اور سنن مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تمام امور میں پیشوا قرار دو، نجات اخروی اور درجات قرب الٰہی کا وصول اسی سے وابستہ ہے۔ تعمیر اوقات میں انتہائی سعی کرو، کیونکہ وقت بہت ہی زیادہ عزیز شے ہے، یہ لایعنی امور میں صرف نہیں ہونا چاہیئے۔ مخلوق سے میل جول بقدر ضرورت ہو، قدر حاجت سے زائد ملنا جلنا اس راہ میں "درندۂ مہلک" ہے۔ شب زندہ داری اور گریۂ سحری کو غنیمت شمار کرو۔ لذات فانیہ میں کھپ جانے سے بچتے رہو۔ یہ امر باطن کو بے رونق اور مکدر کر دیتا ہے۔ ہر کسی سے

خندہ روئی اور کشادہ پیشانی سے پیش آؤ۔ "امر معروف" اور "نہی عن منکر" کو اچھی طرح انجام دو۔ اس میں کوتاہی نہ ہونا چاہیئے۔ طعام، منام اور کلام میں حد اوسط کی رعایت کرنا چاہیئے۔ (مکتوبات خواجہ معصوم ص ۱۳۳)

کسی طالب کو لکھتے ہیں :-

اپنے اوقات کو ذکر و فکر سے معمور اور آباد رکھو اور باطن کو روشن کرنے میں کوشش کرو، اس لئے کہ وہی نظرِ مولا کا محل ہے۔ اور یہ سمجھ لو کہ تنویرِ باطن کا تعلق ان امور کے ساتھ ہے، دوامِ ذکر، مراقبہ، وظائف بندگی کی ادائیگی۔ یعنی ادائے فرض و سنن و واجبات۔ نیز بدعات و دیگر محرمات و مکروہات سے اجتناب۔ چنانچہ جو شخص جس قدر بھی اتباع سنت اور عمل بالشریعۃ اور اجتنابِ بدعۃ میں زیادہ کوشش کرے گا اتنا ہی زیادہ اسے نور باطن حاصل ہوگا، اور حق تعالےٰ کی راہ اس پر کھلے گی۔ بلا شبہہ اتباع سنت نجات دینے والی چیز ہے۔ بہر صورت نفع بخش اور درجات کو بلند کرنے والی ہے۔ اس میں خلاف کا تو احتمال ہی نہیں ہے۔ لیکن اس کے ماسوا جو چیزیں ہیں ان میں خطرہ ہی خطرہ ہے بلکہ وہ شیطانی راستہ ہے، لہذا ان سے بہت اجتناب کرو اور احتیاط کلی رکھو۔ اس لئے کہ حق کے بعد بجز گمراہی کے اور رہ ہی کیا جاتا ہے۔ دین متین کو جو وحی قطعی سے ثابت ہے محض لغو باتوں اور اوہام و خیالات سے تو نہیں چھوڑا جا سکتا۔

(مکتوبات معصومیہ، نسبت صوفیہ، بحوالہ اقوال سلف ج ۱ ص ۱۶۲)

خلفاء : آپ کے کثیر تعداد میں خلفاء ہوئے ہیں۔ ہمارا سلسلہ چونکہ ان کے صاحبزادے خواجہ نقشبند ثانی سے ہے اس لئے ان کا تذکرہ آگے درج کیا جا رہا ہے۔

حضرت خواجہ محمد نقشبند رحمہ اللہ تعالیٰ

حجۃ اللہ نقشبند ثانی، محمد نام، حضرت خواجہ محمد معصوم رحمہ اللہ کے فرزند سعید اور حضرت مجدد الف ثانی ؒ کے پوتے ہیں۔ روز جمعہ ۲۶ رمضان المبارک ۱۰۳۴ھ میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد بزرگوار اور اپنے عم مکرم حضرت خواجہ محمد سعیدؒ سے استفادہ اور سلوک کی تحصیل کی اور مدت دراز تک انکی صحبت و تربیت میں رہے، یہاں تک کہ سلوک و معرفت میں درجۂ کمال کو پہنچے کہ ان کے والد بزرگوار کے خلفاء میں (باوجود کثرت کے) کمتر پہنچے۔ حضرت خواجہ محمد معصومؒ نے آپ کو اپنا جانشین و خلیفہ بنایا اور انکی وفات کے بعد ارشاد و تلقین میں ہمہ تن مصروف ہو گئے۔ خلفاء میں حضرت خواجہ محمد زبیر جیسا شیخ وقت اور دوسرے اہل علم و فضل ہیں۔

(تذکرۂ فضل رحمنؒ مولفہ مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ)

حضرت خواجہ محمد سعیدؒ فرمایا کرتے تھے کہ یہ مجھ سے پڑھنے نہیں آتے تھے بلکہ پڑھانے آتے ہیں۔ غرضیکہ آپ نے فقہ و حدیث و جمیع علوم متداولہ نہایت کوشش سے پڑھے۔ علم قال ہی کے ساتھ علم حال بھی آپ نے اپنے والد بزرگوار سے حاصل کرنا شروع کر دیا اور بوجہ علوِ استعداد چند مدت میں ایسے حالات و مقامات پر پہنچے کہ عقل و فکر سے باہر ہے۔

حضرت حجۃ اللہؒ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ جو جو اسرار واجب الاستار (چھپانے کے لائق) حضرت والد بزرگوار یعنی حضرت خواجہ محمد معصومؒ کی حیات میں وارد ہوا کرتے تھے ان کی خدمت میں عرض کر کے سینہ کا بخار نکال لیا کرتا تھا۔ ان کے انتقال کے

بعد حالات مثل بارش شدید کے برستے رہتے ہیں، لیکن کوئی ایسا محرم نہیں کہ اس سے کہہ کر سینہ کی عقدہ کشائی کر سکوں۔ (حالات مشائخ نقشبند ص۲۲۶)

وفات: آپ کی وفات ۱۱۴۲ھ میں ہوئی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

حضرت خواجہ محمد زبیر رحمہ اللہ تعالیٰ

ولادت آپ کی ولادت باسعادت بروز دوشنبہ ۵ ذیقعدہ ۱۰۹۳ھ میں ہوئی۔ آپ فرزند اکبر وخلف الصدق حضرت شیخ ابو العلی فرزند حضرت حجۃ اللہ ہیں۔ آپ کی تیرہ سال کی عمر تھی کہ حضرت شیخ ابو العلی قدس سرہٗ کا انتقال ہو گیا تھا، اس لئے اپنے جد نامدار حضرت حجۃ اللہ محمد نقشبند کے سایۂ عاطفت میں پرورش پائی اور انہی سے تکمیل سلوک کی۔ اور بشارتوں سے سرفراز ہوئے۔ بچپن ہی سے آثار ہدایت وانوار ولایت چہرۂ مبارک سے آشکارا تھے۔ دادا کے انتقال کے بعد ان کے سجادہ کو رونق بخشی اور تھوڑے عرصہ میں اپنی علو استعداد اور علو ہمت سے سلسلۂ عالیہ مجددیہ کا مرکز ارشاد بن گئے۔

حضرت شاہ غلام علی صاحبؒ کے ملفوظات "در المعارف" میں آپ کے حالات میں لکھا ہے کہ: آپ صلوٰۃ اوابین میں دس پارے قرآن مجید کے پڑھتے تھے۔ اس کے بعد مردوں کا حلقہ ہوتا تھا اور آپ توجہ دیتے تھے۔ پھر دولت خانہ تشریف لا کر عورتوں کا حلقہ کرتے تھے اور آدھی رات کو چند گھڑی آرام فرما کر تہجد کیلئے اُٹھ بیٹھتے اور تہجد کی نماز میں

چالیس مرتبہ یا ساٹھ مرتبہ سورۂ یٰسٓ پڑھتے۔ بعدازاں چاشت تک مراقب رہتے تھے۔ مردوں کا حلقہ ہوتا تھا اور آپ توجہ دیتے تھے۔ پھر تھوڑی دیر قیلولہ فرماکر قرارت طویل کے ساتھ چار گھڑی میں نماز فیٔ زوال پڑھتے تھے، پھر ختم خواجگان پڑھ کر ظہر کی نماز ادا کرتے تھے۔ بعدازاں قرآن مجید کی تلاوت کر کے کھانا نوش کرتے تھے۔ رات دن میں یہی وقت حضرتؒ کے کھانے کا تھا۔ بعد عصر مشکوٰۃ شریف یا مکتوبات امام ربانیؒ کا درس فرماتے تھے۔ غرضیکہ تمام دن توجہ دینے اور ہدایت خلق میں صرف کرتے تھے۔

ایک مرتبہ آپ کسی تقریب سے جامع مسجد کے قریب سے گزرے آپ کی سواری میں اس قدر ہجوم خلائق تھا کہ جس کی کوئی حد نہیں تھی۔ حضرت شاہ گلشنؒ نے جامع مسجد میں آپ کی سواری کی رونق دیکھ کر اپنے سر سے پرانی کملی اتار کر ڈال دی اور کہا کہ اس کو جلا دو۔ لوگوں نے اس کا سبب دریافت کیا تو کہا کہ اس امیر کی سواری میں اس قدر نور ہے کہ اس کا شمہ بھی میں نے اپنی کملی میں نہیں دیکھا، حالانکہ تیس سال سے اسی کملی میں ریاضت کر رہا ہوں۔ کسی نے کہا کہ یہ حضرت خواجہ محمد زبیر ہیں۔ فرمایا کہ الحمدللہ ہمارے پیر زادہ ہیں اور ہماری آبرو باقی رہ گئی۔

حضرت خواجہ محمد زبیرؒ نے بڑے بڑے خلفاء یادگار چھوڑے ہیں ان میں سے تین خلیفہ بڑے نامور ہوئے ہیں۔ حضرت خواجہ ضیاء اللہؒ جن کے خلفاء میں حضرت شاہ محمد آفاقؒ ہیں۔ دوسرے حضرت خواجہ محمد ناصر عندلیبؒ، جن کے فرزند و خلیفہ حضرت خواجہ میر درد دہلویؒ ہوئے ہیں۔ تیسرے حضرت خواجہ عبدالعدلؒ جن کے خلیفہ حضرت شاہ

عبدالقادر دہلوی ؒ مترجم قرآن و فرزند حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی ؒ ہیں۔
وفات: ۴ر ذیقعدہ ۱۱۵۱ھ میں وفات پائی۔ جسد مبارک سرہند لے جایا گیا جہاں اپنے آبار کرام کے پہلو میں مدفون ہوئے۔ نوراللہ مراقدہم۔
(تذکرہ فضل رحمٰن، وحالات مشائخ نقشبند ص ۶۲-۲۶۳)

حضرت خواجہ ضیاء اللہ رحمۃ اللہ تعالٰی

آپ حضرت خواجہ بزرگ بہار الدین نقشبند ؒ کی اولاد میں ہیں۔ تاجر کشمیر تھے۔ ایک ایک لاکھ روپیہ کا آپ کا خیمہ تھا۔ طلب خدا میں حضرت خواجہ محمد زبیر ؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے، تمام اسباب اپنا راہ خدا میں لٹا دیا اور کمال و تکمیل پر فائز ہو کر خلافت پائی۔ حضرت شاہ غلام علی صاحب ؒ فرماتے تھے کہ جس نے نسبت مجددی مجسم نہ دیکھی ہو حضرت خواجہ ضیار اللہ کو دیکھے۔ فرماتے تھے کہ حضرت خواجہ آخر شب میں گریہ وزاری کرتے اور لوگوں کو زجر و تنبیہ کر کے بیدار فرماتے اور کہتے کہ حیف ہے تمھارے حال پر کہ محبت الٰہی کا دعویٰ کرتے ہو اور تمھارا یار و محبوب تمھاری طرف متوجہ ہے اور تم خفتہ و غافل ہو۔ تم دعوئ محبت میں دروغ گو ہو، ورنہ عاشقوں کا حال تو یہ ہوتا ہے کہ ؎

مجنون بخیال لیلیٰ در دشت — در دشت بجستجوے لیلیٰ می گشت
می گشت بدشت بزبانش لیلیٰ — لیلیٰ می گفت تا زبانش می گشت

(ترجمہ)

حضرت شاہ محمد آفاق صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ

حضرت شاہ محمد آفاق صاحبؒ سنہ ۱۱۶۰ھ میں پیدا ہوئے۔ سلوک کی تکمیل اپنے طریقۂ آبائی نقشبندیہ مجددیہ میں حضرت خواجہ ضیاء اللہؒ سے کی۔ اور ان کے خلفاء میں ممتاز ہوئے۔ حضرت شاہ غلام علی صاحب رحؒ نے حاشیہ سیر المرشدین میں تحریر فرمایا ہے :-

" حضرت شاہ محمد آفاق از حضرت خواجہ ضیاء اللہ کہ از خلفاء حضرت محمد زبیر رضی اللہ عنہ نسبت دریں وقت ممتاز اند "

حضرت خواجہ رحؒ کے انتقال کے بعد مدت دراز تک حضرت خواجہ میر درد علیہ الرحمۃ کی صحبت میں رہے، جو اپنے والد خواجہ محمد ناصر عندلیب کے اور وہ حضرت خواجہ محمد زبیر رحؒ کے خلفاء میں تھے، اللہ تعالیٰ نے حضرت شاہ محمد آفاق کو قبول عام عطا فرمایا اور شہرۂ آفاق بنایا۔ دہلی سے کابل تک لوگوں نے آپ سے فیض اٹھایا اور خود سلطنت کابل تشریف لے گئے اور زماں شاہ شاہ افغانستان نے بیعت کا شرف حاصل کیا۔ سلوک میں اپنے شیوخ کرام اور آبائے عظام کی طرح عالی ہمت، بلند حوصلہ و سرگرم تھے۔

مولانا فضل رحمٰنؒ صاحب فرماتے تھے کہ " ہمارے حضرت (یعنی شاہ محمد آفاق صاحبؒ) دس ہزار مرتبہ درود شریف اور پچاس ہزار مرتبہ کلمۂ طیبہ پڑھتے تھے اور دس پارے قرآن مجید کے تہجد میں پڑھنے کا معمول تھا۔ اور کچھ معلوم نہیں ہوتا تھا کہ دس پارے اتنی دیر میں ہو جاتے تھے کہ انجان سمجھے کہ ایک پارہ پڑھا ہوگا۔ اور پانچوں وقت صلوٰۃ التسبیح

پڑھتے تھے۔ مزاج میں نہایت تواضع و مسکنت تھی"۔

مولانا فرماتے ہیں کہ، ہمارے حضرت شاہ محمد آفاق صاحبؒ سب باتیں موافق سنت کے کرتے تھے، لیکن کسر نفسی سے ایسا فرماتے تھے کہ "ہم سے جو کوئی بات موافق سنت کے ہوجاتی ہے تو عرش سے ایسا فیض آتا ہے کہ ہم تربتر ہوجاتے ہیں"۔

حضرت شاہ غلام علی صاحبؒ اکثر اپنے مریدوں کو بعد تعلیم کے حضرت شاہ محمد آفاقؒ کی خدمت میں بھیجا کرتے تھے، جو وہ صادر فرماتے مسلّم کرتے تھے

وفات: ۷ محرم روز چہار شنبہ ۱۲۵۱ھ میں انتقال فرمایا اور پنجشنبہ کو مغلپورہ میں عقب مسجد شریف مدفون ہوئے۔ نوّر اللہ مرقدہ۔

(تذکرہ فضل رحمٰن، و نزہۃ الخواطر ص۴۳ ج ۷)

اُویسِ زمانہ حضرت مولانا شاہ فضلِ رحمٰن صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

مولانا فضل رحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے والد کا نام شاہ اہل اللہؒ تھا۔ نسب نامہ اس طرح ہے۔ مولانا فضل رحمٰن بن شاہ اہل اللہ بن محمد فیاض، بن برکت اللہ بن نور محمد بن عبد اللطیف بن عبد الرحیم بن محمد (شاہ مصباح العاشقین) صدیقی ملانوی ثم مرادآبادی۔

حدیث میں بلند پایہ، بڑے عالی سند، طویل العمر اور اپنے زمانہ کے صاحبِ مقامات و کرامات اولیاء میں سے تھے۔ ان کا وجود باوجود اس دور آخر

(از حضرت مولانا سید عبد الحی صاحبؒ)

ہیں اسلام کیلئے شرف وعزت کا باعث تھا۔ ۱۲۰۸ھ میں ملاواں (ضلع اناؤ) میں پیدا ہوئے۔ مولانا نور بن انوار انصاری فرنگی محلی اور دوسرے علماء لکھنؤ سے درسیات پڑھیں، پھر مولانا حسن علی لکھنوی محدث کی رفاقت میں دہلی کا سفر کیا اور شاہ عبدالعزیز، شاہ غلام علی اور شاہ محمد آفاق رحمۃ اللہ علیہم اور دوسرے مشائخ کبار سے ملاقات کی اور ان کی صحبت حاصل کی۔ اس سفر میں آپ نے حضرت شاہ عبدالعزیزؒ سے حدیث مسلسل بالاولیۃ اور مسلسل بالمحبۃ کی سند لی، اور صحیح بخاری کے کچھ حصہ کی سماعت کی۔ پھر وطن واپس آگئے اور کچھ عرصہ قیام کیا۔ شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کی وفات کے بعد دوبارہ دہلی کا سفر کیا اور ان کے نواسے شاہ اسحقؒ سے صحاح ستہ کا درس لیا۔ اور مدت تک حضرت شاہ محمد آفاقؒ کی خدمت میں رہ کر طریقت کی تعلیم حاصل کی۔ اور علم و معرفت میں بلند مقام پیدا کیا اور اجازت و خلافت سے مشرف ہوئے۔

دہلی سے آپ وطن واپس آئے اور ایک عرصہ تک "ملاواں" میں قیام فرمایا۔ اہلیہ صاحبہ کے انتقال کے بعد "گنج مرادآباد" منتقل ہوگئے جو ملاواں سے چار میل پر ہے۔ آپ نے وہاں دوسری شادی کی اور سکونت اختیار کر لی۔ لیکن اس زمانہ میں زیادہ تر سفر میں رہتے تھے۔ کبھی لکھنؤ، کبھی کانپور، بنارس، قنوج وغیرہ کا سفر فرماتے تھے اور اکثر مطابع میں قرآن مجید کی تصحیح کا کام کرتے تھے اور حدیث شریف کا درس دیتے تھے جب عمر مبارک زیادہ ہوئی تو سفر ترک فرما دیا اور گنج مرادآباد میں مستقل قیام اختیار فرمایا، جہاں عقیدتمندوں نے پروانوں کی طرح ہجوم کیا اور تحائف

دیہا یا کی بارش ہوئی۔ بڑے بڑے امراء اور رؤسا دور دراز و دشوار گزار علاقوں سے عقیدتمندانہ حاضر ہوئے اور آپ کی ذات مرجع خلائق بن گئی اور ایسی مقبولیت اور ہر دلعزیزی حاصل ہوئی جو اس زمانہ میں کسی شیخ طریقت کو حاصل نہیں تھی۔ میں نے اپنے زمانہ میں جن علماء و مشائخ کی زیارت کا شرف حاصل کیا، ان میں کسی کو سنن نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چال ڈھال اور طور و طریق کا آپ سے زیادہ جاننے والا نہیں دیکھا۔ چھوٹے سے چھوٹے معاملہ میں آپ طریقۂ نبوی سے انحراف پسند نہیں کرتے تھے۔ ورع و احتیاط قناعت و استغناء، بذل و سخا اور جود و کرم میں آپ فرد فرید تھے۔ مال کو جمع رکھنا اور فقر و فاقہ سے ڈرنا آپ نہیں جانتے تھے۔ ہزاروں روپئے خدمت میں آتے اور اسی دن لوگوں میں تقسیم کر دیتے۔ یہ پسند نہیں کرتے تھے کہ روپیہ پیسہ پر کوئی رات گزرے۔ پہننے اور کھانے میں کوئی تکلف اور اہتمام نہیں تھا، علماء کے خصوصی لباس کے پابند نہیں تھے۔ قول حق میں کسی کا لحاظ نہیں کرتے تھے، خواہ وہ کیسا ہی ظالم و جابر کیوں نہ ہو۔ علم و عمل، زہد و ورع، شجاعت و کرم، جلالت و مہابت، امر بالمعروف و نہی عن المنکر میں اپنے معاصرین میں فائق اور ممتاز نظر آتے تھے، اسی کے ساتھ اخلاص نیت، گریہ و زاری، ذکر و استحضار، دعوت الی اللہ، حسن اخلاق، فیض رسانی عام میں اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے۔ اگر حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان کھڑے ہو کر میں قسم کھاؤں کہ میں نے دنیا میں ان سے بڑھ کر کریم، درہم و دینار سے بے تعلق کتاب و سنت کا پیرو نہیں دیکھا، تو میں حانث نہیں ہوں گا۔ اسی کے ساتھ کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ کا ان سے بڑا عالم نہیں پایا۔

متوسط و میانہ قد، ڈاڑھی چھوڑدی گئی تھی، لیکن چھوٹی تھی مسجد میں نماز پڑھاتے اور اسی کے ایک حجرے میں قیام فرماتے۔ اپنے ساتھیوں اور رفقار و خدام کے کاموں میں حصہ لیتے اور ان کا ہاتھ بٹاتے۔ آپ کا لباس عام آدمیوں کا سا ہوتا۔ ظہر سے پیشتر اور ظہر کے بعد اور اکثر عصر کے بعد بھی قرآن حکیم اور حدیث شریف کا درس دیتے۔ میں نے آپ سے مسلسل بالاولیۃ اور مسلسل بالمحبۃ کی سند لی۔ اور صحیح بخاری کا کچھ حصہ سنا۔ آپ خود ہی حدیث کی قرارت فرماتے تھے اور حدیث پر تقریر فرماتے تھے۔ جہاں تک آپ کے کشف و کرامات کا تعلق ہے وہ تو حد تواتر کو پہنچ گئی ہیں۔ اور اس بارے میں اولیار متقدمین میں بھی حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانی رح کے علاوہ اور کوئی نظیر نہیں ملتی۔

۲۲ ربیع الاول ۱۳۱۳ھ میں گنج مرادآباد میں وفات پائی اور مرادخاں کے مقبرے میں دفن ہوئے۔ رحمۃ اللہ تعالےٰ۔ (از حضرت مولانا عبدالحی صاحبؒ والد محترم مولانا علی میاں ندویؒ)

حالات و معمولات

(از مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رح)

والد ماجد حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد حضرت شاہ اہل اللہ رح حضرت شاہ عبدالرحمٰن لکھنوی رح کے مرید تھے۔ حضرت کا نام شاہ صاحبؒ ہی نے رکھا تھا۔

ولادت آپ ۱۲۰۸ھ میں پیدا ہوئے۔ مولانا سید محمد علی مونگیری رح لکھتے ہیں: نام مبارک میں لفظ "رحمٰن" پر الف لام نہیں ہے،

اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سے سن ولادت باسعادت نکلتا ہے۔ یعنی تاریخی نام ہے۔

سندیلہ میں آپ کی پیدائش ہے جہاں آپ کا ناںہال تھا۔ اسی بستی میں شیخ حیدر علی شاہ اعلیٰ حضرت شاہ محمد آفاق رح کے خلیفہ تھے۔

معمولات

مولوی تجمل حسین صاحب لکھتے ہیں:۔

بعد فراغت نماز صبح تھوڑی دیر ذکر میں مشغول رہتے تھے پھر کچھ دیر تک مراقب رہتے تھے۔ ہم لوگ بھی پیچھے بیٹھ کر توجہ لیتے تھے، آپ نے فرمادیا تھا کہ جب میرے حجرہ میں یا میرے پاس بیٹھو، میرے قلب کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھو۔ راقم شب کو جا کر توجہ لیتا تھا۔ آپ لیٹے لیٹے کبھی توجہ دیتے، کبھی بیٹھ کر۔ یہ ذکر اس وقت کا ہے جب خود امامت کرتے تھے اور مسجد میں نماز پڑھتے تھے اور حجرہ میں مسجد کے رہتے تھے یا مقبرہُ موجودہ جو صحن مسجد میں ہے اس میں رہتے تھے۔ نماز اشراق ادا کر کے آتے تھے۔ اور کبھی نماز پڑھ کر حجرہ میں آکر اذکار میں مشغول ہوتے تھے اور وہیں مراقب رہتے تھے۔ مگر جب سے آپ کو ضعف ہو گیا تھا مسجد میں آنا موقوف ہو گیا۔ اور باہر احاطۂ مسجد کے قبل از وصال ایک سال سے زائد اس میں رہے۔ اور پانچ چھ برس مسجد کے متصل جو حجرہ ہے اس میں تشریف رکھی۔ بعد اشراق کے درس حدیث شریف کا ہوتا تھا۔ اور دس برس پہلے فقط صحت قرآن شریف کی ہوتی تھی اور اس میں کچھ ترجمہ ہو جاتا تھا۔ پھر نکتے عجائب و غرائب بیان ہوتے تھے۔ اب آخر زمانہ میں تمام دن حدیث ہوتی تھی۔ آپ لفظ سے فیض لیتے تھے۔

بعد نماز مغرب اذکار و اشغال سے فرصت پا کر حجرۂ مسجد میں کچھ دیر

مراقبہ میں رہتے تھے۔ اکثر مراقبہ محبت کا فرماتے تھے اور کبھی دوسرا مراقبہ بھی فرماتے تھے۔ اس لئے بعض مریدوں سے ارشاد فرمایا کہ مراقبۂ محبت یُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهٗ کا کرتا ہوں۔ پھر آپ حویلی میں جاکر طعام تناول فرماتے تھے۔ آپ کے کھانے میں اکثر باجرہ کی روٹی کہ بہت محبوب ہوتی تھی اور کبھی مونگ کی یا ماش وغیرہ کی دال بھی ہوتی تھی قلیل سی کھا لیتے تھے اور کبھی کھچڑی۔ مٹی کے برتن میں ہمیشہ کھاتے تھے اور بورئیے پر بیٹھتے تھے۔ عشاء کی نماز بہت ہی سویرے ہوتی تھی، بعد ادائے نماز لیٹ جاتے تھے۔ پھر کلام نہیں فرماتے تھے۔

آپ تہجد کے وقت بہ نسبت تمام دن کے بہت خوش رہتے تھے اور لوگوں سے فرماتے تھے کہ اس وقت جاگا کرو اور استغفار پڑھو کہ اس وقت کا جاگنا بڑی فضیلت ہے۔ تہجد کے وقت کبھی اس قسم کے اشعار پڑھا کرتے تھے ؎

ہمارے پاس کیا ہے جو فدا کریں تجھ پر　　مگر یہ زندگی مستعار رکھتے ہیں

؎

ارض و سما کہاں تری وسعت کے سامنے　　میرا ہی دل ہے وہ کہ جہاں تو سما سکے

تحفہ و تبرک بوقت رخصت جو چیز آپ کے پاس موجود ہوتی تھی جیسے کپڑا، برتن یا کھانے کی چیز مسافروں کو دیتے تھے۔

کسی کو چلتے وقت لوٹا اور دری عنایت فرماتے تھے اور جس کے پاس راستہ کا خرچ نہیں ہوتا تھا، آپ زادِ راہ اپنے پاس سے دیتے

تھے۔ اور نہ مخفی رہے کہ جو لوگ محض طلبِ خدا میں آتے تھے جلدی اپنی زبان سے نہیں فرماتے تھے کہ چلے جاؤ۔

قبل علالت کے آپ کی عادت تھی کہ دروازۂ مسجد تک مسافروں کو پہنچانے آتے تھے اور بزرگانِ دین کو بستی کے باہر تک بھی پہنچانے آتے تھے۔

خفگی اور اس کا سبب

مولوی تجمل حسین صاحب لکھتے ہیں:۔ ایک بار ہم نے عرض کیا کہ حضرت! اس زمانہ کے آدمی اعتراض کرتے ہیں کہ حضرت مولانا کا سب عمل سنت پر ہے مگر مخلوق سے اس قدر بگڑنا یہ کیسی سنت ہے؟ آپ نے مسکرا کر فرمایا کہ میاں ادھر آؤ، اور کان میں فرمایا کہ اوپر کے جی سے میں گھڑکا کرتا ہوں، اور ہم نے اپنے خالق سے پہلے ہی دعا کر لی ہے کہ جس کے لئے میں بد دعا کروں وہ دعا سمجھی جائے۔ ورنہ ہجوم خلق سے نماز پڑھنا مشکل ہو، دہقانی (دیہاتی) لوگ بہت تنگ کریں۔

درد محبت

مولانا رح کے خمیر میں درد محبت کی ایسی چنگاری تھی کہ ایک ذرا سی تحریک سے مشتعل ہو جاتی تھی اور آپ پر وجد و کیفیت اور عشق و سرمستی کی ایک حالت طاری ہو جاتی تھی۔ اکثر زبان مبارک سے قائمؔ کا یہ شعر پڑھتے تھے جو بالکل حسب حال تھا ؎

دل ڈھونڈھنا سینہ میں مرے بوالعجبی ہے
اک ڈھیر ہے یاں راکھ کا اور آگ دبی ہے

اس دبی ہوئی آگ کو اگر کوئی چھیڑ دیتا یا ہوا دے دیتا تو سارے جسم سے

اس کی آنچیں نکلنے لگتیں اور پاس بیٹھنے والوں کو بھی اس کی گرمی اور آنچ محسوس ہوتی۔

ایک آیت پر کیفیت

مولوی تجمل حسین صاحب لکھتے ہیں:۔ ایک بار مولانا محمد علی صاحب وغیرہ کا مجمع تھا۔ قرآن شریف کا ترجمہ ہوا، رکوع یہ تھا۔ وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا اس کا ترجمہ فرمایا، بعد اس کے وہ آیت پڑھی گئی جو حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے بیان میں ہے، وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِيًّا ترجمہ فرمایا کہ "تھا اپنے رب کا پیارا" یہ فرما کر چیخ ماری اور آپ پر گویا کیفیت مدہوشی کی طاری ہوئی۔ اس واقعہ کے بعد دو مہینے سخت علیل رہے۔

اللہ و رسولؐ پر جان قربان کرنا چاہیئے

مولانا محمد علی صاحب فرماتے ہیں کہ ایک روز ارشاد فرمایا کہ پڑھنے پڑھانے سے کیا ہوتا ہے۔ دیکھو میں کچھ قرآن شریف پڑھ لیتا ہوں اور تھوڑا سا کچھ اور۔ پھر لطف میں آکر فرمایا کہ اللہ و رسولؐ پر جان قربان کرنا چاہیئے، اس سے بہت کچھ ہوتا ہے۔ اور چند شعر پڑھے۔ (تذکرہ صـ۴۴)

فائدہ: جان قربان کرنے کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ و رسولؐ کی کامل اطاعت کریں اور انکی مرضی پر قربان ہو جائیں۔ (قمر الزمان)

اللہ کی محبت میں مزا

ارشاد ہوا کہ اللہ کی محبت میں جو مزہ ہے وہ جنت کی چیزوں میں نہیں ہے۔ حور

وقصور اور کھانے کی چیزیں اور حوض کوثر ان سب کا مزہ اُس مزہ کے روبرو کچھ نہیں ہے۔ عاشقوں کو جنت بھی اسی وجہ سے پسند ہوگی کہ اس میں اُسی کا جمال ہے۔ ہمیں یہ مزہ قرآن مجید پڑھنے میں آتا ہے۔ جنت میں جب ہمارے پاس حوریں آئیں گی تو ان سے کہیں گے کہ آؤ ذرا قرآن مجید تو سن لو۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق وعشق

مولوی تجمل حسین اور نواب نور الحسن خاں لکھتے ہیں کہ حضرتؒ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر میں پڑھا:۔

جن گلیاں محمد چلیں، وہ گلیاں میں پلکن بہوروں

نواب نور الحسن مرحوم لکھتے ہیں:۔

ایک صاحب نے دو کتابیں تصوف کی حضرت قبلہ کی خدمت میں پیش کیں۔ حضرت نے فرمایا کہ، میں کوئی کتاب تصوف کی نہیں دیکھتا اور میرا دل خود تصوف ہے۔ اور میرا تصوف یہ ہے پھر سورہ مزمل کی پہلی آیت پڑھ کر ترجمہ فرمایا اور شعر نعت کا پڑھا ؎

تر ہوئی باراں سے سوکھی زمیں   یعنی آئے رحمۃٌ للعالمیں

(تذکرہ ص ۴۹)

اتباعِ سنت اور احترامِ شریعت

اس عشق و محبت کے ساتھ آپ کے اندر غایت درجہ کا اتباعِ سنت اور احترامِ شریعت تھا۔ چنانچہ مولوی تجمل حسین صاحب لکھتے ہیں:۔

میں نے عرض کیا کہ حضور نے کون سا عمل عمدہ فرمایا ہے کہ اس درجہ کو پہنچے؟ ارشاد ہوا کہ سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرنے سے۔

نیز آپ نے ارشاد فرمایا کہ غوث ہو یا قطب، جو خلافِ شرع کرے وہ کچھ بھی نہیں۔ نیز ارشاد فرمایا کہ اتباعِ سنت یہی غوثیت اور قطبیت ہے۔

ایک جلسہ میں یہ ارشاد ہوا کہ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللہُ۔ اس کا ترجمہ کہو۔ پھر خود ہی فرمایا کہ ہماری چال چلو تب پیار کرے گا اللہ تم لوگوں کو۔

نیز ارشاد فرمایا کہ جو بات شریعت کے اتباع اور ان اعمال سے حاصل ہوتی ہے جو حدیث میں آئے ہیں، وہ کسی سے نہیں ہوتی۔

اذکار و اوراد میں حدیث کی پیروی

مولانا سید محمد علیؒ لکھتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ بعد ظہر اِنَّا فَتَحْنَا پڑھنا چاہیئے؟ ارشاد ہوا کہ حدیث میں نہیں آیا۔ پھر عرض کیا کہ بعد عصر عَمَّ یَتَسَاءَلُوْنَ پڑھنا چاہیئے؟ ارشاد ہوا کہ یہ بھی حدیث میں نہیں آیا۔ مگر میں کبھی بعد عصر اور کبھی قبل عصر پڑھ لیتا ہوں۔

ایک مرتبہ حضرت قبلہ نے یہ دعا پڑھی: اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ ذَنْبِیْ وَوَسِّعْ لِیْ فِیْ دَارِیْ وَبَارِكْ لِیْ فِیْ رِزْقِیْ (اے اللہ! میرے گناہ معاف فرما دے اور میرے گھر میں وسعت دیجئے اور میرے رزق میں برکت عطا فرمائیے) اور ارشاد ہوا کہ وضو کے اندر اسی دعا کا پڑھنا حدیث سے ثابت ہے اور کسی دعا کا پڑھنا حدیث میں نہیں آیا۔

ف: کتنی جامع دعا ہے۔ کاش مسلمان اسی دعا کو دل سے پڑھتے تو دین و دنیا کی نعمتیں سبھی حاصل ہو جاتیں۔ (قمر الزمان)

ماثور دعائیں فرمایا کہ مشائخ سے جو دعائیں منقول ہیں ان میں وہ تاثیر نہیں جو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعائیں فرمائی ہیں ان میں ہے۔

درود شریف کی اہمیت ارشاد فرمایا، درود شریف بکثرت پڑھو جو کچھ ہم نے پایا درود سے پایا۔

فنا فی الرسول کا مطلب ارشاد فرمایا کہ افعال ظاہری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بسہولت، اور بے تکلف ہونے لگنا، یہی فنا فی الرسول ہے اور کچھ نہیں۔

علم و علماء کا احترام مولوی سید تجمل حسین صاحب فرماتے ہیں:۔ جب مولانا عبدالحی صاحب فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ آپ کی ملاقات کو تشریف لے گئے تو اتنی بڑی خوشی آپ کو تمام عمر نہیں ہوئی تھی۔ آپ نے اپنی چارپائی پر بٹھایا اور تعظیم کی اور فرمایا کہ میں نے بوڑھا ہو کر تمہاری تعظیم بسبب تمہارے علم کے جو کی، اس کی ایسی مثال ہے کہ جیسے حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تعظیم کی تھی اور جناب احمد میاں صاحب کو بلا کر فرمایا کہ تم کو ان کے آنے سے خوشی ہوئی یا نواب حیدر آباد کے آنے سے؟ حضرت احمد میاں نے فرمایا، ان کے آنے سے میں خوش ہوا۔ حضرت نے فرمایا کہ تم اپنے نئے مکان کے دالان میں چارپائی بچھاؤ کہ یہاں مسجد میں زمین پر تکلیف ہوگی اور کھانا ان کے واسطے اچھا تیار کرو۔

جب مولانا احمد علی صاحب علیہ الرحمۃ تشریف لائے، ان کے آنے

میں بھی آپ نے بہت خوشی کی، اس لیے کہ آپ مولانا شاہ اسحٰق صاحبؒ کے شاگرد تھے۔

قرآن اور حدیث سے عشق

قرآن وحدیث سے آپ کو ایسا شغف تھا جس کو عشق سے کم کسی لفظ سے تعبیر نہیں کیا جاسکتا، آپ کے واقعات و کیفیات سے ہی اس کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

مولوی تجمل حسین صاحب لکھتے ہیں: ایک روز آپ تلاوت قرآن کر رہے تھے کہ آپ پر کیفیت طاری ہوئی، راقم سے فرمایا کہ جو لذت ہم کو قرآن میں آتی ہے اگر تم کو وہ لذت ذرہ بھر آوے، تو ہماری طرح نہ بیٹھ سکو کپڑے پھاڑ کر جنگل نکل جاؤ۔ آپ نے آہ کی اور حجرہ میں تشریف لے گئے اور کئی روز تک بیمار رہے۔

حضرت مولانا سید محمد علی صاحبؒ نے فرمایا کہ میں نے ابتداء میں حضرت سے عرض کیا کہ ہم کو جو مزہ شعر میں آتا ہے، قرآن شریف میں نہیں آتا۔ آپ نے فرمایا، ابھی بُعد ہے۔ قرب میں جو مزہ قرآن شریف میں ہے کسی میں نہیں۔

مولوی تجمل حسین صاحب لکھتے ہیں کہ مجھ سے فرمایا کہ قرآن شریف اور حدیث پڑھا کرو کہ اللہ میاں دل پر آکر بیٹھ جاتے ہیں۔

ایک روز فرمایا کہ نسبت قرآن کی غایت سلوک ہے۔

حدیث پڑھنے میں توجہ الٰہی

ایک محدث صاحب تشریف لائے تو حضرت قبلہ نے فرمایا کہ

تم جانتے ہو کہ حدیث پڑھنے میں اللہ کو کیسی محبت ہوتی ہے اور کیسا پیار ہوتا ہے جیسے کسی عورت کا لڑکا مر جائے اور اسکی کوئی کتاب پڑھنے کی ہو، اور اس لڑکے کے مرنے کے بعد اس کی ماں کسی طالب علم کو دے کہ یہ میرے لڑکے کی کتاب ہے اس کو پڑھو اور ہم کو سناؤ، اب اس وقت پڑھنے میں جو کیفیت اور جوش محبت اس کی ماں کو ہوتا ہے، ویسا ہی بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انکی حدیث پڑھوانے سے ایک محبت کا جوش اللہ تعالیٰ کو ہوتا ہے۔ ف: کیا خوب مثال دی۔ جزاہم اللہ

حدیث و قرآن کی مزاولت کے اثرات

مولوی سید تجمل حسین صاحب لکھتے ہیں کہ، تعلیم امور باطنی کے باب میں جو طریقہ مروجہ ہے اس بارے میں آپ سے عرض کیا۔ اس پر ارشاد ہوا کہ یہی طریقۂ شریعت عمدہ ہے۔ اسی حدیث و قرآن کی مزاولت اور اسی کی محبت کی برکت سے بڑے مراتب حاصل ہوئے ہیں۔ اور اصل دل کی درستگی ہے اور شریعت کی پابندی۔

درس حدیث کی کیفیت

مولانا شاہ سلیمان صاحب پھلواری اپنی حاضری کا حال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

میں حاضر ہوکر ادب سے بیٹھنا چاہتا تھا کہ آپ نے فرمایا کہ بخاری لاکر انھیں دو میں نے پڑھنا شروع کیا، اس وقت کی کیفیت کو نہیں عرض کر سکتا ہوں "ما دانیم و دل" مختصر اس کا یہ ہے کہ مجھے اس وقت ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ہمارے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان کوئی واسطہ نہیں ہے، اور میں خاص حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پڑھ رہا ہوں۔ اس وقت حضوری کی ایسی لذت تھی کہ الفاظ کا بالکل خیال ہی نہ ہوتا تھا۔ اور حضرت کے

کبھی کبھی مسکراتے تھے اور کبھی آہ آہ فرماتے تھے۔ کبھی کوئی اشعار پڑھتے تھے کبھی ہندی کے کوئی گیت ارشاد فرماتے تھے۔ پھر حضرت رحؒ نے فرمایا کہ "صلی اللہ علیہ وسلم" کا ترجمہ کرو۔ میں نے عرض کیا تو آپ نے فرمایا، نہیں اِن حضرت محبوب ہیں، زبان عشق سے کہو۔ پھر آپ نے خود فرمایا کہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی پیار کرے ان کو اللہ اور سلامت رکھے۔ اس جملہ سے مجھ پر ایک کیفیت طاری ہوگئی اور میں نے نعرہ مارا۔ حضرت نے فرمایا کہ مولوی ہوکر اتنا چلاتے ہو۔ ف: سبحان اللہ، اہل اللہ کا کیا کیا حال ہوتا ہے۔ محمد قمر الزمان

بذل و عطا

مولوی تجمل حسین صاحب لکھتے ہیں: ایک مرتبہ نواب خورشید جاہ حیدرآبادی نے ہزار روپیہ کا نوٹ نذر کیا۔ ایک بنیا خادم خانقاہ میں دیر سے عرض کر رہا تھا کہ لڑکی کی شادی کیلئے چھ سو روپیہ چاہیئے، نوٹ اسی کے حوالے ہوا کہ چھ سو روپیہ لے کے چار سو یہاں دے جا۔

آپ کے پاس تحفے اور ہر ایک ملک سے صدہا قسم کی چیزیں از قسم ملبوس یا غیر ملبوس آتی تھیں مگر سب تقسیم ہوجاتی تھیں۔ ایک مرتبہ فقیر کے سامنے ایک ٹوکرہ مرادآبادی برتن کا آیا، آپ نے بعد مغرب سب نمازیوں کو برتن تقسیم کر دیئے۔ دو ایک برتن نواسے کھڑے ہوئے تھے ان کو دے دیئے کہ صاحبزادی کو دے آؤ۔ اور ایک گلاس اپنے لئے رکھ لیا۔ اس کو بھی کسی مسافر کو شب میں دے دیا۔

شرفاء و غرباء کی مدد کا طریقہ

راقم سطور نے نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمن خاں شیروانی

مرحوم سے خود سنا کہ ایک بار سرِ شام کسی نے پانچ سو روپے نذر کئے، اسی وقت اعلان فرمادیا کہ ہمارے حجرہ کی دیوار گری جارہی ہے اس کی مرمت کی ضرورت ہے۔ اہل قصبہ اس ادا سے واقف تھے، بہت سے شرفا اور غربا ٹوکریاں اور پھاوڑے وغیرہ لیکر حاضر ہوگئے اور کسی نے دیوار کو ہاتھ لگایا، کسی نے یہ کچھ کیا۔ آپ نے کسی کو کچھ دیا کسی کو کچھ، سونے سے پہلے پہلے ساری رقم تقسیم فرماکر فارغ ہوگئے۔ کسی صاحب نے عرض کیا کہ آخر ایسی عجلت کی کیا بات تھی؟ فرمایا، واہ! ہماری دیوار گری جارہی تھی، تم باتیں بناتے ہو۔

زہد و توکّل

آپ کا توکل محض اللہ پر تھا۔ چنانچہ روزمرہ کے خرچ کا یہ قاعدہ تھا کہ بنیا مقرر تھا، آپ کو ادھار دیا کرتا تھا۔ جب آپ کو فتوحات آتے تھے تب اس کو ادا کر دیا جاتا تھا۔ اس کے لئے کوئی بہی کھاتہ نہ تھا۔ جب کسی نے نذر کیا فوراً بنئے کو بلا کر دیدیتے تھے آپ کے ذاتی مال میں لوٹا، ایک دو گھڑے، ایک چارپائی، دو جوڑے کپڑے، اس کے سوا کچھ نہیں تھا۔

فقر کی دولت

ایک مرتبہ الہ آباد سے ہائی کورٹ کا افسر اس تحقیق کے لئے آیا تھا کہ آپ کے پاس مجمع ہر ملک کے لوگوں کا اس قدر کیوں رہتا ہے۔ کیونکہ اسی زمانہ میں حیدر آباد سے نواب خورشید جاہ حضرتؒ کے پاس آئے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ توبہ کیلئے آتے ہیں ہم ان کے گواہ ہوجاتے ہیں۔ تم بھی شرک سے توبہ کرو، ہم گواہ ہوجائیں گے۔ پھر وہ انگریز بہت خوش ہوا۔ اور کہا کہ خرچ خانقاہ کیلئے اگر فرمائیے تو ملکہ کے پاس لکھوں۔ آپ نے فرمایا کہ کیا ضرورت ہے، ہمارے پاس

خدا کے فضل سے دو جوڑے کپڑے اور دو لوٹے مٹی کے اور دو گھڑے موجود ہیں مجھے کیا ضرورت ہے۔ وہ انگریز رخصت ہو گیا۔ اسی طرح کسی حاکم کی پیشکش پر مزید یہ فرمایا کہ: اور بعض مرید ہمارے باجرہ لے آتے ہیں اس کی روٹی ہو جاتی ہے۔ بی بی صاحبہ کچھ ساگ یا دال پکا لیتی ہیں اسی سے لگا کر کھا لیتے ہیں۔

لاکھ روپیہ پر خاک

مولوی تجمل حسین صاحب لکھتے ہیں: مولوی محب اللہ خاں صاحب امروہہ نے بیان فرمایا کہ ہم سے نواب کلب علی خاں والیٔ ریاست رامپور بے تکلفی رکھتے تھے اور بہت محبت کرتے تھے۔ ایک دن نواب صاحب نے ہم سے اپنا خیال ظاہر کیا کہ ہم کو بہت تمنا ہے کہ مولانا فضل رحمٰن محدّث اس رامپور میں ہمارے یہاں تشریف لائیں تو خوب ہو، کیونکہ سب اہل علم ہر فن کے مجتمع ہیں مگر وہی ایک صاحب یہاں نہیں ہیں جو شاہ عبد العزیز صاحب کے صحبت یافتہ ہیں۔ اس پر مولوی صاحب موصوف نے نواب صاحب سے کہا کہ اگر ان کو ہم لائیں تو کیا آپ ان کے لئے نذر کریں گے؟ نواب صاحب نے کہا کہ "لاکھ روپیہ مولوی صاحب کی خدمت میں پیش کروں گا"۔ چنانچہ مولوی محب اللہ خاں صاحب کہتے تھے کہ ہم گنج مرادآباد پہنچے اور مولانا سے ملے، سب قسم کی باتیں توحید وغیرہ کی ہونے لگیں۔ پھر ہم نے عرض کیا کہ رامپور تشریف لے چلئے، نواب کلب علی خاں آپ کے بہت مشتاق ہیں اور لاکھ روپیہ نذر کریں گے۔ آپ جس طرح سے بات کر رہے تھے اسی طرح کرتے رہے اور اس حکایت کو معمولی بات کی طرح ٹال دیا اور فرمایا کہ میاں، لاکھ روپیہ پر

خاک ڈالو اور بات سنو ؎

جو ہم دل پہ ان کا کرم دیکھتے ہیں
تو دل کو بہ از جامِ جم دیکھتے ہیں

اور پھر وہی سب عشق وغیرہ کی کہانی کرتے رہے۔

علالت کی ابتداء حضرت کی بیماری زکام اور بخار سے انتقال سے بیس روز پیشتر شروع ہوئی اور یہ سلسلہ وفات تک چلتا رہا۔

ایک نعتیہ شعر اور کیفیت ۸ ربیع الاول کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ فضائل بیان کرکے آپ نے اس شعر کو دو مرتبہ پڑھا ؎

سرسبز ہو جو ترا پامال ہو
ٹھہرے تو جس شجر کے تلے وہ نہال ہو

اس وقت حاضرین کی عجیب کیفیت تھی کہ دلگدازی سے سب پر ایک حالتِ رقت طاری تھی۔ بعد اس کے آپ نے یہ شعر پڑھا ؎

بندہ عیب دار کس نخرد
با ہزاراں گنہ خرید مرا

آپ روئے اور عجیب کیف کی حالت تھی کہ بیان میں نہیں آتی۔

دعائے تسہیل ۱۶ ربیع الاول سے آخر وقت تک یہ شعر آپ کے وردِ زبان تھا ؎

فَسَهِّلْ يَا إِلٰهِي كُلَّ صَعْبٍ
بِحُرْمَةِ سَيِّدِ الْأَبْرَارِ سَهِّلْ

فنائے کامل اکیسویں کو دو بجے دن کو آپ نے فرمایا کہ ہم مرگئے، ہمارے جنازہ کی نماز پڑھ دو، اگر کوئی نہ پڑھے تو میں خود پڑھ لیتا ہوں۔ اور تمام مقتدی کھڑے رہیں۔ اللہ اکبر فرما کر ہاتھ باندھ لئے۔

حدیث کا تقاضا سوا دو بجے فرمایا کہ ہم کو کوئی حدیث سناتا تو بہتر تھا کہ ہمارا دم حدیث شریف سنتے سنتے نکلتا۔

دعا ۲۲ ربیع الاول کو ساڑھے تین بجے دست مبارک اٹھا کر نہایت خشوع سے دعا فرمائی کہ اے اللہ پاک! آپ میرے جملہ مریدین و معتقدین، دوست احباب، اعزہ و اقارب کو خوش و خرم، کھاتا کھلاتا رکھئے گا اور سب کا خاتمہ بخیر کیجئے گا۔ آمین، آمین، آمین!

وفات ۲۲ ربیع الاول ۱۳۱۳ھ کو بعد مغرب آپ نے سانس اوپر کرلی اور روح پُر فتوح نے جسم خاکی کو چھوڑا اور عالم بالا کی طرف پرواز کی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ، اور گنج مراد آباد میں مدفون ہوئے رحمۃ اللہ و نور اللہ مرقدہٗ۔

(منقول از "اقوال سلف" ج ۴ ص ۳۳-۵۵)

انتباہ: حضرت جد مکرم مولانا شاہ وصی اللہ صاحبؒ آپ سے کافی مناسبت رکھتے تھے اور آپ کی کرامات بیان فرمایا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان حضرات کی سیرت اختیار کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے اور ان کے فیوض و برکات سے مالا مال فرمائے۔ آمین!

(مجوب احمد)

حضرت مولانا شاہ بدر علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ولادت و وطن

حضرت مولانا شاہ بدر علی صاحبؒ کا آبائی وطن میرپور ضلع الہ آباد ہے۔ نانہال موضع موئی متصل قصبہ جائس ضلع رائے بریلی ہے۔ آپ کی ولادت ماہ شوال ۱۲۳۸ھ مطابق ۱۸۲۲ء یا ۱۸۲۳ء کو ہوئی

تعلیم و تربیت

بچپن آپ کا کیسے گزرا، تعلیم و تربیت کیسے ہوئی؟ اس کی تفصیلی معلومات حاصل نہ ہوسکیں۔ آپ کی مجلس میں دنیاوی گفتگو یا کچھ سوال کرنے کا موقع میسر نہیں ہوتا تھا۔ مسلسل قرآن مجید کی آیات و احادیث بیان فرماتے رہتے تھے، مزید ہیبت حق اتنی غالب ہوتی تھی کہ کسی کو کچھ دریافت کرنے کی ہمت نہیں ہوتی تھی۔ لہذا بچپن کے حالات معرض خفا میں رہ گئے۔

حضرت مولانا فضل رحمنؒ کی کرامت و بشارت

آپ کو تپ دق ہوگیا تھا بالکل تیسرے درجہ میں پہنچ چکا تھا جو لاعلاج سمجھا جاتا ہے۔ لہذا جسم ضعف کی وجہ سے ہڈیوں کا ایک ڈھانچہ رہ گیا تھا، کہ حضرت فضل رحمن مجددی گنج مرادآبادیؒ سیاحی کرتے ہوئے وہاں پہنچ گئے۔ آپ کا قیام جائس کے قریب موضع موئی میں تھا۔ آپ کی والدہ نے عرض کیا، حضرت! شہر میں قیام فرمائیں، یہاں میری حالت بڑی بیکسی کی ہے۔ فرمایا، اسی غرض سے آیا ہوں، تمہارا لڑکا صحت یاب ہوکر عرصہ دراز تک زندہ رہے گا۔

غرض آپ صحت یاب ہو کر حضرت مولانا گنج مرادآبادی کی خدمت میں جاکر شرف بیعت سے مشرف ہوئے اور تحصیل علم کے لئے قاہرہ مصر جانے کی اجازت طلب کی۔ حضرت مولاناؒ نے فرمایا۔ جاؤ، لیکن جیسے جاتے ہو ویسے ہی واپس آجانا۔ یعنی وہاں شادی نہ کر لینا۔

چنانچہ آپ قاہرہ تشریف لے گئے اور ۱۷ سال کے بعد جامع ازہر سے فارغ ہو کر ۱۸۶۹ء میں واپس آئے۔ اسی سال نہر سوئز کھودی گئی تھی۔

تکرار بیعت واجازت

ہندوستان آکر حضرت مولانا فضل رحمٰن صاحب گنج مرادآبادیؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر دوبارہ مشرف بہ بیعت ہوئے اور حضرت مولانا گنج مرادآبادیؒ کی طرف سے اجازتِ بیعت یعنی خلافت سے نوازے گئے۔ پھر قطب زماں حضرت مولانا گنج مرادآبادیؒ نے اپنی وفات سے پہلے دوبارہ خلافت واجازت مرحمت فرمائی۔ (ضیاء البدر ص۱۵ مؤلفہ مولانا عبد الغفار صاحب ندوی)

پتھونہ میں مطب

آپ نے جامع ازہر مصر میں طب جالینوس کی تعلیم بھی حاصل کی تھی۔ آپ نے عرصہ تک چھتری ٹھاکروں کی ایک ریاست پتھونہ ضلع رائے بریلی میں مطب بھی کیا ہے۔ پتھونہ میں آپ نے علوم دینیہ کا درس بھی دیا ہے۔

تدریس قرآن

راقم السطور نے رائے بریلی میں درس قرآن دیتے ہوئے دیکھا ہے۔ نماز عشاء کے بعد ایک صاحب آپ کو مولانا شاہ رفیع الدین صاحب دہلویؒ کا ترجمہ قرآن سناتے تھے اور آپ معارف وحقائق ارشاد فرماتے تھے۔

ذریعہ معاش کھیتی

آپ نے ضلع رائے بریلی کے تین مواضعات شیخن گاؤں، بھوا، سدھونہ میں سکونت اختیار فرمائی۔ آپ کی مکمل زندگی اتباع سنت تھی۔ اس لئے آپ نے اکل حلال کے لئے ہمیشہ اپنے ہاتھ سے کھیتی کی۔ قرب وجوار کے رؤسا بیحد معتقد تھے انھوں نے بطور جاگیر کثیر رقبہ کی زمین نذر کرنی چاہی، مگر آپ نے قبول نہیں کیا۔ لگان پر تھوڑی سی زمین لے لی تھی، اس کو خود بوتے تھے۔ اور تھوڑی سی زمین میں بہت برکت ہوتی تھی۔ چنانچہ ایک قانون گو صاحب فرماتے تھے کہ بھوا جہاں آپ (حضرت) مقیم تھے ایک بیگہ زمین تھی۔ آپ کے مرغیاں بکریاں اور بھینسیں بھی تھیں۔ میں جب دورہ پر جاتا تو دیکھتا کہ وہ سب اسی کھیت میں چرا کرتی تھیں۔ میں عرض کرتا، اس میں کیا پیدا ہوگا؟ تو آپ فرماتے کہ اس کی تقدیر اسی میں ہے۔

ایک سال عام قحط پڑ گیا۔ میں نے اپنے حلقے کا سروے کیا تو کہیں کچھ پیدا نہ ہوا تھا۔ میں نے آپ سے پوچھا تو فرمایا۔ نہیں بھیا، اللہ تعالےٰ نے فرمایا یہ فقیر بھوکوں مرجائے گا، مجھ کو تو ۱۸ من گیہوں دیئے ہیں۔

آپ کی قناعت

جو لباس زیب تن ہوتا اس کے علاوہ کوئی دوسرا جوڑا تہ کر کے نہ رکھتے تھے۔ اکثر یہ ہوتا کہ کوئی مخلص مرید یا معتقد کوئی جوڑا پیش کرتا اس کو پہن لیتے اور پہنا ہوا لباس اس کو دیدیتے تھے۔

ہمیشہ سامنے کے سالن سے کھاتے۔ کبھی دو سالن دستر خوان پر جمع نہ ہونے دیتے۔ اکثر مزاج شناس مریدین سامنے کے سالن کو

ہٹا کر دوسرا سالن رکھ دیتے تھے۔ف: سبحان اللہ! کیا شان تھی اتباع سنت کی (مجوب)

ملفوظات

۱۔ آپ نے فرمایا کہ سورۂ فاتحہ کے ستر اسماء ہیں۔ ان میں سے ایک نام شفا ہے اس کو سات مرتبہ پڑھ کر دم کر دیا کرو۔

۲۔ فرمایا۔ ہر نماز کے بعد اَللّٰھُمَّ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ اَللّٰھُمَّ اَنْزِلْ عَلَیْنَا مَآئِدَۃً مِّنَ السَّمَآءِ تَکُوْنُ لَنَا عِیْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰیَۃً مِّنْکَ وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ ۝

۳۔ فرمایا۔ کبائر کی نشانی قرآن مجید میں یہ ہے کہ جن جن مقامات میں "عذابٌ شدیدٌ"، عذابٌ الیمٌ، عذابٌ عظیمٌ وغیرہ الفاظ وعید وارد ہوئے ہیں وہ سب داخل کبائر ہیں

آپ کی شرکت جہاد

ایک موقع پر ارشاد فرمایا کہ مجھے جہاد میں شریک ہونے کی سعادت نصیب ہوئی ہے۔ سنہ ۱۹۱۰ء کے جہاد طرابلس میں شریک تھا۔ ایک رال کا گولا میرے ہاتھ پر گرا تھا اس کا نشان اب تک موجود ہے۔ (ضیاء البدر بحوالہ اقوال سلفؒ ج ۳ ص ۳۸۰-۳۸۵)

مولوی نثار اللہ صاحب رئیس گورکھپور نے حضرت مولانا وصی اللہ صاحب سے بیان کیا کہ میں حضرت مولانا شاہ بدر علی صاحبؒ کی خدمت میں گیا تو پوچھا کہ حضرت! گناہ سے کیسے بچا جائے؟ تو ارشاد فرمایا کہ آپ چلم میں ہاتھ توڑ الیں۔ تو میں نے کہا کہ حضرت! اس میں تو آگ ہے، کیسے ہاتھ ڈالیں۔

تو فرمایا کہ ایسے ہی گناہ سے بچا جاتا ہے۔

دوسرا سوال یہ کیا کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کیسے پیدا ہو؟ تو فرمایا کہ ہاتھ کی دونوں ہتھیلیوں کو رگڑیئے، تو میں نے رگڑنا شروع کیا تو فرمایا، کچھ گرمی محسوس ہوئی؟ تو میں نے کہا ہاں! تو فرمایا کہ ایسے ہی اللہ کے ذکر سے قلب کے اندر اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہوتی ہے۔ **ف**: سبحان اللہ کیا خوب علامت محبت کی بیان فرمائی۔ (مجذوب)

اب چند باتیں حضرت مرشدی مولانا محمد احمد صاحبؒ خلیفۂ حضرت مولانا شاہ بدر علی صاحبؒ سے سنی ہوئی نقل کرتا ہوں۔ ظاہر ہے کہ اس سے زیادہ قابل اعتماد اور موجبِ اطمینان اور کون سی باتیں ہو سکتی ہیں۔

فرماتے کہ حضرت مولانا شاہ بدر علی صاحبؒ عجیب و غریب نسبت کے حامل تھے۔ بخاری شریف پوری یاد تھی۔ مگر بود و باش، وضع قطع ایسی اختیار فرمائی تھی کہ کوئی آدمی دیکھ کر بظاہر عالم بھی نہیں سمجھتا تھا۔ بولی دیہاتی بولتے تھے۔

حضرت مولانا محمد احمد صاحبؒ خود اپنا واقعہ بیان فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ حضرت کی خدمت میں مقیم رہا۔ چند روز کے بعد مکان رخصت ہونے کی اجازت طلب کی تو حضرت نے ارشاد فرمایا کہ ابھی رُک جاؤ۔ میں رُک گیا۔ عصر کی نماز کے بعد حضرتؒ برائے تفریح میدان کی طرف نکلے۔ میں پیچھے پیچھے چل رہا تھا اور میں کھلی آنکھوں دیکھ رہا تھا کہ حضرت کے دست مبارک میں کوئی کتاب نہیں ہے۔ یکایک دیکھا کہ ابوداؤد کے نسخے آپ کے ہاتھ میں موجود ہیں۔ میں متحیر ہو گیا کہ یہ کہاں سے کتاب آگئی؟ تو خود ارشاد فرمایا کہ یہ کتاب ابوداؤد شریف یہاں نہیں ملتی۔ آپ کے بھائی جن کو روپیہ دیکر لاہور بھیجا تھا۔ وہ لیکر ابھی آیا ہے۔ اس لئے آپ ایک نسخہ لے لیں۔

نیز اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ اسی لئے آپ کو روکا تھا۔ اب آپ جا سکتے ہیں۔ الحمد للہ وہ ابو داؤد کا نسخہ مکان پر موجود ہے۔ (اقوال سلف ج ۴ ص ۳۸۴ ص ۳۸۵)

ذکر و مراقبہ اور اس کے متعلقات کی تعلیم

فرمایا: سب سے اچھا ذکر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کا ہے سب سے اچھی تسبیح سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ ہے جس پر بخاری شریف ختم ہوئی ہے اور سب سے اچھا استغفار اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ ہے۔ مزید مجھ سے فرمایا، ہر وقت ذکر میں مشغول رہو اور یہ تسبیح بھی پڑھتے رہا کرو۔ دیکھو کیا کیا دیکھتے ہو۔

(ضیاء البدر ص ۹۴)

وفات و تدفین

۲۳ شعبان المعظم ۱۳۵۴ھ بروز جمعرات دو بجے آپ کا انتقال ہوا۔ رحمہ اللہ ونور اللہ مرقدہٗ۔

سدھونہ میں مدفون ہوئے۔

یہ حقیر قمر الزمان آپ کی مزار پر حاضر ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ فیوض و برکات سے بہرہ ور فرمائے۔ محمد قمر الزمان

حضرت مرشدی مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاب گڈھی رحمۃ اللہ علیہ

ولادت باسعادت آپ کی ولادت باسعادت موضع پھولپور ضلع پرتاب گڈھ یو۔پی میں ۱۳۱۷ھ مطابق ۱۸۹۹ء میں ہوئی۔

آپ کے والد کا نام غلام محمد تھا۔ اور آپ کا اصلاحی تعلق اویس زمانہ حضرت مولانا فضل رحمٰن صاحب گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ سے تھا۔ آپ انکی خدمت بابرکت میں برابر حاضر ہوا کرتے، ان کی بابرکت ذات سے مستفید ہوتے اور انکی دعائیں لیکر واپس ہوتے۔

بچپن کے حالات حضرت مولانا فضل رحمٰن صاحبؒ کی دعا و توجہ سے حضرت مولانا محمد احمد صاحبؒ میں رشد و صلاح کے آثار بچپن سے ہی نمایاں تھے۔ نیکی و پرہیزگاری کا خاص لحاظ رہتا۔ نماز و روزے کے پابند اور تلاوت کلام پاک کا ذوق و شوق تھا۔ عام بچوں کے برخلاف کھیل کود سے مجتنب و محترز رہتے۔

باطنی تربیت اللہ تعالےٰ جب اپنے کسی بندے کے ساتھ بہت خاص معاملہ فرمانا چاہتا ہے اور اس کی طرف اپنا لطف و عنایت مبذول کرنا چاہتا ہے اور اس کو اپنی عظیم نعمت یعنی اپنی نسبت و معیت اور محبت و معرفت عطا فرمانا چاہتا ہے تو اس کے حصول کیلئے اس کے اسباب و عوامل بھی فراہم فرما دیتا ہے۔ چنانچہ جب حضرت مولانا سن شعور کو پہنچے تو اس دولت کی تحصیل کے لئے آپ حضرت مولانا وارث حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں لکھنؤ پہنچ گئے۔ آپ کا قیام گومتی ندی کے کنارے ٹیلہ والی مسجد

میں رہتا تھا۔ اور وہاں انکی تعلیم کے مطابق ذکر واذکار، تزکیۂ نفس اور اصلاح قلب میں مشغول ہو گئے۔ ایک طویل عرصہ تک آپ انکی خدمت میں رہے۔ حضرت رح کی طرف سے اجازت و خلافت سے بھی مشرف و سرفراز ہوئے۔

حضرت مولانا شاہ بدر علی صاحبؒ کی خدمت میں

مزید باطنی ترقی اور اللہ سے قوی نسبت و تعلق کے حصول کے لئے حضرت مولانا شاہ بدر علی صاحب نقشبندی مجددی رح سے اصلاحی تعلق پیدا کر لیا۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے آپ کی طرف انتہائی توجہ اور شفقت و عنایت کا معاملہ کیا۔ حضرت کو اپنی اولاد کی طرح تصور فرماتے۔ اور کبھی فرماتے کہ ہمارے چار لڑکے ہیں، مگر یہ سب دنیا کے ہیں، صرف ایک لڑکا آخرت کے لئے ہے اور وہ "محمد احمدؒ" ہے۔ اور کبھی فرماتے، آپ لوگوں نے محمد احمد جیسا اپنے آپ کو مٹائے ہوئے کسی کو دیکھا ہے؟ حضرتؒ کی طرف سے بھی آپ کو اجازت و خلافت کا شرف حاصل ہوا۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یوتیہ من یشاء۔

دعوت و تبلیغ کی سرگرمی

حضرت مولانا شاہ بدر علی صاحبؒ کے یہاں سے اجازت و خلافت سے مشرف ہونے کے بعد خلق خدا کی ہدایت، اصلاح امت اور دعوت و تبلیغ کے کام میں مشغول ہو گئے۔ اس کیلئے اب گاؤں گاؤں پیدل چل کر تشریف لے جاتے، کچھ مخلصین بھی ساتھ ہوتے ساتھ چنا، گڑ، روٹی وغیرہ لے لیتے اور وہی کھا لیتے اور وہاں وعظ و تقریر فرماتے اور حسب مراتب لوگوں کو پند و وعظ اور نصیحت فرماتے۔ اس طرح اطراف و جوانب میں آپ کی اصلاحی تقریروں اور وعظوں کی فضا قائم ہوئی نیز آپ کی

مجلس میں لوگ دور دور سے آکر شریک ہوتے۔ آپ کی اصلاحی مؤثر باتوں سے لوگوں میں اصلاح اور دینی بیداری کا جذبہ بیدار ہوتا۔ آپ کے عارفانہ اور دردمندانہ اشعار سے لوگوں کو بہت فائدہ پہنچتا۔ آپ کی مجلس میں ہر پریشاں حال کو سکون واطمینان حاصل ہوتا۔

شہر الہ آباد میں قیام

وفات سے چند سالوں پہلے حضرت کا قیام زیادہ تر شہر الہ آباد میں رہنے لگا تھا۔ اس سے پہلے کبھی پرتاپگڈھ شہر میں تشریف رکھتے، کبھی اپنے گاؤں پھولپور قیام رکھتے۔ شہر الہ آباد میں اللہ تعالیٰ نے حضرت کے وجود میمون سے خوب کام لیا۔ اس شہر میں علماء ومشائخ دور دور سے آکر قیام رکھتے اور حضرت کے مفید ارشادات اور خصوصی توجہات سے مستفید ہوتے۔ شہر الہ آباد کے حضرات بھی آپ کے روحانی مواعظ سے فائدہ اٹھاتے۔

اس جگہ لوگوں کے فائدہ کی خاطر اور حضرت کے مزاج اور کام کی نوعیت پر روشنی ڈالنے کیلئے حضرت ہی کے خلیفہ ومجاز بیعت حضرت والد ماجد جناب مولانا قمر الزماں صاحب دامت برکاتہم کا وہ مضمون جو آپ نے حضرت کی حیات ہی میں آپ کی کتاب "کمالاتِ نبوت" میں تحریر فرمایا تھا، وہ یہاں نقل کیا جاتا ہے:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت مرشدی عارف باللہ مولانا محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی اس غربتِ اسلام اور ضلالت عام کے دور میں سراج منیر تھی جس سے سالکین راہ ہدایت یاب ہوتے تھے۔ وہ ایک چشمۂ شیریں تھے جس سے طالبینِ خدا فیضیاب

ہوتے تھے۔

آپ کی خلوت وجلوت دونوں ہی ذکر وفکر سے معمور رہا کرتی تھی۔ نہ وہاں شکوہ وشکایت کا گزر تھا اور نہ غیروں کا ذکر مذکور، بلکہ ہر آن زبان حال سے اس شعر سے مترنم رہا کرتے تھے ؎

ما قصۂ سکندر ودارا نخواندہ ایم
از ما بجز حکایت مہر ووفا مپرس

دین اور دینداروں سے محبت آپ کی خاص صفت تھی بلکہ الخلق عیال اللہ کے تحت جملہ خلائق سے مروت اور محبت آپ کی جبلت اور طبیعت ثانیہ بن گئی تھی۔

چنانچہ حقوق اللہ کی ادائیگی کے ساتھ حقوق العباد کی ادائیگی کا ہمیشہ لحاظ رہتا تھا، بلکہ ادنیٰ سے ادنیٰ رعایت ملحوظ رہتی تھی۔ اس لئے ہر آنیوالا شخص آپ کا عاشق اور گرویدہ نظر آتا تھا اور پروانہ وار آنے والوں کی تعداد بڑھتی جارہی تھی۔ چنانچہ آپ کی طرف عوام وخواص کے رجوع عام کو دیکھ کر بلا اختیار یہ شعر پڑھنے کو جی چاہتا تھا ؎

ہر کجا چشمہ بود شیریں   مردم ومور وملخ گرد آیند

یقیناً آپ کا دیدار اللہ تعالےٰ کی یاد دلانے والا، آپ کے ملفوظات موجب طمانینت آپ کا کلام علم کی زیادتی کا سبب، آپ کا وعظ علم وحکمت کا گنجینہ اور آپ کی ذات بابرکات اخلاق نبویؐ کا اسوۂ حسنہ اور بہترین نمونہ تھی۔ بیماری اور پیرانہ سالی میں بھی آپ کی ریاضت اور سبقت الی الخیرات کے جذبہ کو دیکھ کر قلب شہادت دیتا تھا کہ آپ کو اللہ تعالےٰ سے خاص محبت اور قوی نسبت

حاصل ہے۔ آپ کو ہر معاملہ میں تقوی اللہ اور اخلاص کا بہت اہتمام رہتا تھا، مگر اس کے باوجود خوف آخرت کا اس قدر غلبہ رہتا تھا کہ اس کو دیکھ کر اِنْ اَوْلِیَاءُہٗ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ یعنی اللہ کے اولیا متقی لوگ ہیں ، کا صحیح مفہوم ومصداق سامنے آجاتا تھا۔ چنانچہ آپ ہی کا ایک عارفانہ شعر ملاحظہ ہو ؎

قبول کرلیں تو سمجھیں کہ ہم بھی مخلص ہیں
کئے ہیں پیش دل وجاں کے ہم نے نذرانے

علماء ومشائخ کی آپ کے ساتھ عقیدت

علماء ومشائخ آپ سے بیحد محبت وعقیدت رکھتے تھے اور اپنی تقریروں وتحریر میں بلند کلمات والقاب کے ساتھ آپ کا ذکر فرماتے تھے۔ چنانچہ کسی کا قول ہے کہ "آپ کی ذات مغتنمات میں سے تھی"۔ کسی کا ارشاد ہے کہ "آپ منجملہ انعامات الٰہیہ کے تھے۔" اور کوئی آپ کو "بقیۃ السلف" کے لقب سے ملقب کرتا تھا۔ غرض بکثرت علماء ومشائخ آپ کی ولایت اور نسبت مع اللہ کے معترف ومعتقد تھے۔

سنت کا اتباع اور بدعت سے اجتناب

حضرت مولاناؒ اتباع سنت کا بہت زیادہ اہتمام فرماتے، ہر چھوٹی بڑی سنت پر عمل کرنے کی کوشش کرتے اس کے ساتھ ہی رسوم وبدعات سے اعراض واجتناب کا ہمہ وقت خیال رہتا تھا۔ اس زمانہ کی تقریبات میں چونکہ عموماً رسم ورواج کا دور دورہ رہتا ہے اس لئے آپ نے اپنا معمول بنا رکھا تھا کہ تقریبات میں شرکت نہ فرماتے اس کے باوجود اگر کسی معتقد نے صرف عقد میں شرکت کی درخواست کی

اور حضرت والا کو اطمینان ہوگیا کہ وہاں رسم و رواج کی چیز نہ ہوگی، تو محض عقد میں شرکت فرما لیتے۔ اگر وہاں کوئی بات خلافِ شرع دیکھتے یا سننے میں آتی تو فوراً ہی وہاں سے علیحدگی فرما لیتے اور ناراضگی کا اظہار فرماتے۔

غیرتِ ایمانی کا ایک سبق آموز واقعہ

ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ ایک امیر شخص کے یہاں حضرت والاؒ کا وعظ تھا۔ بندہ بھی ساتھ ساتھ تھا۔ وہاں بعض لوگوں نے بعد وعظ مسلک اہل حق کے خلاف کچھ کرنا چاہا، تو حضرتؒ فوراً ہی وہاں سے چل دیئے اور بغیر خوف لومۃ لائم سخت نکیر فرمائی اور فرمایا کہ اگر یہ سب کرنا تھا تو مجھے بلایا ہی کیوں؟ اور یہ بھی فرمایا کہ مجھے کسی کی دل شکنی گوارا نہیں مگر یہ بات بھی ہے کہ مخلوق کی رضا و خوشنودی کیلئے اللہ تعالےٰ کو کسی قیمت پر ناراض نہیں کر سکتا۔ یوں اصلاح و تربیت کے باب میں آپ کا مذاق تلطف و نرمی کا تھا۔ اور آپ کا مذاق ؏

نرم گو لیکن مگو غیر صواب

(یعنی نرم بات کہو لیکن غلط نہ کہو) کے مطابق تھا۔ لیکن جہاں سختی ضروری سمجھتے وہاں اس کو اختیار کرتے۔ چونکہ یہ سختی اللہ تعالےٰ کی رضا اور خلق خدا کی منفعت کے لئے ہوتی تھی اس لئے۔ بجائے فتنہ و فساد کے اس کی حرارت سے شجرۂ ایمان میں تازگی اور گلشن دل میں شادابی آجاتی تھی۔

تواضع و بے نفسی

آپ کے تواضع کا حال یہ تھا کہ نہ عُجب تھا نہ غرور، بلکہ سب سے عبد مسکین کی طرح ملنا جُلنا سب کے ساتھ مل جُل کر رہنا آپ کا طغرائے امتیاز تھا۔ کبھی ارشاد فرماتے تھے

کہ لوگوں کا میرے ساتھ حسن ظن ہے کہ مجھ سے محبت کرتے ہیں اور میرے پاس آتے ہیں، شاید اسی کی وجہ سے اللہ تعالےٰ میری مغفرت فرما دیں ورنہ مجھ سے بُرا روئے زمین پر کوئی نہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ آپ پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے باطنی حال و وصف یعنی فنائیت و عبدیت کا پرتو اور ظل تھا۔ جس قدر ظاہری و باطنی اعمال و احوال میں اتباع رسول علیہ السلام کا پاس و لحاظ رکھے گا اسی کے مطابق اس کو اللہ تعالےٰ کی ولایت و محبوبیت کا درجہ نصیب ہوگا اور اس کا شہرہ مخلوق کے اندر بھی منجانب اللہ کر دیا جائے گا، جس کی وجہ سے لوگوں کے قلوب میں اسکی محبت و عقیدت لازمی طور پر جاگزیں ہو جائے گی۔ اسی کو حضرت رح نے اپنے ایک شعر میں فرمایا ہے ؎

جس نے اپنا مٹایا نام و نشاں
ہفت اقلیم کا بنا سلطاں

خدمت وضیافت

آپ کو عرصہ سے انتہائی ضعف و نقاہت کا غلبہ تھا، مگر اس کے باوجود کسی حاجت مند کو بغیر اس کی حاجت پوری کئے واپس نہیں فرماتے۔ ہر شخص سے بشاشت سے ملنا، اس کی غمخواری و دلجوئی کرنا اپنا فریضہ سمجھتے تھے۔ ہم خدام میں سے کسی کی طبیعت خراب ہو جاتی تو معلوم ہوتا تھا کہ ہم سے زیادہ تکلیف کا احساس حضرت والا کو ہے۔ بلکہ اپنی تکلیف بھول ہی جاتے تھے۔ گویا اِرۡحَمُوا مَنۡ فِی الۡاَرۡضِ یَرۡحَمۡکُمۡ مَنۡ فِی السَّمَآءِ اور الخلق عیال اللہ کا خیال ہر وقت مستحضر رہتا۔ اگر کسی بیماری یا کمزوری کی حالت میں کوئی معزز مہمان آجاتا تو پھر غایت درجہ اس کا اکرام و اعزاز فرماتے اور انکی

خدمت وضیافت میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے، خود سے کھانا لاتے اوران کو بڑی محبت وخلوص سے کھلاتے۔ علماء ومشائخ کے آنے سے تو غایت درجہ خوش ومسرور ہوتے، ان کی ضیافت وآرام کیلئے جان ودل سے فرش راہ ہوجاتے۔ ان کے سامنے گھنٹوں گھنٹوں ایک نشست وپہلو پر بیٹھے رہتے، اوران کے جانے سے مغموم ورنجیدہ ہوجاتے۔ جیساکہ اپنے اس شعر میں اس کی ترجمانی بھی فرمائی ہے ؎

ترا آنا مرے احساس میں جان مسرت ہے
مگر جانا ستم ہے، غم ہے حسرت ہے، قیامت ہے

وعظ ونصیحت اپنی نقاہت وضعف کی حالت میں ہر آنے والے کو اس کے مناسب نصیحت وہدایت فرماتے اور مجلس خصوصی میں طریق وسلوک کی نہایت مفید باتیں بیان فرماتے، قرآن پاک کی آیات کی تلاوت نہایت ذوق وحال سے فرماتے، اوراگر کسی عام مجمع میں وعظ کرنے کا اتفاق ہوتا تو خلاف توقع آواز میں نہایت قوت وصولت آجاتی اور انتہائی مؤثر اور بلیغ وعظ فرماتے جس سے لوگ متأثر ہوتے۔ اس وقت حضرت کے اس حال کو دیکھ کر اس کی تصدیق ہوتی تھی کہ یقیناً اللہ تعالےٰ اپنے بندوں کو قوت روحانی عطا فرماتے ہیں جس سے بڑے سے بڑے کام کو یہ حضرات بآسانی انجام دیتے ہیں۔

وفات حضرتؒ ۳؍ ربیع الثانی ۱۴۱۲ھ مطابق ۲۲؍ اکتوبر ۱۹۹۱ء کو ہزاروں محبین ومخلصین کو چھوڑ کر دار آخرت کی طرف رحلت فرماگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۝ جنازہ میں شرکت کے لئے

عقیدت مندوں کا ایک مجمع کثیر سیلاب کی مانند اُمنڈ پڑا۔ منصور پارک میں جنازہ کی نماز حضرتؒ کے صاجزادے مولانا اشتیاق احمد صاحب نے پڑھائی۔ اور محلہ رام باغ کے قریب اکیلا آم نامی قبرستان میں تدفین ہوئی۔ نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہٗ وَبَرَّدَ اللّٰہُ مَضْجَعَہٗ۔

آپ کے متعدد خلفاء ہوئے، جس میں ممتاز والد ماجد صاحب ہیں۔ مگر انھوں نے اپنا تذکرہ لکھنے سے منع فرمایا، اس لئے مولانا محمد احمد صاحبؒ ہی پر سلسلہ کو ختم کر دیا تھا۔ لیکن مکرم مولانا قاری محمد احسن صاحب فتحپوری نے والد صاحب کے انکار کے باوجود آپ کا تذکرہ لکھا جو شامل کتاب ہے۔

باسمہٖ تعالیٰ حامداً و مصلیاً

حضرت اقدس مولانا شاہ محمد قمر الزماں صاحب دامت برکاتہم

مرتبہ: حضرت مولانا قاری محمد احسن صاحب فتحپوری - بانی جامعہ اسلامیہ سلطانپور

زیر مطالعہ کتاب کو مؤلف محترم نے تذکرہ زیر قلم سے پہلے ہی ختم کر دیا تھا اور سطور ذیل اصل مسودہ کتاب میں شامل نہیں تھے۔ اس ناکارہ کو مسودہ دیکھنے کا شرف حاصل ہوا تو کتاب کی تمام خوبیوں کے باوجود زیر تذکرہ "مشائخ نقشبندیہ مجددیہ" کے سلسلۃ الذہب کی آخری کڑی حضرت اقدس مرشدنا و مولانا شاہ محمد قمر الزمان صاحب دامت برکاتہم کے تذکرہ کی کمی شدت سے محسوس ہوئی تو اس ناکارہ نے مؤلف عزیز مولانا محبوب احمد ندوی زید مجدہٗ سے اس کا ذکر کر کے اپنے اس خیال کا اظہار کیا کہ کتاب کو اپنے موضوع پر جامع اسی وقت قرار دیا جا سکتا ہے جبکہ یہ تذکرہ بھی شامل کتاب ہو۔ نیز اس لئے بھی کہ اس ناکارہ کے نزدیک اس کے بیشمار فوائد ہیں۔ مؤلف محترم نے اس خیال سے اتفاق کرتے ہوئے حضرت مرشدی (جو ان کے والد صاحب ہیں) سے اسکی اجازت چاہی۔ لیکن حضرت نے اولاً اس کو ناپسند کرتے ہوئے اجازت نہ دی تو اس ناکارہ نے خود بھی عرض کیا، پھر بھی اجازت نہ ملی۔ لیکن جب بعض دوسرے اکابر علماء نے نہ صرف اس تجویز سے اتفاق کیا بلکہ اجازت پر اصرار کیا تو حضرت نے اس ناکارہ کے متعلق فرمایا کہ اچھا تو پھر اسی سے کہو کہ کچھ لکھ دے۔

تذکرہ کے شامل کتاب کرنے کی اجازت پر مسرت ہوئی اور اس خادم نے اپنی سعادت و خوش بختی سمجھتے ہوئے تذکرہ سپرد قلم کر دیا۔ لیکن بعض حقائق پر روشنی ڈالتے

ہوئے ضمناً کچھ ناگزیر توصیفی جملے بھی نوک قلم پر آگئے اور افسوس کہ وہی چند جملے میرے تذکرے کے ناپسند ہو جانے کا سبب بن گئے۔ جس کے نتیجہ میں تذکرہ شامل کتاب کرنے کی اجازت پھر منسوخ ہو گئی۔

بشمول خادم مسترشدین کے مکرر درخواست پر بہت سے قیود و شرائط کے ساتھ دوسرا تذکرہ لکھنے کی اجازت حاصل ہوئی ہے اور اب مشاہدات و تجربات پر سخت پہرے کے ساتھ چند سطور حوالہ قلم و قرطاس کی جارہی ہیں جس میں بہت سے مخفی حقائق کی پردہ کشائی نہ کرنے کی وجہ سے مکمل تذکرہ کا حق تو بہر حال ادا نہ ہو سکے گا۔ البتہ رسم تذکرہ ضرور پوری ہو جائیگی۔

ولادت و وطن مالوف

حضرت اقدس دامت برکاتہم کی ولادت باسعادت شعبان المعظم ۱۳۵۲ھ مطابق دسمبر ۱۹۳۳ء ضلع مئو (سابق اعظمگڈھ) کے موضع کاری ساتھ میں ہوئی۔ والد محترم کا اسم گرامی جناب سلطان احمد خاں ولد محمد نذیر عـہ خاں صاحبان ہے۔ والد محترم بھی ذکر و شغل اور تلاوت قرآن کریم سے غیر معمولی دلچسپی رکھتے تھے اور عام طور پر صلحاء میں ان کا شمار ہوتا تھا، اور کیوں نہ ہوتا جبکہ ان کو اپنے دور کے ولی کامل مصلح الامت حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب ؒ کے کیمیا اثر صحبت کا شرف حاصل تھا۔ چنانچہ حضرت مصلح الامت ؒ کی خدمت میں موضع فتحپور عـہ تال نرجا پابندی کے ساتھ تشریف لے جاتے تھے اور کبھی کبھی اپنے ہونہار بیٹے (یعنی صاحب تذکرہ حضرت مرشدی دامت برکاتہم) کو بھی

عـہ ماشاء اللہ ہمارے پردادا نہایت شجاع اور نماز روزے کے پابند اور حضرت مصلح الامت ؒ کے عاشق زار تھے (محبوب احمد)

عـہ یہ موضع کاری ساتھ کے جنوب میں تین کلومیٹر پر واقع ہے جو حضرت مصلح الامت کی جائے پیدائش ہے

ساتھ لے جایا کرتے تھے اور حضرت سے اپنے بیٹے کیلئے دعا کراتے تھے۔ حضرت دامت برکاتہم کی والدہ ماجدہ محترمہ زیب النساء صاحبہ بنت جناب رحمت اللہ خاں صاحب ساکن سکریا کلاں ضلع بلیا جو نہایت نیک خاتون تھیں۔ اس طرح ہمارے حضرت کو ابتدائی تربیت ونشو ونما کیلئے ایک ایسا خالص دینی ماحول ملا جس سے ان کے سادہ طفلانہ دل ودماغ پر پاکیزہ ومقدس نقوش مرتسم ہوئے۔

تعلیم دیندار گھرانوں کے رواج کے مطابق ابتداءً گاؤں کے ایک اسلامی مکتب میں زانوئے تلمذ تہہ کیا اور یہی مکتب دور حاضر کے ایک عظیم عالم دین اور شیخ وقت کا ابتدائی مدرسہ قرار پایا۔ درجہ دوم تک یہاں تعلیم حاصل کی پھر مڈل تک یعنی اس زمانہ کے درجہ سات تک قصبہ گھوسی میں تعلیم حاصل کی۔

اس بنیادی اور انتہائی مفید اور ضروری عصری تعلیم کے بعد اصل تعلیمی منزل کی تلاش میں دار العلوم مئو کی راہ پر گامزن ہوئے۔ اور یہاں پہنچ کر خالص دینی تعلیم کا آغاز فارسی سے کیا۔ یہاں کے تقریباً تین سالہ طالبعلمانہ دوران قیام میں فارسی کی ابتدائی کتاب آمدنامہ سے گلستاں، بوستاں، اخلاق محسنی، انوار سہیلی وغیرہ اور عربی کی ابتدائی کتاب میزان منشعب سے علم الصیغہ، نور الایضاح، کفایۃ المتحفظ تک پڑھیں۔

نکاح مسنون حضرت مصلح الامت مولانا شاہ وصی اللہ صاحبؒ نے اپنی صاحبزادی محترمہ عقیلہ خاتون (جو درحقیقت اسم بامسمیٰ تھیں) کے رشتہ کے متعلق مکرم حضرت مولانا قاری امین اظہر صاحب (جو صاحب تذکرہ کے حقیقی پھوپھا تھے) سے مشورہ کے بعد حضرت مرشدی کے والد محترم سلطان احمد خاں صاحب کو اپنے عزم وارادہ کا قاری صاحب متوفی ۱۳۶۹ھ مطابق ۱۹۴۹ء کے

ع ماشاء اللہ آپ یعنی ہمارے والد صاحب کے نانا بھی دیندار، نمازی بلکہ نماز کیطرف لوگوں کو دعوت دیتے تھے۔ محبوب احمد ندوی

وساطت سے اس کا اظہار فرمایا، تو والد محترم اس رشتہ مبارکہ کو معلوم کر کے بیحد مسرور ہوئے اور اپنی غایت سعادت سمجھ کر راضی ہو گئے۔ چنانچہ رجب ۱۳۷۰ھ مطابق جون ۱۹۵۱ء میں فتحپور تال نرجا کی مسجد میں حضرت مصلح الامتؒ نے نکاح پڑھایا۔ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔

جن سے ماشاء اللہ چار صاحبزادے بالترتیب یہ ہیں: جناب مولانا حافظ مقبول احمد قاسمی مولانا سعید احمد قاسمی ندوی، مولانا عزیز احمد قاسمی، مولانا محبوب احمد ندوی (مولف کتاب ہٰذا) سلمہم اللہ تعالیٰ۔

تقدیر الٰہی کہ یہ نیک طینت خاتون ۳ شوال ۱۳۷۹ھ میں اس دنیا سے رحلت فرما گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اور محلہ اکبرپور، الٰہ آباد کے عام قبرستان میں مدفون ہوئیں۔ جہاں انکی چھوٹی ہمشیرہ محترمہ نبیلہ خاتون ۱۶/۱۷ رمضان ۱۳۷۹ھ میں مدفون ہو چکی تھیں۔ نور اللہ مراقدہما۔

اس کے بعد پھر حضرت مصلح الامتؒ کے مشورہ سے دوسرا نکاح خاص وطن موضع کاری ساتھ ضلع مئو میں مکرم ماسٹر نور الحسن صاحب مرحوم کی نیک صاحبزادی محترمہ تقریب النساء سے ۲۲ جمادی الثانی ۱۳۸۱ھ میں ہوا جن سے ماشاء اللہ چار صاحبزادیاں اور دو صاحبزادے مولوی محمد عبداللہ قاسمی اور مولوی حافظ عبید اللہ ندوی ہیں۔ سلمہم اللہ تعالیٰ۔

تکمیل علوم

بارگاہ مصلح الامتؒ اپنے دور کی منفرد خانقاہ اور تزکیہ نفوس کا مرکز ہونے کے ساتھ درس و تدریس کا ایک عظیم گہوارہ بھی تھا۔ اس لئے حضرت مرشدی تکمیل علوم، اصلاح اخلاق، تزکیۂ نفس اور منازل سلوک جیسے مقاصد عالیہ کیلئے شعبان ۱۳۷۰ھ کو بارگاہ مصلح الامتؒ حاضر ہوئے اور پھر یہیں کے ہو رہے۔ یہاں کے طویل دوران قیام میں ہدایۃ النحو، نور الایضاح

مراقی الفلاح وغیرہ سے لیکر بخاری شریف تک تعلیم حاصل کی۔ بلکہ اس کے ساتھ تصوف کی کتابیں بھی حضرت مصلح الامتؒ سے پڑھیں۔ مثلاً تفہیمات الٰہیہ القول الجمیل، ارشاد الطالبین، قصد السبیل، ترصیع الجواہر المکیہ، مثنوی مولانا روم۔ وغیرہ

درس وتدریس

یوں حضرت مصلح الامتؒ نے اثنائے تعلیم ہی میں دوران قیام گورکھپور باقاعدہ وظیفہ کے ساتھ تدریس کی خدمت سپرد فرمائی۔ ماشاءاللہ یہ سلسلہ پڑھنے پڑھانے کا مسلسل جاری رہا۔ یہاں تک کہ اپنے مدرسہ وصیۃ العلوم الہ آباد کی صدر مدرسی کے منصب سے نوازا۔ توضیح تلویح۔ مشکوٰۃ جلالین، ہدایہ وغیرہ جیسی اہم کتابوں کے اسباق آپ کے ذمہ تھے۔ چنانچہ اس وقت کے منجملہ خاص تلامذہ کے یہ حضرات تھے: مولانا عمار احمد صاحب، مولانا عبد العلیم علیمی مولانا مجیب الغفار، مولانا مفتی زین الاسلام، مولانا محمد انس الہ آبادی، مولانا محمد قمر الہ آبادی مولانا محمد حسن فتحپوری، مولانا شمیم احمد الہ آبادی (کاتب) وغیرہم۔

اجازت حدیث

حضرت مصلح الامتؒ نے آپ پر کامل اعتماد کر کے بخاری شریف اور جملہ کتب حدیث کی روایت کی اجازت مرحمت فرمائی۔

چنانچہ شوال ۱۳۸۷ھ تا شعبان ۱۳۸۸ھ میں مدرسہ وصیۃ العلوم میں بخاری شریف پڑھائی۔ مسلم شریف مولانا عبد الرحمٰن صاحب جامیؒ اور ترمذی شریف مولانا محمد حنیف صاحب جونپوری نے پڑھائی۔ فللہ الحمد والمنۃ۔

اس سال دورۂ حدیث میں منجملہ خوش نصیب طلبہ کے یہ حضرات تھے: مولانا قاری ارشاد احمد صاحب۔ مولانا انوار احمد صاحب۔ مولانا محمد ارشد بنارسی اور مولانا قاری ظہیر الدین حال مقیم علیگڈھ یونیورسٹی وغیرہم۔

ماشاءاللہ ختم بخاری کے موقع پر حضرت مولانا سید ظہور الحسن کسولوی ناظم خانقاہ

تھانہ بھون اور حضرت مولانا حکیم محمد مسعود صاحب اجمیری تشریف لائے تھے۔ فللہ الحمد۔

باوجود ہجوم مشاغل وکثرت اسفار کے درس وتدریس کا سلسلہ آج بھی بحمد اللہ جاری ہے۔ اور اس طرح تشنگان علوم دینیہ علمی استفادہ سے بھی محروم نہیں ہیں۔ نیز حضرت مصلح الامت رح کے حکم سے ہی افتاء کی نازک ترین واہم خدمت بھی انجام دیتے رہے۔ جس کا سلسلہ تاہنوز بحمد اللہ جاری ہے۔

اجازت اور خلافت

جیسا کہ سطور بالا میں مذکور ہوا کہ شرف دامادی کے بعد حضرت مصلح الامت رح کی خدمت میں حاضری اور تکمیل علوم دینیہ کیلئے مستقل قیام کے مقصد کے ساتھ ساتھ اصلاح باطن اور تزکیۂ نفوس کی غرض سے حضرت مصلح الامت رح سے بیعت ہو گئے اور حضرت مصلح الامت رح نے بھی آپ کی طرف خاص توجہ فرمائی اور تصوف کی مرقومۃ الصدر کتابیں بھی پڑھائیں اور تعلیم وتذکیر اور تلقین اذکار کی اجازت مرحمت فرمائی۔ فللہ الحمد والمنہ۔

چونکہ اولیاء اللہ کا یہ مزاج ہوتا ہے کہ وہ درجۂ کمال تک پہنچ جانے کے باوجود اپنے نفس سے کبھی مطمئن ہو کر نہیں بیٹھتے اور آخری لمحات حیات تک نفس کی نگرانی کرتے رہتے ہیں اور حسن خاتمہ کی دعائیں کرتے رہتے ہیں۔ یہی مزاج صاحب تذکرہ حضرت مرشدی دامت برکاتہم کا بھی ہے۔ چنانچہ اسی فکر وجذبہ کے تحت حضرت مصلح الامت رح کے وصال کے بعد اس دور کے ایک دوسرے ولی کامل عارف باللہ شیخ فانی فی اللہ حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاپگڈھی نقشبندی مجددی رح کی طرف رجوع فرمایا۔ حدیث پاک کے مضمون کے مطابق "مومن اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔" شیخ مذکور کو مسترشد کی کیفیت باطنی اور صلاحیت کے سمجھنے میں دیر نہیں لگی اور کچھ ہی دنوں کے بعد تذکیر وتلقین کی اجازت کے ساتھ ساتھ بیعت

کی اجازت اور خلعتِ خلافت سے نواز دیا۔ اور اس طرح ہمارے شیخ بقول قاضی اطہر مبارکپوری "حضرت مولانا محمد قمر الزمان صاحب زید مجدہ شریعت وطریقت کے جامع عالم ہیں۔ حضرت مصلح الامت مولانا شاہ وصی اللہ صاحبؒ کے روحانی جذب وجلال اور بقیۃ السلف حضرت مولانا محمد احمد صاحبؒ کے احسانی حسن وجمال کے فیضان وعرفان کے امین ہیں۔" ان ہر دو اولیاء اللہ کی طرف سے مذکورہ اجازت وخلافت کے بعد حضرت مرشدی دامت برکاتہم چاروں سلاسل (یعنی چشتی، نقشبندی، قادری، اور سہروردی) کے جامع ہیں۔ اور چونکہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے دور سے تمام مشائخ چاروں سلسلوں میں بیعت کرتے ہیں اور مستحق خلافت کو چاروں ہی سلسلوں میں خلافت بھی عطا کرتے ہیں۔ اس لئے حضرت والا کا بھی یہی معمول ہے۔

دیگر مشائخ سے بھی استفادہ

حضرت مصلح الامتؒ کی خدمت میں سترہ سال اور شاہ پرتاپگڈھیؒ کی خدمت میں چوبیس سال کی طویل مدت تک شرف صحبت حاصل رہا۔ اور حضرت اقدس ہر دو بارگاہ کے مقرب رہے ہیں۔ دریں اثنا ان دو مشائخ کی خدمت میں تشریف لانے والے ملک کے دیگر اکابر علماء ومشائخ مثلاً محدث کبیر حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمیؒ مفکر اسلام حضرت مولانا ابو الحسن علی میاں ندویؒ، محی السنۃ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم، حضرت مولانا قاری صدیق احمد صاحب باندویؒ اور حضرت مولانا عبد الباری صاحب ندویؒ اور حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب کراچی مدظلہ العالی کی مخصوص خدمات حضرت کے میسر ہوتی رہیں۔ اس طرح ان حضرات کا بھی قرب خاص حاصل ہوا اور استفادہ کے

عہ حضرت مولانا محمد احمد صاحبؒ کے علاوہ بعض دوسرے خلفاء مصلح الامتؒ نے بھی والد ماجد کو بیعت کی اجازت وخلافت مرحمت فرمائی ہے۔ (محبوب احمد ندوی)

بیش قیمت مواقع حاصل ہوئے۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

مشاغل و خدمات

حضرت کے مشاغل و خدمات کو چار حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ (۱) دعوت و ارشاد (۲) تصنیف و تالیف (۳) درس و تدریس (۴) اسفار ملک و بیرون ملک۔

دعوت و ارشاد: مسترشدین و مریدین کے تزکیۂ نفوس، تلقین اذکار اور اصلاحِ باطن کے علاوہ ہر صادر و وارد کے ساتھ خوش اخلاقی کے ساتھ پیش آنا اور مناسب پند و نصیحت سے نوازنا آپ کا طرۂ امتیاز ہے۔ مقامی طور پر یہ سلسلہ دوران قیام الآباد جاری ہی رہتا ہے۔ غیر مقامی طور پر تقریباً دس بارہ سال سے مسلسل صوبہ گجرات کے دار العلوم کنتھاریہ بھروچ کی وسیع مسجد میں منظام خانقاہ اور اعتکاف کیلئے اخیر شعبان میں تشریف لے جاتے ہیں اور پورا رمضان وہاں ہی قیام رہتا ہے۔ اس موقع پر ملکی و غیر ملکی منسلکین و مسترشدین علماء و مشائخ اور عوام کا عظیم اجتماع ہوتا ہے اور کئی سو حضرات پورے مہینہ معتکف رہتے ہیں اور حضرت والا کے مسلسل بیانات ہوتے رہتے ہیں، جس میں کتاب و سنت اور اتباع سنت، خشیت و محبتِ الٰہی اور تزکیۂ نفوس کے مضامین بیان فرماتے ہیں۔ ماشاء اللہ رمضان کے بعد بھی اطراف کے دیہاتوں میں وعظ و نصیحت کیلئے ہفتہ عشرہ قیام رہتا ہے۔

تصنیف و تالیف: حضرت اقدس کا قلم رواں دواں ہے۔ کئی ہزار صفحات پر مشتمل چند وقیع تصانیف منصۂ شہود پر آچکی ہیں۔

(۱) اقوال سلف رح کی چھ ضخیم جلدیں۔ (۲) تربیت اولاد کا اسلامی نظام (۳) ریاض السالکین من احادیث سید المرسلین ملقب بہ گلدستۂ اذکار۔ (۴) تذکرۂ مصلح الامت رح (۵) فیضان محبت (۶) وصیۃ الآداب خاص طور پر

قابل ذکر ہیں۔ ان کتابوں کے دیکھنے کے بعد صاحب تصنیف کے عظیم ذوق مطالعہ کا پتہ چلتا ہے۔ یقیناً کتابوں کے مضامین گنجینۂ رشد و ہدایت ہیں، حق تعالےٰ جل مجدہ توفیق عطا فرمائے تو ان کتابوں کا مطالعہ بڑی سعادت اور فلاح دارین کا سبب بن سکتا ہے۔ فی الحال حضرت کی مشغولیت "معارف صوفیہ" کی ترتیب میں ہے اللہ تعالیٰ اسکی تکمیل فرمائے۔ آمین!

درس و تدریس: حضرت والا دامت برکاتہم کا ہی قائم کردہ مدرسہ عربیہ بیت المعارف بخشی بازار الہ آباد ہے جس کی بنیاد ۲۸ ذوالحجہ ۱۳۹۵ھ مطابق یکم جنوری ۱۹۷۶ء کو رکھی گئی۔ یہاں علاوہ حفظ و قرات کے مشکوٰۃ شریف تک کی باقاعدہ تعلیم ہوتی ہے۔ اسی مدرسہ میں حضرت کی خانقاہ ہے اور درسگاہ بھی۔ مشکوٰۃ شریف وغیرہ حسب ضرورت آپ کے زیر درس رہتی ہے۔ حال ہی میں ایک مدرسہ دار المعارف الاسلامیہ مع خوشنما مسجد کے تعمیر کرایا ہے اس میں فی الحال ناظرہ و حفظ کا انتظام کر دیا گیا ہے۔ اللہ تعالےٰ مزید ترقی سے نوازے۔ آمین!

اسفار: متعلقین و معتقدین اور مریدین و مسترشدین کی دعوت و اصرار پر اندرون ملک کے مختلف مقامات کیلئے تو اسفار ہوتے رہتے ہیں۔ بیرون ملک کے اسفار کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ حضرت والا دامت برکاتہم کے مواعظ سے گجرات مہاراشٹر، کرناٹک، آندھرا پردیش (بنگلور، حیدرآباد) کے متعلقین بھی مستفید ہوتے رہتے ہیں۔

عہ ماشاء اللہ والد محترم نے دار المعارف الاسلامیہ محلہ کریلی، الہ آباد" بروز جمعرات بتاریخ ۱۵ ذوقعدہ ۱۴۱۶ھ م ۴ اپریل ۱۹۹۶ء میں اور مدرسہ بیت القرآن الکریم موضع مہوا، الہ آباد بروز جمعہ بتاریخ ۱۶ ذوقعدہ ۱۴۱۶ھ م ۵ اپریل ۱۹۹۶ء میں قائم فرمایا ہے۔ اللہ تعالےٰ ان اداروں کو بھی قائم و دائم رکھے۔ محبوب احمد

بیرون ملک میں برطانیہ، باربادوز، کناڈا، ساؤتھ افریقہ، زامبیا، زمبابوے ری یونین، موریشش، کانگو، ملاوی وغیرہ قابل ذکر ہیں جہاں آمد ورفت رہتی ہے۔ مریدین کے علاوہ مجازین صحبت و بیعت کی تعداد سو سے متجاوز ہے جن میں علماء زیادہ ہیں۔

ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

یہ چند سطور تذکرہ کی شکل میں حوالۂ قلم ہوئیں لیکن اس موقع پر ناچیز کا قلم قطعاً آزاد نہیں رہا اور قدم قدم پر اس کا احساس رہا کہ اگر یہ ناکارہ واقعتہً اپنے مشاہدات وجذبات کی ہلکی سی بھی تصویر کشی کرے تو کہیں پورا مضمون ہی ناقابل اشاعت قرار نہ دیا جائے۔ جیسا کہ پہلے لکھے ہوئے تذکرہ کا حشر ہو چکا ہے۔ اس لئے صرف عالم آخرت کی ایک عظیم دولت، مومن کامل کی پاکیزہ زندگی کا حاصل ایک قابل اعتماد وعدہ کی شکل کا ذکر کر کے مضمون کو ختم کرتا ہوں۔

حضرت بقیۃ السلف عارف باللہ فانی فی اللہ مولانا شاہ محمد احمد صاحب قدس سرہ کو حضرت مرشدی مدظلہ العالی سے غایت درجہ محبت اور تعلق خاطر تھا جس کا اظہار حضرت اکثر فرمایا کرتے تھے۔ متعدد مرتبہ فرمایا کہ حضرت مجدد الف ثانی رح نے بادشاہ جہانگیر سے جس طرح فرمایا تھا کہ جہانگیر! بغیر تمھارے جنت میں نہ جاؤں گا۔ مولانا! میں بھی جنت میں بغیر آپ کے نہ جاؤں گا۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا مِنْھُمْ۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ۔

ناکارہ خادم

محمد احسن قاسمی فتحپوری

یکم ربیع الاول ۱۴۲۳ھ ۱۴ / مئی ۲۰۰۲ء

حضرت سیّد آدم بنوریؒ

خلیفہ مجدد الف ثانیؒ

شیخ عارف، ولی کبیر حضرت آدم بن اسمٰعیل بن بہوہ بن یوسف بن یعقوب بن حسین حسینی کاظمی بنوری، سلسلۂ نقشبندیہ کے مشائخ کبار میں ہیں آپ کے والد ماجد کو خواب میں آپ کی پیدائش کی بشارت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے ملی تھی۔ سرہند کے قصبہ بنور (بفتح بار وتشدید نون) میں آپ کی ولادت ونشوونما ہوئی۔

آپ نے حضرت مجدد صاحبؒ کے ایک مرید حاجی خضر روغانی سے ملتان میں روحانی استفادہ کیا اور دو ماہ ان کی خدمت میں رہ کر شیخ کے حکم سے حضرت مجدد صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر اور ان کے پاس مدت تک مقیم رہ کر طریقت کی تحصیل کی۔

"خلاصۃ المعارف" میں ہے کہ شیخ محمد طاہر لاہوری کی خدمت میں آپ کو ربانی کشش حاصل ہوئی جو انھیں اپنے شیخ اسکندرؒ سے اور انھیں اپنے دادا شیخ کمال الدین کیتھلی سے حاصل ہوئی تھی۔ فی الجملہ آپ اس رتبے کو پہنچے جہاں آپ کے بہت سے معاصر مشائخ نہیں پہنچ سکے، آپ کا طریقہ شریعت محمدیہ اور سنت نبویہ کا اتباع تھا جس سے اپنے اقوال وافعال میں سرمو انحراف نہیں کرتے تھے۔

آپ سے ایک خلق نے استفادہ کیا۔ کہا جاتا ہے کہ آپ سے چار لاکھ مسلمانوں نے بیعت کی اور ان میں سے ایک ہزار نے علم ومعرفت کا

وافر حصہ پایا۔ کہتے ہیں کہ آپ کی خانقاہ میں ایک ہزار آدمیوں سے کم تعداد شاید ہی کسی دن رہتی ہو۔ سب لوگ آپکے مہمان ہوتے اور آپ سے استفادہ کرتے تھے۔

"تذکرہ آدمیہ" میں ہے کہ حضرت سید آدم جب ۱۰۵۲ھ میں لاہور تشریف لے گئے تو آپکے ساتھ دس ہزار اعیان و مشائخ اور ہر طبقہ کے افراد تھے۔ شاہجہاں بادشاہ بھی ان دنوں لاہور ہی میں تھا جسے ان کی مقبولیت سے تشویش پیدا ہوئی اور اس نے اپنے وزیر سعداللہ خاں کو شیخ کے پاس بھیجا، مگر اس ملاقات میں بدمزگی کے سبب وزیر مذکور نے بادشاہ سے شیخ کی شکایت کی، جس کے نتیجہ میں بادشاہ نے انھیں حرمین شریفین کے سفر کا حکم دے دیا چنانچہ آپ نے اپنے عزیزوں اور دوستوں کے ساتھ حجاز کا رُخ کیا، اور حج سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ میں مقیم ہوئے اور وہیں انتقال فرمایا۔

(اقوال سلف ج ۳ بحوالہ تاریخ دعوت وعزیمت ج ۴ ص ۳۵۸)

حضرت مولانا سید شاہ علم اللہ صاحب رائے بریلوی قدس سرہٗ

حضرت سید شاہ علم اللہ سادات کی اس شاخ سے تعلق رکھتے ہیں جن کو "حسنی حسینی" کہا جاتا ہے۔ آپ کی ولادت ۱۲ ربیع الاول ۱۰۳۳ھ کو ہوئی۔ اندازہ ہے کہ سولہ سال ہی کی عمر میں ظاہری تعلیم سے فراغت کے بعد حضرت سید آدم بنوری رحؒ (خلیفۂ حضرت مجدد الف ثانی رحؒ) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور چند ہی روز میں توفیق الٰہی سے تمام منازل سلوک طے کر لئے اور ولایت خاصہ واخص وخاص الخاص اور مراتب کمالات نبوت سے سرفراز ہوئے۔ سید آدم بنوری رحؒ نے خلافت و نیابت عطا کی اور اپنا عمامہ اور حضرت مجدد کی دستار مبارک عنایت کی۔

(تذکرہ شاہ علم اللہ ص ۵۳)

ہر کام میں سنت کا خیال

سید شاہ علم اللہ رح کو ہر کام میں سنت کا اس درجہ خیال تھا کہ وہ اسمیں سنت کے سارے آداب ملحوظ رکھتے تھے، مثلاً سلام کرنے میں ہمیشہ سبقت کرتے، اسمیں چھوٹے بڑے اور مرد و عورت کی کوئی تفریق نہ تھی۔

بدعت سے نفرت

بدعت سے اس قدر نفرت تھی کہ اگر یہ معلوم ہو جائے کہ فلاں شخص بدعت میں مبتلا ہے تو اس کا منہ دیکھنا اور سلام کا جواب دینا بھی گوارا نہ تھا، ملاقات کرنا، ہدیہ قبول کرنا تو بہت آگے کی بات ہے۔

رسوم و بدعات اور خلاف شرع کاموں سے قلبی نفرت تھی اور بغیر کسی مداہنت اور تاویل کے اس کو منع فرما دیتے تھے۔ ایسے کاموں سے چشم پوشی گوارا نہ تھی۔ اور اکثر لوگ جو انکی خدمت میں آتے تائب ہو کر واپس جاتے اور انکی اصلاح ہو جاتی۔

حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رح

والد ماجد حضرت شاہ ولی اللہ صاحب قدست اسرارہم

شاہ عبدالرحیم صاحب رح کا سن ولادت کہیں صراحۃً نہیں ملتا۔ لیکن چونکہ انھوں نے ۱۱۳۱ھ میں وفات پائی اور ۷۷ سال کی عمر ہوئی اسلئے سن ولادت ۱۰۵۴ھ ہونا چاہیے۔

حضرت شاہ عبدالرحیم رح کی بچپن ہی سے طبیعت دین کی طرف مائل اور دنیا کی دولت و عزت سے اچاٹ تھی۔ جو کوئی بزرگ وظیفہ بتانا چاہتا جس سے دنیا کا کوئی مقصد حاصل ہوتا، اس کی طرف توجہ نہ کرتے اور کہتے مجھے اسکی ضرورت نہیں۔

شاہ صاحب رح حضرت خواجہ باقی باللہ رح کے صاحبزادے شیخ عبداللہ مشہور بخواجہ خورد رح کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے جو بڑے عارف تھے۔ ان سے بیعت

کی درخواست کی۔ انھوں نے خیر خواہانہ مشورہ دیا کہ سید آدم بنوری کے خلفاء میں سے کسی سے بیعت کر لو۔ چنانچہ ان کے خلیفہ حافظ سید عبداللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت کی درخواست کی، تو پہلی ہی درخواست پر بیعت فرما لیا چنانچہ آپ دونوں بزرگوں کی خدمت میں حاضر ہوتے اور استفاضہ فرماتے۔

حافظ سید عبداللہ کی وفات کے بعد حضرت شاہ صاحب دوسرے مشائخ کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے اور استفاضہ کیا اور اجازت سے مشرف ہوئے۔

ان کے صاحبزادے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب لکھتے ہیں کہ وہ (والد صاحب) خصال حمیدہ، اخلاق ستودہ کے جامع تھے، شجاعت و فراست اور غیرت ان میں بدرجۂ اتم موجود تھی۔ عقل معاد کی طرح عقل معاش بھی کامل اور وافر طور پر رکھتے تھے۔ ہر معاملہ میں توسط و اعتدال کو پسند کرتے تھے۔ اُمراء اور رؤساء کے گھروں پر تشریف نہ لے جاتے تھے۔ ہر حال میں آثار نبوی کا تتبع کرتے۔

استقامت کی بات یہ ہے کہ ساری زندگی بغیر عذر کے جماعت فوت نہ ہوئی روزانہ ایک ہزار بار درود شریف، ایک ہزار بار نفی و اثبات، کچھ حصہ جہر اور کچھ حصہ خفا کے ساتھ، بارہ ہزار بار اسم ذات روزانہ کا معمول تھا۔

(اقوال سلف ۳؍ ماخوذ از تاریخ دعوت و عزیمت ج ۵ ص)

حضرت حکیم الامت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ

نسب و ولادت آپ فاروقی النسب ہیں۔ آپ کی ولادت چہار شنبہ کے دن ۴ شوال ۱۱۱۴ھ طلوع آفتاب کے وقت ہوئی۔

حضرت شاہ صاحبؒ کی ولادت کے وقت آپ کے والد حضرت شاہ عبدالرحیم صاحبؒ کی عمر ساٹھ سال تھی۔ شاہ عبدالرحیم صاحبؒ کو اس مبارک فرزند کی ولادت سے پہلے بہت مبشرات نظر آتے تھے جو حرف بحرف صحیح ثابت ہوئے۔

تعلیم شاہ صاحبؒ کی عمر جب پانچ سال کی ہوئی تو مکتب میں داخل ہوئے سات سال کی عمر میں ختنہ ہوا اور اسی وقت سے نماز کی عادت ڈال دی گئی۔ اسی سال کے اخیر میں قرآن مجید کے حفظ سے فراغت ہوئی اور فارسی کی کتابیں اور عربی کے مختصرات پڑھنا شروع کئے اور کافیہ ختم کی۔ دس سال کی عمر میں شرح جامی شروع کی، چودہ سال کی عمر میں بیضاوی شریف کا ایک حصہ پڑھا۔ پندرہ سال کی عمر میں ہندوستان میں رائج علوم متداولہ سے فراغت کی۔ والد صاحب نے اس خوشی میں بہت بڑی دعوت کی اور بڑے پیمانے پر کھانا تیار کیا جس میں خواص و عوام شریک ہوئے۔

والد ماجد کی شفقت و تربیت شاہ ولی اللہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ والد صاحبؒ کی شفقت میرے حال پر ایسی تھی کہ کم کسی باپ کی بیٹے پر، کسی استاد کی شاگرد پر اور کسی شیخ کی مرید پر ہوگی۔

حضرت شاہ عبدالرحیم صاحبؒ کی تربیت کا انداز بھی بڑا حکیمانہ تھا۔

شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ ایک روز زمانۂ طفولیت میں احباب واعزہ کی ایک جماعت کے ساتھ ایک باغ کی سیر کو چلا گیا، جب واپس آیا تو والد صاحب نے فرمایا، ولی اللہ! تم نے اس دن رات میں وہ کیا حاصل کیا جو باقی رہے؟ ہم نے اس مدت میں اتنا درود پڑھا۔ شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ یہ سن کر میرا دل باغات کی سیر و تفریح سے بالکل سرد ہو گیا۔ اس کے بعد پھر اس کا شوق نہیں پیدا ہوا۔ شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ والد صاحب مجھے حکمت عملی، آداب مجلس اور تہذیب و دانشمندی کی باتیں بہت سکھاتے تھے اور اکثر یہ شعر پڑھتے تھے ؎

آسائش دو گیتی تفسیر ایں دو حرفست
با دوستاں تلطف با دشمناں مدارا

فرماتے تھے کہ مجھے ہدایت فرمائی کہ جو لوگ مرتبہ میں کم ہوں ان سے ہمیشہ سلام میں سبقت کرنا اور ان سے ہمیشہ خوش اخلاقی سے پیش آنا اور انکی خیریت دریافت کرنا اور اس کو معمولی بات نہ سمجھنا ؎

صد ملکِ دل بہ نیم نگہ می تواں خرید
خوباں دریں معاملہ تقصیر می کنند

بیعت و خلافت

حضرت شاہ صاحبؒ خود فرماتے ہیں کہ والد صاحب ہی سے چودہ سال کی عمر میں بیعت کی اور اشغال صوفیہ بالخصوص مشائخ نقشبندیہ کے اشغال میں مشغول ہوا، توجہ و تلقین حاصل کی، والد صاحب نے آداب طریقت کا ایک حصہ تعلیم دیا اور خرقہ پہنایا۔ شاہ صاحب کی عمر سترہ سال کی تھی کہ حضرت شاہ عبد الرحیم صاحبؒ نے اس دنیا سے رحلت فرمائی آپ نے مرض موت میں بیعت و ارشاد کی اجازت دی اور بار بار فرمایا

یَدُہٗ کَیَدِیْ" اس کا ہاتھ میرے ہاتھ کی طرح ہے۔

شادی حضرت شاہ صاحب کی عمر چودہ سال کی تھی کہ والد ماجد نے آپ کی شادی آپ کے ماموں شیخ عبید اللہ صدیقی پھلتی رح کی صاحبزادی سے کردی۔ ان زوجہ سے آپ کے بڑے صاحبزادے شیخ محمد پیدا ہوئے، جنھوں نے آپ ہی سے تعلیم پائی۔

دوسرا عقد شاہ صاحبؒ کا دوسرا عقد پہلی اہلیہ کی وفات کے بعد سید ثناء اللہ صاحب کی صاحبزادی بی بی ارادت سے ہوا جو سونی پت کے رہنے والے تھے اور سید ناصر الدین شہید سونی پتی کی اولاد میں تھے۔ ان زوجہ محترمہ سے آپ کے چاروں نامور صاحبزادے (حضرت شاہ عبدالعزیز، شاہ رفیع الدین، شاہ عبدالقادر و شاہ عبدالغنی) تولد ہوئے جو ہندوستان میں دین کی نشاۃ ثانیہ کے ارکان اربعہ ہیں۔ رحمہم اللہ تعالیٰ۔ اور ایک صاحبزادی امۃ العزیز بھی پیدا ہوئیں۔ ان کا عقد مولوی محمد فائق ابن مولانا محمد عاشق پھلتی سے ہوا۔ وہ صاحبِ اولاد تھیں، ان کا سلسلہ جاری رہا۔

سفر حج شاہ صاحبؒ "الجزء اللطیف" میں لکھتے ہیں کہ سنہ ۱۱۴۳ھ میں حرمین شریفین کی زیارت کے شوق کا غلبہ ہوا۔ ۱۱۴۳ھ کے آخر ذی الحجہ میں حج سے مشرف ہوا۔ ۱۱۴۴ھ تک بیت اللہ کی مجاورت کی اور زیارت مدینہ سے مشرف ہوا۔ شیخ ابوطاہر مدنی اور دوسرے مشائخ حرمین سے حدیث کی روایت کی۔ علمائے حرمین سے مجالس رہیں۔ شیخ ابوطاہر مدنی نے خرقہ پہنایا جو غالباً صوفیہ کے تمام خرقوں کا جامع ہے۔ اس سال ۱۱۴۴ھ کے اختتام پر دوبارہ مناسک حج ادا کئے اور ۱۱۴۵ھ کے اوائل میں ہندوستان

روانہ ہوا اور ۱۰ رجب ۱۱۴۵ھ کو جمعہ کے دن صحت و سلامتی کے ساتھ اپنے مستقر (دہلی) پر پہنچا۔ (تاریخ دعوت و عزیمت ج ۵ ص ۱۰۹)

درس حدیث شاہ صاحبؒ نے حجاز سے واپس آنے کے بعد اپنے والد صاحب کے مدرسہ رحیمیہ میں جو اس وقت پرانی دلی میں اس محلہ میں جو اب مہندیان کہلاتا ہے واقع تھا درس شروع کر دیا لیکن چند ہی دنوں میں اطراف و اکناف سے طلبہ کھنچ کھنچ کر پہنچنے لگے۔ اس وقت یہ جگہ ناکافی ثابت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے یہ سعادت (بہت سی بے توفیقیوں اور کمزوریوں کے ساتھ) محمد شاہ بادشاہ کے مقدر میں رکھی تھی، اس نے شاہ صاحب کو شہر میں ایک عالی شان مکان دے کر شہر میں بلا لیا اور آپ نے وہاں درس شروع کر دیا۔ مولوی بشیر الدین لکھتے ہیں :-

"یہ مدرسہ کسی زمانہ میں نہایت عالیشان اور خوبصورت تھا اور بڑا دار العلوم سمجھا جاتا تھا۔ غدر تک وہ اپنی اصلی حالت پر قائم تھا۔ غدر میں مکانات لوٹ لئے گئے۔ کڑی، تختے تک لوگ اٹھا لے گئے۔"

مولوی صاحب مزید لکھتے ہیں :-

"اب متفرق لوگوں کے مکانات اس جگہ بن گئے ہیں۔ مگر محلہ شاہ عبد العزیز صاحب کے مدرسہ کے نام سے آج تک پکارا جاتا ہے۔

(حوالہ بالا ج ۵ ص ۱۱۵)

وفات بالآخر اس بیش قیمت و بابرکت مدت حیات کے جس کا ایک ایک لمحہ قیمتی، اسلام اور مسلمانوں کیلئے مفید اور احیائے سنت قرآن و حدیث کی نشر و اشاعت، تعلیم و تربیت، یاد الٰہی اور اعلائے کلمۃ اللہ

کی فکر میں مصروف تھا، خاتمہ بالخیر کا دن آگیا۔ جس سے "کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَۃُ الْمَوْتِ" کے اعلان و وعدہ کے مطابق نہ کوئی نبی مستثنیٰ ہے نہ کوئی ولی، نہ مجدد نہ مجاہد۔ ۱۱۷۶ھ شروع ہوا تھا، محرم کی آخری تاریخ تھی کہ یوم موعود آپہنچا۔ اور حضرت شاہ صاحب نے مختصر علالت کے بعد باسٹھ سال کی عمر میں اس دار فانی کو خیرباد کہا اور جان جاں آفریں کے سپرد کی۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

چیست ازیں خوب تر در ہمہ آفاق کار
دوست رسد نزد دوست یار بنزدیک یار

مدفن تدفین دلی دروازہ کے بائیں جانب اس مقام پر ہوئی، جو مہندیاں کہلاتا ہے۔ یہیں مہندیوں کے قبرستان میں شاہ صاحب کے چاروں صاحبزادگان نیز خود شاہ صاحب کے والد محترم حضرت شاہ عبدالرحیم صاحبؒ کی قبور ہیں جن پر کتبے نصب ہیں۔ (ص ۱۲۹)

رَحِمَہُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی

حضرت شاہ مرزا مظہر جانجاناں رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی ولادت باسعادت بتاریخ ۱۱ رمضان المبارک ۱۱۱۱ھ بروز جمعہ بوقت صبح بعہد شاہ ہند اورنگ زیب علیہ الرحمہ ہوئی۔ آپ کے والد بزرگوار اُمرائے شاہی میں سے تھے، اسم شریف مرزا جان تھا، اور اسی مناسبت سے اورنگ زیب علیہ الرحمۃ نے آپ کا نام جان جاناں رکھا کہ بیٹا باپ کی جان ہوا کرتا ہے۔ آپ کا نسب بواسطہ محمد بن حنفیہ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ سے ملتا ہے۔ آثار رشد وہدایت ناصیۂ مبارک سے ظاہر تھے۔ عشق آپ کی خمیر طینت میں تھا۔

پہلے آپ حضرت سید نور محمد بدایونی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تھوڑی سی مدت میں حالات وکیفیات سے باطن معمور ہو گیا۔ دل محبت ماسوا سے بالکل خالی ہو گیا۔ چار سال تک آپ نے ان کی خدمت میں استفادہ کیا۔ پھر حضرت سید صاحب نے اجازت وخلافت سے نوازا۔

مگر آپ نے اس پر اکتفا نہ فرمایا، بلکہ دوسرے مشائخ کی خدمت میں بھی بغرض استفاضہ جاتے رہے۔ آخر میں حضرت خواجہ محمد عابد سنامی خلیفہ شیخ عبد الاحد نبیرۂ حضرت مجددؒ کی خدمت میں آمد و رفت شروع کی اور کمالات باطن حاصل کیا۔ پھر حضرت خواجہ محمد عابد کی طرف سے بھی اجازت وخلافت سے مشرف ہوئے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی قدس سرہٗ

امام العلماء راس الفضلاء علامہ محدث شاہ عبدالعزیز ابن شاہ ولی اللہ ابن شاہ عبدالرحیم عمری دہلوی رح خود اپنے زمانہ کے علماء کے سردار اور گزشتہ علماء کے سرتاج کے چشم و چراغ تھے۔ بعض لوگوں نے آپ کو "سراج الہند" اور بعض نے "حجۃ اللہ" کا خطاب دیا۔

آپ پنجشنبہ کی رات ۲۵ رمضان ۱۱۵۹ھ میں پیدا ہوئے۔ جیسا کہ آپکے تاریخی نام "غلام حلیم" سے معلوم ہوتا ہے۔ آپنے قرآن شریف کے حفظ سے فراغت پائی۔ اور اپنے والد ماجد شاہ ولی اللہ صاحبؒ سے تعلیم کا سلسلہ شروع کیا۔ آپنے ان سے قرارت و سماعت کے ذریعہ پوری تحقیق و درایت اور توجہ سے علم حاصل کیا، جس سے آپ کو علوم میں ملکۂ راسخہ حاصل ہوگیا جب آپ ۱۶ سال کے تھے تو آپکے والد ماجد نے انتقال کیا۔ اس کے بعد آپنے شیخ نوراللہ بڑہانوی، شیخ محمد امین کشمیری سے استفادہ کیا۔ آپ کو اجازت علمی شاہ محمد عاشق بن عبیداللہ پھلتی سے حاصل ہوئی۔ جو آپکے والد ماجد کے تربیت یافتہ اور محرم راز تھے۔

پچیس سال کی عمر میں آپ کو متعدد اذیت رساں امراض نے گھیر لیا جن کے سبب آپ مراق، جذام، برص میں مبتلا ہوئے۔ بعض واقفان حال نے آپکے چودہ تکلیف دہ امراض کا ذکر کیا ہے، اس وجہ سے آپنے تدریسی ذمہ داری اپنے دونوں بھائیوں شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالقادر صاحبان کے سپرد کردی، مگر اس کے ساتھ خود بھی درس دیتے تھے۔ تصنیف و افتاء اور وعظ

کا سلسلہ بھی جاری رہتا تھا۔ ہر سہ شنبہ کو آپکا ہفتہ وار وعظ قرآن مجید کی تفسیر پر مشتمل ہوتا تھا۔

اخیر عمر میں آپ مجلس میں تھوڑی دیر بھی نہیں بیٹھ سکتے تھے، اس لئے اپنے قدیم و جدید مدرسہ کے درمیان ٹہلتے رہتے، اور لوگ بڑی تعداد میں اس حالت میں بھی استفادہ کرتے، اور آپ کا درس و افتار اور وعظ ہوتا رہتا تھا اسی طرح عصر و مغرب کے درمیان دو آدمیوں کی مدد سے مدرسہ اور جامع مسجد کی درمیانی سڑک پر نکلتے تھے، لوگ راستہ میں آپ کے منتظر رہتے اور اپنی مشکلات حل کراتے۔

اپنی بیماری و تکلیف کے متعلق خود امیر حیدر بن نور الحسنین بلگرامی کو خط میں لکھتے ہیں :-

" اگر آپ اپنے محب کا حال پوچھتے ہیں، تو وہ بہت خراب ہے اور صبح و شام اسمیں اضافہ ہی ہوتا رہتا ہے، اور اسے ظاہری و باطنی آلام گھیرے ہوئے ہیں قرار و سکون چھن گیا ہے اور قلق و اضطراب بڑھ گیا ہے۔ اور یہ سب ایسے امراض کے سبب ہیں جن میں سے ایک مرض بھی آدمی کو پریشان اور غمزدہ کرنے کیلئے کافی ہے۔ جیسے بواسیر، معدہ اور آنتوں میں ریاح کا رُکنا، اس حد تک فقدان اشتہار کہ کئی رات دن کھانا تک چکھنے کی بھی نوبت نہیں آتی، بخارات جب قلب کی طرف چڑھتے ہیں تو دم گھٹنے کی کیفیت ہو جاتی ہے۔ یہ جب دماغ کی جانب پہنچتے ہیں تو تکلیف دہ درد سر شروع ہو جاتا ہے جو ہاون ستہ کے ضرب کی طرح محسوس ہوتا ہے۔ الی اللہ المشتکی وھو المستعان - یہ حالت ایک لفظ بھی بولنے کی اجازت نہیں دیتی، چہ جائیکہ کوئی کتاب املا کراسکے

یا کوئی پیغام لکھوا سکے۔

ارشاد فرمایا کہ میرے دادا قوت نسبت اور کشف کے جامع تھے۔ ایسے جامع اشخاص کم ہوا کرتے ہیں۔ جس کسی میں نسبت قوی ہوتی ہے اس کو کشف کم ہوتا ہے اور جس کو کشف زیادہ ہوتا ہے نسبت کمزور ہوتی ہے۔ پھر فرمایا کہ اصل چیز دل کا رنگین ہونا ہے کہ یہی چیز (یعنی نسبت مع اللہ سے قلب کا رنگین ہونا) وقت مرگ اور بعد مرگ کام آوے گی۔ فقط کشف گوئی (بغیر نسبت کے) دنیا کمانے سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔

ایک شخص نے عرض کیا کہ باوجود اشتداد امراض حضرت والا کے ہوش وحواس بالکل بجا اور صحیح ہیں، یہ قوت ملکیہ ہے طاقت بشری نہیں ہے۔ ارشاد فرمایا کہ یہ مشہور بات ہے اور تجربہ میں بھی آئی ہے کہ خادم علم حدیث کے ہوش وحواس خراب نہیں ہوتے، اگرچہ اس کی عمر سو سے بھی متجاوز ہو جائے۔ بندہ کا تو بچپن ہی سے حدیث کا مشغلہ ہے۔

اپنے ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے جب سے ہوش سنبھالا برابر حضرت والد ماجد کی صحبت اقدس میں رہنے اور انکی مجلس اقدس میں بیٹھنے کا بے حد شوق رکھتا تھا، صحبت ومجالست سے مناسبت روحانی کے محاسن اور استعداد علمی کے کمالات جلوہ گر ہوا کرتے ہیں۔

ف: مگر افسوس کہ دریں زمانہ اہل اللہ کی مصاحبت ومجالست کا بالکل اہتمام نہیں کیا جاتا، جس کی وجہ سے اہل علم بھی باطنی کمالات ونسبت سے محروم رہ جاتے ہیں۔ (مرتب)

حضرت شاہ عبد اللہ معروف بہ شاہ غلام علی دہلوی قدس سرہٗ

آپ کی ولادت ۱۱۵۸ھ میں بمقام بٹالہ علاقہ پنجاب میں ہوئی۔ آپ کا نسب حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے ملتا ہے۔ آپ کے والد ماجد شاہ عبد اللطیف صاحب نہایت مرتاض و مجاہد بزرگ تھے۔

آپ مقامات سلوک طے کرنے کیلئے بزرگان دہلی مثلاً شاہ ضیاء اللہ و شاہ عبد العدل و خواجہ میر درد وغیرہم کی خدمت میں گئے مگر اخیر میں ۱۱۸۰ھ میں حضرت مرزا مظہر جان جاناں رح کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت ہو گئے اور پندرہ سال تک مسلسل حاضر حلقہ و مراقبہ رہے اور اجازت و خلافت سے مشرف ہوئے اور طریقۂ نقشبندیہ مجددیہ کی اشاعت شروع فرمائی۔

چنانچہ آپ کی حیات مبارکہ میں اس قدر فیض جاری ہوا کہ شاید ہی کسی شیخ سے اس کی زندگی میں جاری ہوا ہو۔ ہندوستان کے علاوہ کابل، بلخ و بخارا، عرب و روم ہر ملک میں آپ کے خلفاء پہنچ گئے اور طریقۂ علیہ ان سے جاری ہوا، حضرت مولانا کردیؒ آپ ہی کے خلیفہ ہیں جن کا سلسلہ فیض اب بھی رواں ہے۔

ابتداءً آپ کو معاش کی تنگی پیش آئی مگر کچھ ہی دنوں کے بعد فتوحات کا سلسلہ جاری ہو گیا اور دو سو کے قریب علماء و صلحاء آپ کی خانقاہ میں دور دراز سے آکر قیام کرتے اور بقدر ضرورت روزی ان کو بطریق احسن پہنچتی۔

مزاج میں بیحد شکستگی و انکسار تھا اور حد درجہ حیاء کا غلبہ تھا جس کی وجہ سے پاؤں بہت کم پھیلاتے۔ حتیٰ کہ وفات بھی اسی حالت میں ہوئی۔ لباس موٹا پہنا کرتے۔ اور اگر کوئی عمدہ لباس بنوا کر بھیجتا تو اس کو فروخت کر کے چند عدد

کم قیمت کے کپڑے خریدتے اور اللہ تعالیٰ کے نام پر تقسیم فرما دیتے، اور کہتے کہ ایک آدمی کے پہننے سے یہ بدرجہا بہتر ہے کہ چند آدمی پہنیں۔

آپ کا عمل اکثر حدیث پر تھا، حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے صاحبزادوں نیز اپنے مرشد سے حدیث کی سند حاصل کی تھی۔ آپ حافظِ قرآن تھے لیکن اس کی کسی کو خبر نہ تھی۔ برابر تلاوت و مراقبہ تفسیر و حدیث کے درس میں مشغول رہتے اگر کوئی ملاقات کیلئے آتا تو تھوڑی دیر کے بعد رخصت کر دیتے اور عذر کرتے کہ فقیر اپنی گور و موت کی فکر میں مشغول ہے۔ اور چلتے وقت کچھ بطور تبرّک شیرینی بھی دیتے۔

دنیا کا ذکر آپ کی مجلس میں بالکل نہ ہوتا۔ آپ کی مجلس میں اگر کوئی غیبت کرتا تو منع فرما دیتے۔ اور فرماتے کہ غیبت کے لائق تو میں ہوں۔ (لہٰذا اگر غیبت کرنی ہو تو میری کرو۔

آپ نے ارشاد فرمایا کہ: طالب کو چاہیے کہ ہر وقت کی عبادت سے علیحدہ علیحدہ کیفیات کا امتیاز کرے، اور خیال رکھے کہ نماز سے کیا کیفیت حاصل ہوتی ہے اور تلاوت سے کس قسم کا ظہور ہوتا ہے اور درس حدیث اور شغل تہلیل سے کیا ذوق پیدا ہوتا ہے۔
لا الٰہ الا اللہ

اسی طرح یہ خیال رکھے کہ لقمۂ شک سے کیسی ظلمت ہوتی ہے اور گناہوں سے کس قسم کی کدورت پیدا ہوتی ہے۔

فرمایا: دعا کرتے وقت انوار فائض ہوتے ہیں، لیکن ان کا فرق کرنا کہ یہ انوارِ دعا ہیں، اور یہ اجابتِ دعا، مشکل ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اگر دونوں ہاتھوں میں ثقالت معلوم ہو تو یہ علامتِ قبولیتِ دعا ہے لیکن میں کہتا ہوں کہ "اگر انشراحِ صدر حاصل ہو تو علامتِ اجابتِ دعا ہے۔" (مشائخ نقشبندیہ مجددیہ صفحہ ۳۱۵)

مولانا خالد رومی کُردی رح

عراق، شام اور ترکی میں حضرت شاہ غلام علی صاحب رح کے سلسلہ (نقشبندیہ مجددیہ) کی اشاعت کا کام اللہ تعالٰی نے ایک کُردی فاضل اجل مولانا خالد رومی رح سے لیا۔ جو اپنے ملک میں حضرت رح کے فیض و ارشاد کا آوازہ سن کر ہمہ تن شوق و بیقراری بن کر منزلوں پر منزلیں طے کرتے ہوئے ایک سال میں دہلی پہنچے اور آستانہ پر آکر ایسے پڑے کہ تکمیل سلوک کی منزلیں طے کرکے اجازت و خلافت خاصہ سے مشرف ہوئے۔ اس عرصہ میں ان کی یکسوئی کا عالم یہ تھا کہ دہلی کے علماء و مشائخ جو ان کے فضل و کمال کی شہرت برسوں سے سنتے تھے ملنے آتے تو فرمادیتے کہ فقیر جس مقصد کیلئے آیا ہے اس کے حصول کے بغیر کسی طرف متوجہ نہیں ہوسکتا۔

وطن واپس گئے تو طالبین خدا پروانہ وار ٹوٹ پڑے اور ایسا رجوع ہوا کہ باید و شاید۔ خود مولانا خالد رح نے حضرت شاہ ابو سعید کے نام جو خط لکھا ہے اس میں تحدیث بالنعمت کے طور پر تحریر فرماتے ہیں:۔

"تمام مملکت روم و عرب اور حجاز و عراق اور بعض ممالک عجم اور سارا کردستان طریقۂ عالیہ نقشبندیہ کی تاثیرات و جذبات سے سرشار ہے اور شب و روز تمام محافل و مجالس

؏ حضرت شیخ خالد کُردی رح کے سلسلہ عالیہ کے ایک شیخ سید محمود آفندی کی ۱۴۱۶ھ میں حرم مکہ مکرمہ میں زیارت ہوئی تھی۔ ان کے بہت سے مریدین بھی ساتھ تھے۔ ماشاء اللہ سب دیندار متشرع تھے اور دل کو ان کی طرف جذب و کشش ہوتی تھی۔ مولانا اسمٰعیل صاحب ولی سے سنا ہے کہ ترکی میں جو زبردست زلزلہ آیا تھا اس سے قبل عیاشی فحاشی کی خاص محفل میں شیخ کو بلاکر توہین و تنقیص کرنیوالے تھے اللہ تعالٰی نے بروقت عذاب بھیج دیا اور وہ سب عیاش و فحاش تباہ و برباد ہوگئے۔ (محمد قمر الزمان)

مساجد و مدارس میں حضرت امام ربانی مجدد و منور الف ثانی رح کے محاسن و محامد کا ذکر اس طرح ہر چھوٹے بڑے کی زبان پر ہے کہ اس کا گمان نہیں ہو سکتا کہ کبھی کسی ملک میں اور کسی وقت میں گوش زمانہ نے ایسا زمزمہ سنا ہو، یا چشم فلک نے ایسی رغبت اور ایسا اجتماع دیکھا ہو۔ اگرچہ اس قسم کی باتوں کا تذکرہ ایک طرح کی گستاخی اور خود بینی ہے، یہ فقیر اس پر شرمندہ ہے۔ محض دوستوں کے حق کو مقدم جان کر اس نے بے ادبی کی جرأت کی۔

علامہؒ ابن عابدین مشہور بہ علامہ شامی مصنف "رد المحتار" شرح "الدر المختار" مولانا خالد رومیؒ کے شاگرد و دست گرفتہ تھے۔ انھوں نے ان کے مناقب میں پورا رسالہ "سل الحسام الهندی لنصرة مولانا خالد النقشبندی" کے نام سے تصنیف کیا ہے۔ جو اصلاً ایک رسالہ کی تردید میں ہے، جو بعض حاسدین نے مولانا خالد کی مخالفت و تضلیل میں لکھا تھا۔

سنہ ۱۲۴۲ھ کے طاعون میں ۱۴؍ ذیقعدہ کو شہادت حاصل کی۔

(از تاریخ دعوت و عزیمت ج ۴ صفحہ ۳۷)

عہ معلوم ہوا ہے کہ صاحب روح المعانی علامہ ابو الفضل شہاب الدین سید محمود آلوسی بغدادی اور ابھی حال کے بزرگ مولانا سید محمود آفندی بھی اسی سلسلہ سے منسلک ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔ (محمد قمر الزمان)

حضرت سید احمد شہید رائے بریلویؒ

ولادت باسعادت

حضرت سید صاحبؒ دائرہ شاہ علم اللہ تکیہ کلاں رائے بریلی میں ماہ صفر ۱۲۰۱ھ مطابق نومبر ۱۷۸۶ء میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام سید محمد عرفان، دادا کا نام سید عبدالنور تھا۔ آپ کا سلسلۂ نسب حضرت حسن ابن علی سبط رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر منتہی ہوتا ہے۔

آپ چار سال کے ہوئے تو مکتب میں بٹھائے گئے، مگر باوجود کوشش کے آپ کی طبیعت علم کی طرف راغب نہیں ہوئی اور کتابی علم میں کچھ ترقی نہ کی۔ آپ کو بچپن ہی سے مردانہ اور سپاہیانہ کھیلوں کا بہت شوق تھا۔ سن بلوغ کو پہنچے تو خدمت خلق کا ایسا ذوق پیدا ہوا کہ اچھے اچھے بزرگ انگشت بدنداں رہ گئے ضعیفوں، اپاہجوں اور بیواؤں کی خدمت کرنے کا جذبہ، اس کے ساتھ ہی ساتھ ذکر الٰہی کا ذوق بہت بڑھا ہوا تھا۔

شاہ عبدالعزیز صاحب دہلویؒ سے خلافت و اجازت

چار ماہ تلاش معاش میں لکھنؤ مقیم رہے اور اسی دوران اپنے ساتھیوں کو دہلی چلنے اور شاہ عبدالعزیز صاحبؒ سے استفادہ کرنے کی ترغیب دلاتے رہے، مگر کوئی تیار نہ ہوا۔ اس لئے خود تن تنہا دہلی کی طرف روانہ ہو گئے۔ پورا سفر پیادہ پا مسافروں کی خدمت انجام دیا اور کئی روز کے بعد دہلی پہنچے اور حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت شاہ صاحب کے سید صاحب کے بزرگوں سے قدیم سے روحانی تعلقات تھے۔ مصافحہ

عہ آپ کے حالات والد صاحب مدظلہ کی کتاب "اقوال سلفؒ" حصہ سوم کو سامنے رکھ کر درج کر رہا ہوں۔ اللہ قبول فرمائے

و معانقہ اور تعارف کے بعد بڑی خوشی کا اظہار کیا اور اپنے بھائی شاہ عبدالقادر صاحب
کے پاس ٹھہرایا۔ کچھ عرصہ انکی خدمت میں رہ کر مقامات سلوک طے کئے اور شاہ
عبدالعزیز صاحبؒ سے خلافت و اجازت لیکر وطن رائے بریلی واپس ہوئے اور پھر
دوبارہ حضرت شاہ صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو شاہ صاحبؒ نے اپنے
خاندان کے عظیم المرتبت علماء و فضلاء کو آپ سے بیعت ہونے اور سلوک طے کرنے کی
تاکید فرمائی۔ چنانچہ حضرت شاہ محمد اسمٰعیل شہیدؒ اور مولانا عبدالحی صاحب بڈھانویؒ
جو علم و عمل کی بلندیوں پر فائز تھے اور عمر میں بھی حضرت سید صاحب سے بڑے تھے
اس لئے ان حضرات کو آپ سے بیعت ہونے میں تامل ہوا، مگر شاہ عبدالعزیز صاحبؒ
کے فرمان کو ٹالا بھی نہیں جاسکتا تھا۔ اس لئے فیصلہ کیا کہ حضرت سید صاحبؒ
کی آزمائش کی جائے

صحابۂ کرام جیسی نماز

چنانچہ ایک رات مولانا عبدالحی صاحب نے سید صاحب سے کہا۔ میاں صاحب، مجھے کچھ عنایت کیجئے
حضرت سید صاحب نے کہا، کہئے! کیا مانگتے ہیں؟ مولانا نے کہا، جیسی نماز صحابۂ کرام
پڑھا کرتے تھے ویسی نماز ہم سے ادا ہو۔ سید صاحب یہ سن کر چپ ہو گئے تو
مولانا نے دل میں سوچا کہ شاید بزرگی کا دعویٰ خام تھا۔ مولانا خود لکھتے ہیں کہ اسی
رات سید صاحب نے آواز دی، مولانا! مجھ پر کیفیت طاری ہو گئی۔ اور حضرت نے فرمایا
جائیے اور اللہ کے لئے وضو کیجئے۔ یہ الفاظ کچھ اس طرح ادا کئے کہ ایک بار پھر
میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ چند قدم چلا تھا کہ پھر آواز دی، مولانا سن لیں
میں واپس آیا۔ فرمایا، آپ نے اچھی طرح جان لیا نا؟ میں نے کہا کیا؟ کہا اللہ کے لئے
وضو کریں۔ میں نے عرض کیا بہت خوب۔ تیسری بار پھر یہی واقعہ گزرا۔ الغرض

میں نے حق تعالیٰ شانہٗ کے خوف سے اس روز ایسا وضو کیا جیسا کبھی نہیں کیا تھا۔ واپس آیا تو فرمایا، اب جائیے اور اللہ کے واسطے دو رکعت نماز پڑھیے، اسی طرح مکرر تین بار تاکید کی، اس کے بعد ایک گوشہ میں نماز شروع کی تکبیر تحریمہ کے ساتھ ہی ایسا مشاہدۂ جلال میں غرق ہوا کہ تن بدن کا ہوش نہ رہا۔ نہایت خوف و لذت سے نماز ادا کی۔ دو رکعت پڑھ چکا تو خیال آیا کہ کوئی واجب چھوٹ گیا، دوبارہ دو رکعتیں ادا کیں۔ سو رکعتیں پڑھنے پر بھی اطمینان نہ ہوا تو خود کو ملامت کرنے لگا کہ تم سے دو رکعت ادا تو ہوتی نہیں اور آزمائش کرتے ہو ایسے کامل شخص کی۔ اسی طرح شرم میں ڈوبا ہوا تھا اور اَسْتَغْفِرُاللہ اَسْتَغْفِرُاللہ کہہ رہا تھا کہ اذان ہو گئی۔ تو اس سے دل کو یقین ہو گیا کہ جو نعمت مدت دراز کی محنت سے نصیب نہ ہوئی تھی وہ مرشد کامل کی توجہ سے حاصل ہو گئی۔ پھر مسجد کے اندر گیا اور فجر کی نماز سے پہلے پہلے حضرت میاں صاحب سے بیعت ہو گیا۔

بالاکوٹ کی سرزمین پر مبارک سفر تمام ہوا

ہندوستان پر انگریزوں کے تسلط، مسلمانوں کی آپسی خانہ جنگی اور زبوں حالی نے آپ کو بے چین کر دیا تھا۔ آپ کے نزدیک اعلاءِ کلمۃ اللہ اور بلادِ اسلامیہ کے استخلاص کی ضرورت ہر غیور اور فرض شناس انسان سے جہاد کا مطالبہ کر رہی تھی۔ اور آپ شروع ہی سے اپنی جماعت کو اس کارِ عظیم کے لئے تیار کر رہے تھے۔ آخر کار ۷ جمادی الاولی ۱۲۴۱ھ میں آپ نے وطن کو خدا حافظ کہا اور مختلف علاقوں کا دورہ کرتے ہوئے نوشہرہ میں قیام کیا اور وہیں سکھوں سے پہلا معرکہ پیش آیا اور پھر پشاور فتح کرنے کے بعد وہاں کے بے وفا لوگوں سے دل برداشتہ ہو کر ۱۷ اپریل ۱۸۳۱ء کو کوچ کر کے بالاکوٹ پہنچے اور اسی

میدان میں وہ آخری معرکہ پیش آیا جس میں تین سو سے زائد مجاہدین شہید ہوئے بالاکوٹ کی سرزمین پر ان مبارک انسانوں کا وہ مبارک سفر تمام ہوا جس کی ابتدائ سید صاحبؒ نے جمادی الآخرہ ۱۲۴۱ھ کی صبح کو اپنے غازیوں کے ساتھ اپنے وطن رائے بریلی سے کی تھی۔ وہ ۲۴ ذیقعدہ ۱۲۴۶ھ کو مقصود کو پہنچ گیا۔

رحمہم اللہ تعالیٰ۔

آپ کی رفعت شان پر بشارتیں

مولوی عبد الاحد صاحب لکھتے ہیں:۔ حضرت سید صاحبؒ کے ہاتھ پر چالیس ہزار سے زیادہ ہندو، کفار مسلمان ہوئے۔ اور تیس لاکھ مسلمانوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اور جو سلسلۂ بیعت آپ کے خلفاء اور خلفاء کے خلفاء کے ذریعہ تمام روئے زمین پر جاری ہے اس سلسلہ میں تو کروڑوں آدمی آپ کی بیعت میں داخل ہیں۔

نواب صدیق حسن خاں مرحوم "تقصار جیود الاحرار" میں سید صاحبؒ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

خلق خدا کی رہنمائی اور خدا کی طرف رجوع کرنے میں وہ خدا کی ایک نشانی تھے۔ ایک بڑی خلقت اور ایک دنیا آپ کے قلبی و جسمانی توجہ سے درجۂ ولایت کو پہنچی۔ خلاصہ یہ کہ اس زمانہ میں دنیا کے کسی ملک میں بھی ایسا صاحب کمال سنا نہیں گیا۔ اور جو فیوض اس گروہ حق سے خلق خدا کو پہنچے ان کا عشر عشیر بھی اس زمانہ کے علماء و مشائخ سے نہیں پہنچے۔

چنانچہ حضرت شاہ الحاج عبد الرحیم صاحب چشتی جو خود کثیر المریدین تھے مگر حضرت سید صاحب کی نسبت مع اللہ اور اتباع سنت کے کمال کو

دیکھ کر بہت متاثر ہوئے اور ان سے بیعت ہو گئے۔ بلکہ مولانا میاں جی نور محمد جھنجھانوی کو بھی بیعت کرا دیا۔ پھر حضرت سید صاحب نے ان کو خلافت سے مشرف فرمایا۔ اور حاجی عبد الرحیم صاحب حضرت سید صاحب کے ساتھ جہاد میں شریک ہوئے اور بالاکوٹ میں وہ بھی جام شہادت سے شاد کام ہوئے

ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء

نور اللہ مراقدہم

حضرت مولانا سید پیر غلام حبیب صاحب نقشبندی مجددی پاکستانیؒ

ولادت آپ کی ولادت باسعادت ۲۳ رمضان المبارک ۱۳۲۲ھ بروز جمعہ مطابق ۲ دسمبر ۱۹۰۴ء کرڈھی (وادی سون سکیسر ضلع خوشاب) میں ہوئی۔

اساتذۂ کرام آپ کے اساتذہ میں جناب قاری قمر دین صاحبؒ، شیخ الحدیث حضرت مولانا سید امیر صاحبؒ، حضرت مولانا عبید اللہ سندھی صاحب، شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوریؒ قابلِ ذکر ہیں۔

بیعت و ارادت آپ اپنے چچازاد بھائی مولانا سید امیر صاحب کے ساتھ مولانا عبد المالک صاحب صدیقی نقشبندی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے بیعت کا شرف حاصل کیا اور آپ کے تلقین فرمودہ معمولات پر استقامت فرمائی اور اس کے ساتھ ہی رابطۂ شیخ کا خوب اہتمام فرمایا۔ چنانچہ ایک طرف آپ کے مجاہدات اور دوسری طرف شیخ کامل کی خصوصی توجہات نے نورٌ علیٰ نور کا مصداق کر دیا۔ پس جب شیخ کامل نے مرید صادق میں رشد و ہدایت کے اوصاف دیکھ لئے تو تصدیق و تکمیل کیلئے آپ کو اپنے مرشد حضرت خواجہ فضل علی قریشیؒ کی خدمت میں "مسکین پور" بھیجا۔ حضرت قریشیؒ کئی دن تک مراقبات میں توجہات دیتے رہے۔ بالآخر اشارۂ غیبی پا کر ۲۹ شعبان ۱۳۵۲ھ کو مریدین کے مجمع میں ان کو خلعتِ خلافت سے نوازا۔ اس اجازت و خلافت کے بعد آپ کو حضرت مولانا عبد المالک صدیقیؒ نے بھی سند اجازت مرحمت فرمائی۔ آپ نے یورپ و افریقہ کے بہت سے ممالک میں شریعت و طریقت کی ترویج و تعلیم کی خوب ہی خوب خدمت انجام دی اور بہت سے لوگوں کو مادیت سے روحانیت کی روشنی میں لائے اور باطنی لذات و کیفیات سے آشنا کیا۔ فجزاہم اللہ احسن الجزاء۔

وفات آپ کی وفات کا سانحہ ۱۴۱۰ھ مطابق ۱۲ دسمبر ۱۹۸۹ء کو پیش آیا۔
اِنّا للہ وانّا الیہ راجعون۔
نمازِ جنازہ آپ کے بڑے صاحبزادے مولانا عبدالرحمٰن صاحب نے پڑھائی۔
حسبِ وصیت چکواں کی مسجد کے احاطہ میں مدفون ہوئے۔ نوّر اللہ مرقدہٗ۔

خلفاء: ماشاء اللہ آپ کے تیئیس ۲۳ خلفاء ہیں۔ جن میں سے چند کے اسماء یہ ہیں۔
مولانا عبدالرحمٰن صاحبؒ صاحبزادہ حضرت شیخؒ۔ مولانا عبدالرحیم صاحب صاحبزادہ
حضرت شیخؒ۔ مولانا نعیم اللہ صاحب فاروقی۔ مولانا ذوالفقار صاحب، مولانا
اسمٰعیل صاحب واڈی حال مقیم بلیک بنڈ، برطانیہ، اور ان کے صاحبزادے پروفیسر
مکرم محمد قاسم صاحب مقیم ری یونین۔ حضرت شیخ سلیمان احمد زید مجدہ۔ ری یونین
(از "اقوال سلف" ج ۶ ص ۹۳ تا ۹۷)

ارشادات فرمایا: (۱) جس کو جو رتبہ ملا ہے وہ قرآن کے ذریعہ ملا ہے
جو قرآن پڑھے گا وہ اونچا چڑھے گا۔ اسے اونچا اٹھایا جائیگا۔

(۲) فرمایا: ذکر کا مطلب یہ ہے کہ آدمی ہر وقت اپنے قلب کا دھیان رکھے اور
غفلت کو قریب نہ آنے دے۔ اسی کو وقوفِ قلبی کہتے ہیں جو ہمارے سلسلے
کا اہم سبق ہے۔

(۳) فرمایا: بدقسمت ہیں وہ لوگ جو قرآن نہیں پڑھتے۔ تھوڑا بہت تو پڑھو۔
یہ قرآن بہترین غذا ہے۔ ہائے افسوس آج اس کی قدر نہیں، اس کی قدر وہی
کرے گا جو اس کو سمجھے گا۔ جو اس کو سمجھے گا اس کو فرمانِ شاہی سمجھ کر معاملہ کریگا۔

(۴) فرمایا: اگر مجھ سے کہا جائے کہ قرآن پاک کا خلاصہ بیان کرو، تو یہ کہوں گا کہ
اللہ اللہ کر اور کسی سے نہ ڈر۔

۵۔ فرمایا: شریعت کی طرف سے دی گئی رعایت کا حاصل کرنا اظہارِ عجز ہے اور اللہ تعالیٰ کو بندوں کی عاجزی بہت پسند ہے۔

۶۔ فرمایا: شخصیت بناؤ سنگار، ٹیپ ٹاپ اور جُبّے قبّے سے نہیں بنتی۔ شخصیت تعلق باللہ، ذکر، مجاہدہ سے بنتی ہے۔ آج ظاہری ٹیپ ٹاپ کی طرف خوب توجہ ہے، اور باطن کو سنوارنے کی طرف توجہ نہیں دی جاتی۔ اگر باطنی زیبائش کی طرف توجہ ہوجائے تو مزہ آجائے۔

فائدہ: سبحان اللہ! کیا خوب ارشادات ہیں جو حرزِ جان بنانے کے لائق ہیں! اللہ تعالیٰ ہم سب کو اسکی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین!

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مولانا غلام حبیب صاحب نقشبندی رحؒ کے صاحبزادے مولانا عبد الرحیم صاحب نقشبندی کے حسب ارشاد مولانا نعیم اللہ صاحب فاروقی نے ترتیب نو اور اضافہ کے ساتھ کتابچہ مسمّٰی بہ "شجرۂ طیبہ" مرتب فرمایا ہے جسے ہم کو شیخ سلیمان موگلیہ زید مجدہ نے ری یونین میں عطا فرمایا تھا، اسمیں سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے خاص وظائف واوراد وہدایات مندرج ہیں، جی چاہتا ہے کہ اس کے کچھ حصہ کو درج کرنے کی سعادت حاصل کروں۔

وباللہ التوفیق۔

عہ۔ بفضلہ تعالیٰ والد ماجد صاحب کے ساتھ ۱۴۲۱ھ مطابق جون ۲۰۰۰ء میں جب ری یونین جانا ہوا تو ان سے ملاقات ہوئی، ماشاء اللہ متشرع اور صاحب کیف وحال بزرگ ہیں۔ والد صاحب کو اپنے مکان پر دعوت دی تھی اور خود بھی والد صاحب کی مجلس وعظ میں شرکت کیلئے تشریف لاتے تھے۔ والد صاحب سے خاص عقیدت ومحبت کا تعلق رکھتے ہیں۔ والد صاحب کو بھی شیخ سلیمان مدظلہ سے خاص ربط وتعلق ہے جو یقیناً للہ فی اللہ ہے۔ اللّٰھم زد فزد۔ مزید مولانا محمد قاسم صاحب سے بھی ملاقات ہوئی اور لوساکا میں مولانا ذوالفقار اللہ صاحب سے بھی زیارت کا شرف نصیب ہوا یوں والد صاحب سے ماشاء اللہ مکرم مولانا اسمٰعیل صاحب واڈی اور مولانا نعیم اللہ صاحب فاروقی سے بھی ملاقات ہے۔

امابعد! انسان دو چیزوں پر مشتمل ہے ایک جسم دوسری روح۔ جسم کا تعلق عالم خلق (ظاہری موجودات) سے ہے۔ یہ بمنزلہ مکان کے ہے اور "روح" اس کی مکین ہے جس کا تعلق عالم اَمر (باطن) سے ہے۔ ان دونوں کی الگ الگ ضروریات ہیں۔ جسم کی بقا اور نشوونما کے لئے غذا درکار ہوتی ہے۔ اسی طرح روح کی غذا اور سکون کثرت ذکر اللہ اور اُسوۂ حسنہ کی پیروی میں ہے ؎

یادِ حق آمد غذا ایں روح را مرہم آمد ایں دلِ مجروح را (رومیؒ)

ترجمہ: یادِ حق ہی ہے غذا اس روح کی اور مرہم ہے دلِ مجروح کی

اگر جسم کی جائز طبعی ضروریات کو پورا نہ کیا جائے اور احتیاط نہ کی جائے تو بدن طرح طرح کے امراض میں مبتلا ہو جاتا ہے، اسی طرح اگر روح کو اس کی ضروریات مہیا نہ کی جائیں اور اخلاق رذیلہ سے اجتناب نہ کیا جائے تو امراض روحانی گھیر لیتے ہیں۔ جس طرح نمونیہ، ملیریا، تپ دق، ٹائیفائڈ وغیرہ جسمانی بیماریوں کے نام ہیں اسی طرح تکبر، عُجب، ریا، غیبت، بُغض، کینہ، حسد، حرص، طمع وغیرہ روحانی بیماریوں کے نام ہیں۔

یاد رکھنا چاہئے کہ جسمانی امراض بدن میں کمزوری پیدا کرتے ہیں اور بدن کے ظاہری افعال میں خلل کا سبب بنتے ہیں اور روحانی امراض (گناہ) دل کو متاثر کرتے ہیں ایمان کو کمزور کرتے ہیں۔ چنانچہ آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ "جب بندہ گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ لگ جاتا ہے۔ جب وہ باز آجاتا ہے اور توبہ استغفار کرتا ہے تو اس کا دل صاف ہو جاتا ہے۔ اور اگر گناہ کا اعادہ کرتا رہتا ہے تو اس نقطہ میں اضافہ ہوتا رہتا ہے، یہاں تک کہ اس کا تمام دل سیاہ ہو جاتا ہے۔" یہ وہی زنگ ہے جس کے بارے میں حق تعالیٰ نے یوں فرمایا ہے: "كَلَّا بَلْ رَانَ

عَلٰی قُلُوْبِھِمْ مَّا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ۔ ترجمہ: (یہ بات ہرگز نہیں بلکہ ان کے دلوں پر ان کے اعمال بد کے سبب زنگ چڑھ گیا ہے۔) (رواہ الترمذی)

اسی زنگ یا سیاہی کو "روحانی بیماری" یا "دل کی بیماری" کہتے ہیں۔ یہ بیماری معصیت سے (خواہ وہ فکری ہو یا عملی) بڑھتی رہتی ہے حتیٰ کہ دل اس حد تک ماؤف ہو جاتا ہے کہ حق و ناحق کی تمیز سے بے بہرہ ہو جاتا ہے۔ مالک حقیقی کے احسانات کو بھول جاتا ہے۔ اس کی اطاعت سے منہ موڑ کر نفس و شیطان کی اتباع کرنے لگتا ہے ایسے "بیمار دل" والے شخص پر کلام ربانی بھی بے اثر ہوتا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں: "تَقْشَعِرُّ مِنْہُ جُلُوْدُ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّھُمْ" ترجمہ: جو لوگ اللہ تعالےٰ سے ڈرتے ہیں اس (قرآن) سے ان کے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

نعوذ باللہ، کیا قرآن کریم کی تاثیر ختم ہو چکی ہے؟ نہیں، ہرگز نہیں! تاثیر اب بھی قرآن میں ہے اور ہمیشہ رہے گی، مگر چونکہ انجذاب تاثیر کی شرط یعنی "خوف خدا" بسبب غفلت کے دلوں میں نہ رہا اس لئے قرآن کے انوار سے دل محروم ہو گئے۔

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "انسان کے بدن میں گوشت کا ایک لوتھڑا ہے اگر وہ درست ہو جائے تو تمام بدن درست ہو جاتا ہے اور اگر وہ بگڑ جائے تو تمام بدن بگڑ جاتا ہے۔ جان لو کہ وہ گوشت کا لوتھڑا دل ہے۔ (بخاری و مسلم)

اسی خیال کو ایک نصیحت گو شاعر نے ان الفاظ میں پیش کیا ہے ؎

دل کے بگاڑ ہی سے بگڑتا ہے آدمی   جس نے اسے سنبھال لیا وہ سنبھل گیا

امراضِ روحانی کا علاج

حدیث شریف میں آیا ہے کہ:-

لَمَّا خَلَقَ اللّٰہُ دَاءً خَلَقَ لَہٗ دَوَاءً

ترجمہ: جب اللہ تعالےٰ نے کسی بیماری کو پیدا کیا تو ساتھ ہی اس کا علاج بھی پیدا فرما دیا۔

پس جس طرح ہر جسمانی مرض کی کوئی نہ کوئی دوا ہے، اسی طرح ہر روحانی مرض کی بھی ایک دوا ہے۔ اور یہ دوا ہے ذکر اللہ۔ جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ "اللہ کا ذکر دلوں کی شفا ہے۔" نیز لِكُلِّ شَيْءٍ صَقَالَةٌ وَصَقَالَةُ الْقُلُوبِ ذِكْرُ اللهِ۔ ترجمہ: (ہر چیز کا صیقل ہے اور دلوں کا صیقل ذکر اللہ ہے) (بیہقی)

نیز برکات ذکر کے ضمن میں ارشاد خداوندی ہے کہ: اَلَا بِذِكْرِ اللهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ۔ ترجمہ: خبردار، اللہ کے ذکر سے ہی دل اطمنان پاتے ہیں اور يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللهَ ذِكْرًا كَثِيرًا۔ ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ کا ذکر کثرت سے کیا کرو۔ اس آیت کے تحت حافظ ابن کثیرؒ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا یہ قول نقل کیا ہے:۔ إِنَّ اللهَ تَعَالَى لَمْ يَفْرِضْ فَرِيضَةً عَلَى عِبَادِهِ إِلَّا جَعَلَ لَهَا حَدًّا مَعْلُومًا وَعَذَرَ أَهْلَهَا فِي حَالِ الْعُذْرِ غَيْرَ الذِّكْرِ فَلَمْ يَجْعَلْ لَهُ حَدًّا وَلَمْ يَعْذِرْ أَحَدًا فِي تَرْكِهِ إِلَّا مَنْ مَغْلُوبًا عَلَى عَقْلِهِ وَلِذَا أَمَرَهُمْ فِي جَمِيعِ الْأَحْوَالِ اذْكُرُوا اللهَ ذِكْرًا كَثِيرًا فِي اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ فِي السَّفَرِ وَالْحَضَرِ فِي الْغِنَاءِ وَالْفَقْرِ فِي الصِّحَّتِ وَالْمَرَضِ سِرًّا وَعَلَانِيَةً۔ (تفسیر ابن کثیر)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے کوئی چیز بندوں پر ایسی فرض نہیں فرمائی جس کی کوئی حد مقرر نہ فرمائی ہو اور پھر حالت عذر میں اس کا عذر قبول نہ فرمایا ہو، سوائے "ذکر اللہ" کے کہ نہ تو اس کی کوئی حد مقرر فرمائی اور نہ کسی کو اس کے ترک میں معذور قرار دیا سوائے مجنون کے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ ہر حال میں اللہ جل شانہ کا خوب کثرت سے ذکر کرو رات میں، دن میں۔ خشکی میں، دریا میں، سفر میں، حضر میں۔ غناء میں، فقر میں۔ صحت میں، بیماری میں۔ پوشیدگی میں اور ظاہر میں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَذْکُرُ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ اَحْیَانِہٖ ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر حال میں اللہ کا ذکر کیا کرتے تھے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے آں حضرت علیہ السلام کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ مَثَلُ الَّذِیْ یَذْکُرُ رَبَّہٗ وَالَّذِیْ لَا یَذْکُرُ رَبَّہٗ مَثَلُ الْحَیِّ وَالْمَیِّتِ۔ (متفق علیہ) ترجمہ: جو شخص اللہ کا ذکر کرتا ہے اور جو نہیں کرتا، ان دونوں کی مثال زندہ اور مُردے کی ہے۔ (گویا غافل شخص اپنی متاعِ حیات ضائع کر رہا ہے) ؎

جو غفلت میں تو نے زمانہ گنوایا تو پھر یہ سمجھ زندگانی گنوائی

الحاصل "حیات روحانی کی بقاء" امراض روحانی سے شفاء، اور فلاح دارین" یادِ الٰہی سے وابستہ ہے۔ جب طالبِ اصلاح ذکر اللہ کی کثرت کرتا ہے تو حق تعالیٰ کی محبت اس کے دل میں اس قدر جاگزیں ہو جاتی ہے کہ وہ (طالبِ اصلاح) اپنی پسند اپنی مرضی اور اپنی تجویز سے بالکل دستبردار ہو کر تمام اقوال و افعال میں اللہ تعالیٰ کی پسند اور مرضی کا تابع ہو جاتا ہے۔ چونکہ فسق و فجور اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے اس لئے وہ تمام منکرات و فواحش سے بچتا ہے اور اعمال صالحہ بجا لاتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اخلاق رذیلہ کا ازالہ ہو جاتا ہے اور وہ مکارم اخلاق کا حامل بن جاتا ہے یہی تزکیۂ نفس اور تصفیۂ باطن ہے جو تصوف و سلوک کا دستور العمل ہے۔

یاد رہے کہ یہاں جو آیات و احادیث بیان ہوئی ہیں ان میں سے بعض اپنے عموم اور اطلاق کے لحاظ سے صرف ذکر قلبی (ذکر خفی) اور بعض ذکر قلبی اور ذکر لسانی دونوں کو شامل ہیں۔ روزمرہ زندگی میں بعض حالات ایسے بھی آتے ہیں جن میں ذکر لسانی شرعاً

ممنوع ہے یا بوجہ مجبوری نہیں ہوسکتا۔ مثلاً بیت الخلاء میں ذکر لسانی ممنوع ہے، اور کھانے پینے اور گفتگو وغیرہ کے دوران بوجہ مجبوری ذکر لسانی نہیں ہوسکتا۔ پس ذکر قلبی ہی ایسا ذکر ہے جس میں یاد اور دھیان ہر لحظہ رہتا ہے اس میں انقطاع نہیں آسکتا۔

ضروری وضاحت جاننا چاہیئے کہ ذکر سے مراد اصلی یہ ہے کہ غفلت جاتی رہے اور دل ماسوی اللہ سے بے نیاز ہوکر ہر وقت ذوق وشوق کے ساتھ اللہ تعالٰی کی طرف متوجہ رہے۔ ذکر کی یہ کیفیت کہ ہر وقت توجہ الی اللہ حاصل رہے "ذکر قلبی"، "ذکر خفی"، "ذکر خامل"، بارگاہ حق کی حضوری کہلاتی ہے۔

(شجرہ طیبہ صفحہ ۳)

اذکار و مُراقبات

بر طریقہ مشائخ نقشبندیہ مجددیہ

سبق اوّل۔ ذکرِ اسمِ ذات ذکر اسم ذات اس طور پر کرے کہ زبان کو تالو سے لگا کر دل کو پریشان خیالات اور ادھر اُدھر کی باتوں سے خالی کر کے اور زبانِ دل کے ساتھ کہ جس کی جگہ بائیں پستان کے نیچے دو انگلی کے فاصلے پر پہلو کی سمت میں ہے اسم مبارک اَللّٰہ کہے اور اس کے معنی کا لحاظ رکھے کہ وہ ایک ذات ہے جو تمام صفات کاملہ کے ساتھ موصوف ہے اور ہر قسم کے نقصانات سے پاک ہے، جس پر ہم ایمان لائے ہیں۔ ہر وقت اس ذکر کا خیال رکھے تاکہ دل ذکرِ الٰہی کے ساتھ جاری ہوجاوے۔

سبق دوسرا۔ لطیفہ رُوح اس کے بعد لطیفۂ روح سے جس کی جگہ دائیں پستان کے نیچے دو انگشت کے فاصلے پر ہے

اسی طرح ذکر کرے۔

سبق تیسرا۔ لطیفۂ سر پھر لطیفۂ سر سے جس کی جگہ بائیں پستان کے برابر سینے کی طرف کو دو انگشت کے فاصلے پر ہے اسی طرح ذکر کرے۔

سبق چوتھا۔ لطیفۂ خفی اس کے بعد لطیفۂ خفی سے کہ جس کی جگہ دائیں پستان کے برابر دو انگشت کے فاصلہ پر سینے کی طرف ہے اسی طرح ذکر کرے۔

سبق پانچواں۔ لطیفۂ اخفیٰ پھر لطیفۂ اخفیٰ سے جس کی جگہ وسط سینہ ہے ذکر کرے۔ حتیٰ کہ پانچوں لطیفے ذکر کے ساتھ جاری ہو جائیں۔

سبق چھٹا۔ لطیفۂ نفس پھر لطیفۂ نفس سے کہ جگہ اس کی انسان کی پیشانی کا وسط ہے ذکر کرے۔

سبق ساتواں۔ لطیفۂ قالبیہ لطیفۂ قالبیہ کا تعلق تمام بدن انسانی سے ہے، اس ذکر سے بال بال ذکرِ الٰہی کے ساتھ جاری ہو جاتا ہے، اس کو سلطان الاذکار کہتے ہیں۔ جاننا چاہیے کہ کبھی سلطان الاذکار کی جگہ دماغ کے اوپر کھوپڑی کے درمیان مقرر کرتے ہیں، اس سے بھی تمام بدن اللہ کے ذکر کے ساتھ ذاکر ہو جاتا ہے۔

(جاننا چاہیے کہ) لطیفۂ نفس اور اربعہ عناصر عالم خلق کے لطیفے ہیں اور عالمِ خلق کے ہر لطیفے کی اصل عالمِ امر کے لطیفوں میں سے کسی لطیفہ کی اصل ہے۔ چنانچہ قلب کی اصل نفس کی اصل ہے اور روح کی اصل ہوا کی اصل ہے اور سر کی اصل پانی کی

اصل ہے۔ اور خفی کی اصل آگ کی اصل ہے اور اخفیٰ کی اصل مٹی کی اصل ہے اور عالم خلق کے لطیفوں کے ہر لطیفہ کی فنا وبقا، عالم امر کے لطیفوں کے اصولوں میں سے کسی لطیفہ پر مبنی ہے جیسا کہ لطیفۂ نفس کی فنا و بقاء مبنی ہے صفات افعالیہ کی تجلی پر جو کہ لطیفۂ قلب کی اصل ہے۔ اور عنصر ہوا کی فنا و بقا مبنی ہے صفات ثبوتیہ کی تجلی پر جو کہ لطیفۂ روح کی اصل ہے۔ اور عنصر پانی کی فنا و بقاء مبنی ہے شئونات ذاتیہ کی تجلی پر جو کہ لطیفۂ سر کی اصل ہے۔ اور عنصر آگ کی فنا و بقاء مبنی ہے صفات سلبیہ کی تجلی پر جو کہ لطیفۂ خفی کی اصل ہے۔ اور مٹی کی فنا و بقاء مبنی ہے شان جامع کی تجلی پر جو کہ لطیفۂ اخفیٰ کی اصل ہے۔

سبق آٹھواں۔ طریق ذکر نفی و اثبات

یہ ہے کہ پہلے سانس کو ناف کے نیچے بند کر دے اور محض اپنے خیال سے کلمۂ لَا کو دماغ تک پہنچائے اور کلمہ اِلٰہ کو دائیں کندھے پر نیچے کو لائے اور لفظ اِلَّا اللہ کی دل پر ضرب اس طرح لگائے کہ اس کا اثر دوسرے لطائف پر بھی پڑے۔ اور لفظ محمد رسول اللہ کو سانس چھوڑتے وقت خیال سے کہے اس ذکر کے اندر شرط یہ ہے کہ اس کے معنی کا لحاظ رکھے کہ سوائے اللہ تعالےٰ کی ذات پاک کے کوئی مقصود اور معبود نہیں ہے۔ اور نفی لَا کے وقت اپنی ہستی اور تمام موجودات کی ہستی کی نفی کرے۔ اور اثبات یعنی اِلَّا اللہ کے وقت اللہ تعالےٰ کی ذات پاک کے اثبات کو خیال میں رکھے۔ نیز ہر ذکر میں شرط یہ ہے کہ نہایت عاجزی کے ساتھ چند بار بزبان خیال عرض کرے کہ" الٰہی! میرا مقصود تو ہی ہے اور تیری رضا۔ مجھے اپنی محبت و معرفت عطا فرما۔" اور اپنی توجہ دل کی طرف اور دل کی توجہ ذات باری تعالےٰ کی طرف رکھنی ضروری ہے کیونکہ ان دو چیزوں کے بغیر حصول نسبت

مشکل ہے۔ اس توجہ کو وقوف قلبی کہتے ہیں۔ نیز چاہیئے کہ دل کو پریشان خیالات سے محفوظ رکھے تاکہ خیالات غلبہ نہ پا جاویں۔ اسے نگہداشت کہتے ہیں۔ فوائد حبس نفس اس سے قلب میں حرارت، ذوق، رقت، نفی خطرات اور ترقی محبت اللہ تعالےٰ کی پیدا ہوتی ہے، ممکن ہے موجب حصول کشف بن جاوے۔ ذکر نفی و اثبات میں عدد طاق کا لحاظ رکھنا لازم ہے اس لئے اس کا نام وقوف عددی ہے۔ اور یہ طریقہ حضرت خضر علیہ السلام سے منقول ہے کہ انھوں نے حضرت خواجہ عبد الخالق غجدوانی علیہ الرحمۃ کو تعلیم فرمایا تھا۔ اگر ایک سانس میں اکیس بار تک پہنچانے کے بعد بھی فائدہ معلوم نہ ہو تو عمل رائیگاں سمجھ کر از سر نو شروع کرے اور اس کے شرائط کا اچھی طرح لحاظ رکھے۔ واللہ اعلم و علمہ اتم۔

سبق نواں۔ تہلیل لسانی یعنی زبان سے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کہنے کا بھی یہی معمول ہے لیکن اسمیں سانس کو بند نہیں کیا جاتا۔ ادنیٰ مقدار اس کی بارہ تسبیح اور اعلیٰ درجہ پانچ ہزار ہے۔ اگر سالک اس سے بھی بڑھ جائے تو فائدہ اٹھائے گا۔

سبق دسواں۔ مراقبہ احدیت فیض آتا ہے اس ذات سے جو تمام صفات کمال کی جامع ہے اور ہر نقصان و زوال سے پاک ہے فیض کے وارد ہونے کی جگہ میر الطیفۂ قلب ہے۔ مراقبات مشارب

سبق گیارہواں۔ پہلا مراقبہ اپنے لطیفۂ قلب کو لطیفۂ قلب مبارک آں سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقابل سمجھ کر خیال کی زبان سے التجا کرے کہ الٰہی! تجلیات افعالیہ کا فیض جس کو تو نے آں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لطیفۂ قلب سے حضرت آدم علیہ السلام کے لطیفۂ قلب میں القا کیا

کیا ہے پیرانِ عظام کے وسیلے سے میرے لطیفۂ قلب میں القا فرما۔

سبق بارہواں۔ مراقبہ دوم اپنے لطیفۂ روح کو آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لطیفۂ روح کے مقابل تصور کر کے خیال کی زبان سے التجا کرے کہ الٰہی تجلیات صفات ثبوتیہ کا فیض جس کو تو نے آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لطیفۂ روح مبارک سے حضرت نوح و حضرت ابراہیم علیہما السلام کے لطیفۂ روح میں القا کیا ہے پیران کبار کے طفیل سے میرے لطیفۂ روح میں القا کر۔

سبق تیرہواں۔ مراقبہ تیسرا اپنے لطیفۂ سر کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لطیفۂ سر کے مقابل جان کر زبانِ خیال سے عرض کرے کہ الٰہی شئون ذاتیہ کی تجلیات کا فیض جو تو نے حضرت سید المرسلین کے لطیفۂ سر سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لطیفۂ سر میں القا فرمایا ہے پیرانِ عظام کے وسیلہ سے میرے لطیفۂ سر میں القا فرما۔

سبق چودہواں۔ مراقبہ چوتھا اپنے لطیفۂ خفی کو مقابل لطیفۂ خفی آں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رکھ کر زبان خیال سے عرض کرے کہ الٰہی، صفات سلبیہ کی تجلیات کا فیض تو نے آن سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لطیفۂ خفی سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لطیفۂ خفی میں القا فرمایا ہے پیران کبار کے طفیل میرے لطیفۂ خفی میں القا فرما۔

سبق پندرہواں۔ مراقبہ پانچواں اپنے لطیفۂ اخفیٰ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لطیفۂ اخفیٰ کے مقابل تصور کر کے خیال کی زبان سے التجا کرے کہ الٰہی تجلیات شان جامع کا فیض جو آپ نے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لطیفۂ اخفیٰ مبارک میں القاء کیا ہے۔ پیران کبار کے طفیل سے میرے لطیفۂ اخفیٰ میں القاء فرمائیے۔

تنبیہ: جاننا چاہیئے کہ مراقبہ میں ہر اس لطیفہ کو جو مورد فیض ہے ملحوظ رکھ کر سلسلہ کے مشائخ کرام کے اسی لطیفہ کو حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم تک ان شیشوں کی مانند جو آپس میں ایک دوسرے کے مقابل ہوں فرض کرکے اس فیض مخصوص کو اس خاص لطیفہ میں بطریق عکس گمان کرے تاکہ بمقتضائے اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ (کہ میں اپنے بندے کے گمان کے نزدیک ہوں) مقصد پورا ہو وَمَا ذَالِكَ عَلَی اللّٰهِ بِعَزِیْز (یہ بات اللہ تعالیٰ پر کوئی مشکل کام نہیں ہے)

سبق سولھواں۔ مراقبۂ معیت، ولایت صغریٰ

آیت کریمہ وَهُوَ مَعَكُمْ اَیْنَمَا كُنْتُمْ (کہ وہ تمھارے ساتھ ہے جہاں کہیں بھی تم ہو) کے مضمون کا لحاظ رکھ کر یکے دل سے جانے کہ "فیض آتا ہے اس ذات سے جو میرے ساتھ ونیز کائنات کے ذرات میں سے ہر ذرہ کے ساتھ اسی شان سے جو اس کی مراد ہے موجود ہے۔ فیض کا منشاء ولایت صغریٰ کا دائرہ ہے جو اولیائے عظام کی ولایت ہے اور اسماء وصفات مقدسہ کا ظل مورد فیض میرا لطیفۂ قلب ہے۔

ولایت کبریٰ: یہ تین دائروں اور ایک قوس پر مشتمل ہے۔

سبق سترہواں۔ نیت دائرہ اولیٰ

آیت کریمہ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْد (کہ ہم تمھاری رگِ جان سے بھی نزدیک تر ہیں) کے مضمون کو ملحوظ رکھ کر خیال کرے کہ "فیض آتا ہے اس ذات سے جو نزدیک تر ہے مجھ سے میری رگِ جاں سے اسی شان سے

جو مراد ہے اللہ تعالیٰ کی ذات کی، مورد فیض میرا لطیفۂ نفس اور میرے عالم امر کے پانچوں لطیفے ہیں. فیض کا منشار دائرہ اولیٰ ولایت کبریٰ ہے جو ولایت انبیاء علیہم السلام ہے اور ولایت صغریٰ کے دائرے کی اصل ہے۔"

سبق اٹھارہواں۔ دوسرے دائرۂ ولایت کبریٰ کی نیت

آیت کریمہ یُحِبُّھُمْ

وَیُحِبُّوْنَہٗ (کہ اللہ تعالیٰ ان سے محبت رکھتا ہے اور مومن اس سے محبت رکھتے ہیں) کے مضمون کو ملحوظ رکھ کر دل میں خیال کرے کہ "فیض آتا ہے اس ذات سے کہ جو مجھ کو دوست رکھتی ہے اور میں اس کو دوست رکھتا ہوں، فیض کا منشار ولایت کبریٰ کا دائرۂ ثانیہ ہے۔ جو انبیاء عظام کی ولایت ہے اور دائرۂ اولیٰ کے لئے اصل ہے۔ مورد فیض میرا لطیفۂ نفس ہے۔"

سبق انیسواں۔ ولایت کبریٰ کے تیسرے دائرے کی نیت

آیت کریمہ یُحِبُّھُمْ

وَیُحِبُّوْنَہٗ کو ملحوظ رکھ کر خیال کرے کہ "فیض آتا ہے اس ذات سے جو مجھ کو دوست رکھتی ہے اور میں اس کو دوست رکھتا ہوں۔ منشار فیض کا ولایت کبریٰ کا تیسرا دائرہ ہے جو انبیاء علیہم السلام کی ولایت ہے اور دائرۂ ثانیہ کے لئے اصل ہے۔ مورد فیض میرا لطیفۂ نفس ہے۔"

سبق بیسواں۔ نیت قوس

مضمون یُحِبُّھُمْ وَیُحِبُّوْنَہٗ کو ملحوظ رکھ کر خیال کرے کہ "فیض آتا ہے اس ذات سے جو مجھے دوست رکھتی ہے اور میں اس کو دوست رکھتا ہوں۔ فیض کا منشار ولایتِ کبریٰ کا قوس ہے جو کہ تیسرے دائرے کیلئے اصل ہے۔ مورد فیض

میرا لطیفۂ نفس ہے۔

سبق اکیسواں۔ مراقبہ اسم الظاہر | فیض آتا ہے اس ذات سے جو موسوم باسم الظاہر ہے مورد فیض

میرا لطیفۂ نفس اور عالم امر کے پانچوں لطیفے ہیں۔

سبق بائیسواں۔ مراقبہ اسم الباطن | فیض آتا ہے اس ذات سے جو "اسم الباطن" کے نام سے

موسوم ہے منشا فیض کا ولایت علیا رکا دائرہ ہے جو ملائکہ اعلیٰ کی ولایت ہے

مورد فیض میرے تینوں عناصر ہیں سوائے عنصر خاک کے۔

سبق تیئیسواں۔ کمالات نبوت | فیض آتا ہے اس ذات خاص سے جو کمالات نبوت کا منشاء ہے۔

مورد فیض میرا لطیفۂ عنصر خاک ہے۔

سبق چوبیسواں۔ کمالات رسالت | فیض آتا ہے اس ذات خاص سے جو کمالات رسالت کا منشائ ہے

مورد فیض میری ہیئت وحدانی ہے۔

سبق پچیسواں۔ کمالات اولوالعزم | اس ذات خاص سے فیض آتا ہے جو کمالات اولوالعزم کا منشائ ہے

مورد فیض میری ہیئت وحدانی ہے۔

سبق چھبیسواں حقیقت کعبہ ربانی | اس ذات واجب الوجود سے فیض آرہا ہے جس کے لئے تمام

ممکنات سجدہ کرتی ہیں اور حقیقت کعبہ ربانی کا منشاء ہے۔ فیض کے وارد ہونے

کی جگہ میری شکل وحدانی ہے۔

سبق ستائیسواں۔ حقیقت قرآن مجید فیض آتا ہے اس ذات بے مثل کمال وسعت والی سے جو منشاء حقیقت قرآن مجید ہے۔ فیض کے آنے کی جگہ میری ہیئت وحدانی ہے۔

سبق اٹھائیسواں۔ حقیقت صلوٰۃ فیض آتا ہے اس ذات بے مثل کمالات وسعت والی سے جو حقیقت صلوٰۃ کا منشاء ہے۔ فیض کے آنے کی جگہ میری شکل وحدانی ہے۔

سبق انتیسواں۔ معبودیت صرف فیض آتا ہے اس ذات سے جو معبودیت صرف کا منشاء ہے۔ مورد فیض میری ہیئت وحدانی ہے۔

سبق تیسواں۔ حقیقت ابراہیمی فیض آتا ہے اس ذات سے جو حقیقت ابراہیمی کا منشاء ہے۔ مورد فیض میری شکل وحدانی ہے۔

سبق اکتیسواں۔ حقیقت موسوی فیض آتا ہے اس ذات سے جو حقیقت موسوی کا منشاء ہے۔ مورد فیض میری شکل وحدانی ہے

سبق بتیسواں۔ حقیقت محمدی فیض آتا ہے اس ذات سے جو حقیقت محمدی کا منشاء ہے مورد فیض میری ہیئت وحدانی ہے۔

سبق تینتیسواں ۔ حقیقت احمدی

فیض آتا ہے اس ذات سے جو حقیقت احمدی کا منشا ہے ۔ مورد فیض میری ہیئت وحدانی ہے ۔

سبق چونتیسواں ۔ حبِ صرف

فیض آتا ہے اس ذات سے جو حُبِ صرف کا منشا ہے ۔ مورد فیض میری شکل وحدانی ہے ۔

سبق پینتیسواں ۔ دائرہ لاتعین

فیض آتا ہے اس ذات خاص سے جو دائرہ لاتعین کا منشا ہے ۔ مورد فیض میری شکل وحدانی ہے ۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی نَعْمَائِهٖ وَاٰلَائِهِ الْکَامِلَةِ حَمْدًا کَثِیْرًا طَیِّبًا وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی نَبِیِّهٖ وَاٰلِهٖ وَعِتْرَتِهٖ وَاَتْبَاعِهٖ اَجْمَعِیْنَ ط اٰمِیْنَ ط

بے شمار تعریفیں اللہ کے لئے ہیں اسکی کامل و مکمل نعمتوں پر اور درود نازل ہو حضور علیہ السلام پر اور آپ کی آل اور اولاد اور سب تابعداروں پر ۔

آمین !

ف : ظاہر ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی جنکو خود اتباع سنت کا غایت درجہ اہتمام تھا اور بدعت سے انتہائی نفرت انکی طرف ان وظائف مراقبات کی نسبت ہے تو اس کے بدعت ہونے کا کیا سوال ۔ اس لئے ان پر عمل پیرا ہونا چاہیے ورنہ کم از کم انکی تصدیق کرنی ہی چاہیئے ۔ یہ طریقہ احوط ہے ۔

(محبوب احمد)

کلمات نقشبندیہ، جن پر اس طریقہ کی بنیاد ہے

یہ کل کلمات گیارہ ہیں ۔ جن میں اول آٹھ خواجہ عبدالخالق ؒ سے اور تین اخیر کے خواجہ بہاء الدین نقشبند ؒ سے منقول ہیں۔ وہو ھذا:۔

(۱) **ہوش در دم**: یعنی ہوشیار رہنا سالک کا ہر نفس میں کہ بیدار رہے یا غافل۔

(۲) **نظر بر قدم**: یعنی سالک کو چاہیئے کہ راہ چلنے میں نظر کو اپنے قدمگاہ سے تجاوز نہ کرے اور وقت نشست نظر کو روبرو رکھے۔ راست (داہیں) و چپ (باہیں) نہ دیکھے کہ موجب فساد عظیم و مانع حصول مقصود ہے۔

(۳) **سفر در وطن**: یعنی سالک کا صفات بشریہ خبیثہ سے صفات ملکیہ کی جانب انتقال کرنا۔

(۴) **خلوت در انجمن**: اس سے مراد یہ ہے کہ سالک تمام اوقات خلوت و جلوت میں، نیز کھانے پینے، چلنے پھرنے، بات چیت کرنے میں اپنا قلب اللہ تعالیٰ سے مشغول رکھے۔

(۵) **یاد کرد**: اس سے مراد اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے کہ ہر وقت اس میں مشغول رہے۔

(۶) **باز گشت**: اس سے مراد یہ ہے کہ چند بار ذکر کے بکمال تضرع یہ دعا کرے کہ الٰہی مقصود میرا تو ہے اور رضا تیری۔ اپنی محبت و معرفت مجھ کو عطا فرما۔

(۷) **نگہداشت**: اس سے مراد خطرات اور حدیث نفس کا قلب سے دور کرنا ہے۔

(۸) **یاد داشت**: اس سے مراد یہ ہے کہ توجہ سالک حق سبحانہ کی ذات بیچون و بیچگوں کی طرف بغیر الفاظ و خیال کے ہو۔

(۹) **وقوف زمانی و ہوش در دم**: ایک ہی چیز ہے۔

(۱۰) **وقوف عددی:** اس سے مراد ذکر میں سانس چھوڑتے وقت عدد طاق کا لحاظ رکھنا ہے۔

(۱۱) **وقوف قلبی:** سے مراد توجہ سالک بجانب قلب ہے کہ زیر پستان چپ واقع ہے۔

ف: سبحان اللہ، یہ کلمات طیبات جن پر طریقۂ نقشبندیہ کی بنا رہے کیا ہی خوب ہیں۔ پس ان پر عمل کرنا کیوں نہ خیرات و برکات کا موجب اور وصال حق کا مثمر ہوگا۔ (اقوال سلفؒ حصہ دوم صـ ۲۱۴)

مقام کے مناسب مزید بصیرت کیلئے "معیار السلوک" مؤلفہ حضرت شاہ محمد ہدایت علی نقشبندی مجددی جیپوری المتوفی ۱۳۰۸ھ سے "طریقہ نقشبندیہ مجددیہ" کی مکمل فصل نقل کرتا ہوں:

طریقۂ نقشبندیہ مجددیہ

طریقہ نقشبندیہ میں بہت بڑے رکن حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ لفظ نقشبندیہ کے ساتھ مجددیہ کا لفظ آپ ہی کی ذات شریف کی وجہ سے بولا جاتا ہے، ان حضرات کے حالات عجیب وغریب ہیں۔ مقامات عالیہ قرب حق کے جو آپ نے فرمائے ہیں انکی فہمید اور ادراک میں بڑے بڑے عرفا حیران ہیں۔ آپکے اوصاف حمیدہ اور اخلاق پسندیدہ انشاء اللہ آئندہ اسی کتاب میں مختصراً لکھوں گا، اس جگہ لفظ "مجدّد" کی وجہ اور ضروری باتیں جو آپ کی معرفت سے طلبہ واقف ہوئے ہیں لکھتا ہوں۔ آپ نے علم سلوک میں خوب تشریح کی ہے اور راہِ طریقت کو مثل آئینہ کر کے دکھایا ہے اور رہروانِ حق کو اپنی مشعل علم اور معرفت سے صاف اور سیدھا

راستہ بتایا ہے اور اغلاط اور مشتبہات راستوں سے بچایا ہے۔ آپ کے زمانہ سے پیشتر جو اولیاء اللہ گذرے ہیں، ان سے وہ کلمات اور مقامات ثابت نہیں جو آپ نے جدید فرمائے ہیں۔ اسی واسطے آپ کو مجدّد کہتے ہیں۔ صوفیہ سابقین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین نے صرف لطائف قلب و روح کی خبر دی۔ اور بعض نے لطیفہ سر کی بھی، لیکن آپ نے قلب، روح، سر، خفی، اخفیٰ، یہ پانچ لطیفے سینۂ انسان میں قرار دیئے ہیں اور جگہ اور رنگ انوار ان کے مقرر کیے ہیں۔ اس کی تشریح کے واسطے ایک مکتوب خواجہ عبد الاحدؒ کا کافی ہے جو حضرت مجدد صاحبؒ کے پوتے ہیں۔ اور یہ مکتوب شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ" میں درج فرمایا ہے۔ وہ مکتوب یہ ہے:۔

"الحمد للہ علیٰ کل حال ہمشیرہ عزیزہ خدا پرست نے لطیفۂ انسانی پوچھے تھے، سو معلوم کریں۔ پانچ لطیفے انسانی کہ قلبؐ، روحؐ، سرؐ، خفیؐ، اخفیٰؐ ہیں، یہ عالم امر سے ہیں، ان کا مکان فوق العرش ہے جسے لامکان کہتے ہیں اور عالم ارواح بھی اسے کہتے ہیں۔ حق جل و علا نے کمال قدرت سے اپنے ان لطائف کو بدن انسان سے تعشق اور تعلق دے کر وہاں سے نیچے اتار کر ہر ایک کو ایک خاص جگہ میں انسان کے بدن میں جو اس کے مناسب تھا، جاری ہے، قلب کو سینۂ کے بائیں طرف پستان میں جادی ہے۔ روح کو جو قلب سے زیادہ لطیف ہے، اس کے مقابل دائیں جانب، اخفیٰ کہ لطیف اور احسن لطائف ہے درمیان حقیقی سینہ کے، سر کو درمیان قلب اور اخفیٰ کے، خفی کو درمیان روح اور اخفیٰ کے۔ اور ولایت اس میں سے ہر ایک لطیفہ کی زیر قدم ایک اولوالعزم پیغمبر کے ہے۔ چنانچہ قلب کی ولایت حضرت آدم علیٰ نبینا و علیہ السلام کے زیر قدم ہے۔ اور روح کی ولایت حضرت ابراہیم

علی نبینا وعلیہ السلام کے زیر قدم ہے۔ اور سر کی ولایت حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام کے زیر قدم ہے۔ اور اخفیٰ کی ولایت حضرت خاتم الانبیاء علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کے زیر قدم ہے۔

جاننا چاہئے کہ اولیاء کے قدموں کا تفاوت انہی لطیفوں کی راہ سے ہے، تو جو زیر قدم حضرت آدم علیہ السلام کے ہے اس کی ولایت قلب ہے، تو وہ صاحب استعداد ولایت کے ایک درجہ کا ہے، پانچ درجوں میں سے۔ اور جو حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ السلام کے زیر قدم ہے، اس کی ولایت ولایت روحی ہے اور اس کو دو درجوں کی ولایت کی استعداد ہے، پانچ درجوں میں سے۔ اور جو زیر قدم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہے اس کی ولایت ولایت سر ہے، اور وہ ولایت کے تین درجوں کی استعداد رکھتا ہے درجات خامسہ سے۔ اور جو زیر قدم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہے اس کی ولایت ولایت خفی ہے اور وہ چار درجہ ولایت کی استعداد رکھتا ہے ان درجوں میں سے۔ اور جو حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر قدم ہے اس کی ولایت ولایت اخفیٰ ہے اعظم واعلیٰ اور احسن ہے، سب درجوں کی، اور اس ولایت کے صاحب کو قابلیت پانچوں درجوں کی ولایت کی ہے۔

اور جاننا چاہئے کہ انبیاء علیہ السلام کے قدموں کا تفاوت ان کے آپس میں اس راہ سے نہیں ہے، بلکہ نبوت کی راہ سے ہے۔ پس جو ان بزرگواروں میں سے اس راہ میں پیشقدم ہوگا وہی دوسروں سے افضل ہوگا۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مقام نبوت میں پیشقدم ہیں، اس لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے افضل ہیں اگرچہ مقام ولایت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام سے غالب ہیں جیسا کہ اوپر لکھا گیا۔

دوسرے یہ امر جاننا چاہیئے کہ اگر مرشد و مربی طالب کا صادق المشرب ہوگا تو اس سے ہو سکتا ہے کہ جس راستہ آپ نے منازل قطع کی ہیں اسی راہ طالب کو بھی چلائے۔ اور ولایت محمدی کے کمالات کو پہنچائے۔ اور وہ مرید اگرچہ خود اپنی استعداد کمتر رکھتا ہو یہاں سخن بہت طول عرض رکھتا ہے کہ حد سے زیادہ ہے، معذور رکھیں، اور پھر کسی وقت پر موقوف فرمائیں۔ اور انوار و لطائف کے رنگ پوچھے تھے، سو معلوم کریں کہ ہر شخص نے اپنے کشف اور نظر کے موافق کچھ کہا اور لکھا ہے، اور اس کے اوپر بنائے تعبیر وقائع اور تفسیر معاملات کی رکھی ہے۔ مگر میں نے اب جو حضرت عالی درجت سے سمجھا ہے لکھتا ہوں۔

جاننا چاہیئے کہ قلب کا نور زرد ہے اور روح کا نور سرخ ہے اور سر کا نور سفید ہے اور خفی کا نور سیاہ ہے اور اخفیٰ کا نور سبز ہے۔ اور حقیقت و ماہیت نفس کی جو دریافت کی تھی، آپ کو معلوم ہو کہ نفس خبیثہ ہے عالم خلق سے اور اس کا محل دماغ ہے، بالذات شرارت و خباثت سے متصف ہے۔ اور اپنے تئیں لطائف کی طرح لطیفۂ نفیسہ ظاہر کیا ہے اور ریاست و دانائی کا دعویٰ کر کے تمام اجزاء و لطائف پر تصرفات فاسد کر کے شیطان علیہ اللعن کے بہکانے سے تمام لطائف و اجزاء کو اپنے لطائف ذمیمہ سے متصف کر دیا ہے اور درگاہ پاک خداوندگی کی طرف متوجہ ہونے سے محروم رکھ کر نقصان ابدی کو پہنچایا ہے۔ عنایت ازلی نے جس کی دستگیری رہنمائی کی، اس نے اس کی شرارت و خباثت پر اطلاع پائی اور اس کے فریبوں اور مفسدوں سے منہ پھیر کر متوجہ اس درگاہ پاک کا ہوا اور سعادت ابدی کو پہنچا۔ اور جب نفس پاک و مطہر ہو جاتا ہے اور اپنے سب وصف رذائل بالکل چھوڑ دیتا ہے البتہ اللہ سبحانہ کے کرم سے بڑے مرتبہ سے ولایت کے اور قرب اور مشاہدہ اور مقام رضا سے مشرف ہوتا ہے اور سب لطائف انسانی سے بالادست ہو جاتا ہے۔ اور اس کی سیر سب سے

بلند ہوتی ہے۔ اس کو حصولِ کمال کے بعد تختِ صدر پر بٹھاتے ہیں اور ریاست وکیاست سب لطائف کی اس کو ملتی ہے۔ عجب بھید ہے کہ جو خبیث سب سے زیادہ ہے بعد پاک اور منور ہونے کے اشرف سب سے ہو جاتا ہے۔ اُولٰٓئِکَ یُبَدِّلُ اللّٰہُ سَیِّاٰتِھِمْ حَسَنَات فرمایا ہے علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خِیَارُکُمْ فِی الْجَاھِلِیَّۃِ خِیَارُکُمْ فِی الْاِسْلَامِ اِذَا فَقِھُوْا وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی

اطلاع : پانچ لطائف عالم امر کے ہیں: قلب، روح، سر، خفی اخفیٰ۔ عالم امر اس کو کہتے ہیں کہ لفظ کُنْ کے فرماتے ہی اپنی جگہ پر قائم ہو گئے۔ اور پانچ ہی لطیفے آپ نے عالم خلق کے فرمائے ہیں۔ آب، خاک، ہوا، آتش، ان سب کا لب لباب لطیفہ نفس ہے۔ لطیفہ نفس کا مقام پیشانی قرار دی ہے۔ اور نور اس کا سفید قدرے نیلگوں فرمایا ہے۔ اور لطائف عالمِ خلق اس کو کہتے ہیں جو بتدریج پیدا ہوئے ہیں۔ چنانچہ طلبہ حق نے جیسا شیخ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ویسا ہی دیکھا ہے۔ اور سلوک میں پیش آیا ہے، سرمو فرق نہ پایا۔ علاوہ اس کے مقامات ولایت ہیں اکثر صوفیہ سے مقام نہایت جس کی اصطلاح صوفیہ میں وحدت الوجود کہتے ہیں ثابت ہوا ہے۔ حضرت امام ربانی رحؒ نے اس مقام کے حال کی تصدیق فرما کر علاوہ اس کے بہت سے مقامات ترقی کے فرمائے ہیں کہ جو صوفیۂ سابقین سے کہیں ثابت نہیں، یہ خاص معرفت حضرت کی ہے۔

اور آپ فرماتے کہ ایک مقام سے دوسرے مقام میں اس قدر فرق ہے جیسے دریا اور قطرہ میں، قطرہ اور دریا کا مضمون یوں سمجھ میں آجائے گا کہ صحابہ رضؓ کے آدھ سیر جَو بہتر ہیں ہر ایک اُمتی کے خواہ ولی ہو یا عامی، پہاڑ اُحد کے برابر چاندی سونا راہ خدا میں خرچ کرنے سے۔ اسی طرح تمام ولیوں کے ولایت کی قوت ایک صحابیؓ

کی ولایت کے برابر نہیں ہو سکتی۔ اور جس طرح تمام اُمت کے ایمان سے ایک حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا ایمان بھاری ہے۔ یہی ثبوت فَضَّلْنَا بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ارشاد ربّ العباد ہے۔ اور بفضل خدا ہزاروں علماء و صلحاء اور لاکھوں طلبہ نے ان مقامات کو طے کیا ہے اور سرِ مو فرق ارشاد حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ میں نہ پایا۔ چنانچہ حضرت مرزا مظہر جانجاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: اب طریق حضرت شیخ رضی اللہ عنہ میں کچھ شبہہ نہ رہا۔ کیونکہ ہزاروں صلحاء ان مقامات پر پہنچے اور تصدیق کی۔ (معیار السلوک صہ۵۵)

اب ہم "کلید معارف" مولفہ حضرت مولانا محمد عارف صاحب صدیقی ہرسنگ پوری رح خلیفہ حضرت مولانا محمد علی مونگیری نقشبندی مجددی قدس سرہ سے "لطائف عشرہ" کے متعلق مضمون درج کر رہے ہیں:۔ (لطائف عشرہ)

" جاننا چاہیئے کہ اللہ تعالےٰ نے انسان کو پانچ حواس ظاہری اور پانچ حواس باطنی سے مشرف فرمایا ہے

پانچ حواس ظاہری یہ ہیں: قوتؔ سامعہ (سننے کی قوت) قوتؔ باصرہ (دیکھنے کی قوت) قوتؔ شامہ (سونگھنے کی قوت) قوتؔ ذائقہ (چکھنے کی قوت) قوتؔ لامسہ (چھونے کی قوت)۔ اور پانچ حواس باطنی یہ ہیں: حسؔ مشترکہ۔ قوتؔ متخیلہ۔ قوتؔ واہمہ قوتؔ متصرفہ۔ قوتؔ حافظہ۔

اور یہ حواس خمسہ باطنی عقل کے خدام ہیں۔ اور عقل روح کی وزیر ہے۔ اور روح مواد انسانیہ کی حاکمہ۔ اور مواد انسانیہ چار ہیں: آبؔ (پانی) بادؔ (ہوا) آتشؔ (آگ) خاکؔ (مٹی) جن کو اربع عناصر کہتے ہیں۔ نفسؔ مل کر پانچ عالم خلق کے ہوئے اور پانچ عالم امر کے ہیں: قلبؔ، روحؔ، سرؔ، خفیؔ۔ اخفیٰؔ (۵)

جس طرح حواس ظاہری و باطنی مل کر دس ہوئے۔ اسی طرح اربعہ عناصر اور نفس۔ قلب۔ روح۔ سر۔ خفی۔ اخفی۔ عالم خلق و عالم امر کے لطائف مل کر دس ہوئے۔

عالم خلق بتدریج آہستہ آہستہ اپنے اپنے وقت معینہ پر پیدا ہوئے جو حواس سے دریافت ہوتے ہیں۔ اور عالم امر اللہ تعالےٰ کے حکم "کُن" سے فی الفور پیدا ہو گیا جو حواس سے دریافت نہیں ہوتے۔ لطائف عالم خلق کی اصل لطائف عالم امر ہیں نفس کی اصل قلب۔ باد کی اصل روح۔ آب کی اصل سر۔ آتش کی اصل خفی۔ خاک کی اصل اخفیٰ ہے۔ عالم امر لطیف محض اور نورانی، اور عالم خلق کثیف اور ظلماتی ہے خدا تعالےٰ انسان کو اشرف المخلوقات اور مظہر اتم اس طرح بنایا ہے کہ دس چیزیں مختلف جو ان دونوں عالموں کی ہیں، ان سب کا خلاصہ اس میں رکھ دیا۔ ان سب کو صوفیاء کی اصطلاح میں "لطائف عشرہ" کہتے ہیں۔ خدائے تعالیٰ کی یہ عجیب و غریب قدرت ہے کہ اس نے عالم امر کے لطیف اور نورانی چیزوں کو انسان کے ظلماتی قالب میں رکھ کر انھیں جسمانی لذتوں کا ایسا فریفتہ کیا کہ وہ اپنی تجرد اور قرب الٰہی کے لطف کو بالکل بھول گئیں اور اپنے اصل کی طرف مطلقاً انھیں توجہ نہ رہی۔ اب تلقین ذکر و فکر اور توجہ مرشد سے مقصد یہی ہے کہ لطائف غفلت سے بیدار ہو کر اپنی حقیقت کو پہچانیں اور اپنی اصل کی طرف متوجہ ہوں۔ اور ترقی کرتے کرتے مطلوب حقیقی سے واصل ہوں۔" (کلید معارف ص ۳۶)

اس کے علاوہ "کلید معارف" اور "معیار السلوک" میں اذکار و اشغال و مراقبات کے مضامین درج ہیں۔ نیز "القول الجمیل" میں حضرات نقشبندیہ کے وظائف و اشغال درج فرمائے ہیں سالکین راہ اصل کہ ادن کی طرف رجوع فرما کر مستفیض ہوں۔ وباللہ التوفیق۔

اذکار و اشغال کا بیان

از "کلید معارف"

سیر لطائف سے مقصود وصول الی اللہ اور دوام حضور ہے۔ حضرات مشائخ کرام نے اس نعمت عظمیٰ کے حصول کیلئے دو طریقے رکھے ہیں۔ اول ذکر، دوم فکر۔ ذکر سے مقصود اس ذات پاک کی یاد ہے، بذریعہ تسبیح ہو یا تہلیل یا تلاوتِ قرآن مجید کے یا اور طریقہ سے، مگر مناسب وقت اور موافق استعداد اہل زمانہ کے دلجمعی حاصل کرنے اور قلوب کو ماسوا اللہ سے پاک کرنے کیلئے حضرات نقشبند نے ابتدا میں دو طریقے ذکر کے رکھے ہیں۔ اول اسم ذات دوسرے نفی اثبات۔

اسم ذات کے ذکر کا طریقہ یہ ہے کہ دو زانو یا چار زانو بیٹھ کر پچیس بار اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ یَارَبِّ اغْفِرْلِیْ وَتُبْ عَلَیَّ اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ۔ معنی کا خیال کر کے پڑھے۔ پھر لطیفہ قلب کی طرف متوجہ ہو، اور خیال کرے کہ دل سے اَللّٰہ اَللّٰہ نکلتا ہے اور اس ذات پاک کا دھیان رکھے جس کا نام مبارک ہے، جس پر ہم ایمان لائے ہیں۔ اور اس خیال کے وقت زبان کو یا کسی عضو کو حرکت نہ دے۔ اگر دل میں یا کسی عضو میں حرکت محسوس ہو تو اس کی طرف ہرگز توجہ نہ کرے، بلکہ اُسی خیال میں مشغول رہے۔ اس طریقے سے تو صبح و شام ذکر کرے مگر اس خیال سے کسی وقت غافل نہ ہو۔ اُٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے یہاں تک کہ حالت بول و براز میں بھی یہی خیال رکھے۔

اس سے مقصود یہ نہیں ہے کہ تمام ضروری کام چھوڑ دے اور ہر وقت اسی خیال میں رہے، بلکہ مقصود یہ ہے کہ اس خیال کی مواظبت میں کوشش کرے، پھر غلبۂ حال یا تو سب کام چھڑا دے گا یا یکبارگی ایسی عنایت ایزدی ہوگی کہ کوئی کام اس خیال کو

مانع نہ ہوگا، اور خلوت در انجمن کا مدعا حاصل ہوگا۔ جب قلب ذاکر ہو جائے تو اسی طرح لطیفۂ روح کی طرف متوجہ ہو اور دھیان کرے کہ روح سے اَللّٰہ اَللّٰہ نکلتا ہے یعنی روح سے اس ذات پاک کا نام لیتا ہوں جس پر ایمان لایا ہوں اور اس ذات پاک کے خیال میں محو ہو جائے۔

جب یہ لطیفہ بھی جاری ہو جائے یعنی بے تکلف اور بغیر خیال کے اس سے بھی ذکر جاری رہے اور جب اس کی طرف دھیان کرے تو اسے ذاکر پاوے تو لطیفۂ سر کی طرف متوجہ ہو اور اسی طرح ذکر کرے، پھر لطیفۂ خفی سے، اس کے بعد لطیفۂ اخفیٰ سے، پھر لطیفۂ نفس سے بطور مذکور ذکر کرے۔ ایک لطیفہ کے ذاکر ہو جانے کے بعد جب دوسرے لطیفہ سے ذکر میں مشغول ہو تو پہلے لطیفہ سے غافل نہ ہو۔ جب لطائف اربع عناصر پر نوبت پہنچے تو خیال کرے کہ تمام اعضاء بلکہ ہر بُن مو سے اَللّٰہ اَللّٰہ نکلتا ہے حضرات نقشبندیہ کی اصطلاح میں اسے سلطان الاذکار کہتے ہیں۔

اور صفائی لطیفہ کی علامت بزرگوں نے یہ لکھی ہے کہ اس لطیفہ کا نور سالک پر ظاہر ہو جائے۔ ہر ایک لطیفہ کا نور جداگانہ رنگ رکھتا ہے۔ قلب کا نور سفید زردی مائل مثل نور چراغ کے ہے۔ روح کا نور سرخ گل انار کی مانند ہے۔ سر کا نور سفید چمکدار مثل نور ماہتاب کے ہے اور خفی کا نور نہایت سیاہ چمکدار ہے، اور اخفیٰ کا نور نہایت خوش رنگ روشن سبز ہے جس سے شان محبوبیت ٹپکتی ہے۔ اور نفس کا نور بے کیف ہے اور اس کا نور باعتبار عالم خلق کے سیاہ نیلگوں ہے، لیکن اکثر بیرنگ ہوتا ہے۔ اور عالم امر کے اعتبار کے اس کا نور زرد ہوتا ہے جس طرح قلب کا نور زرد ہے، کیونکہ اصل دونوں کی ایک ہے۔

طریقہ نفی واثبات یہ ہے کہ لَا کو ناف سے اٹھا کر دماغ تک لے جائے

اور اللہ کو داہنے مونڈھے پر لے جائے اور اِلَّا اللہ کی ضرب دل پر لگائے۔ مگر عدد طاق ذکر کرے۔ آخر میں مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ زبان خیال سے کہے۔ مگر یہ سب خیال سے کرے۔ جسم کو حرکت نہو۔ اس ذکر کو حبس دم کے ساتھ بھی کرتے ہیں اور بغیر حبس دم کے بھی۔ اگر حبس دم کے ساتھ ذکر کرے تو سانس کو ناف کے نیچے روک لے۔ اور جس طرح ابھی ذکر کیا گیا اسی طرح ذکر کرے۔ مگر ایک سانس میں عدد طاق کا لحاظ رکھے۔ یعنی تین مرتبہ یا پانچ مرتبہ یا سات مرتبہ ذکر کرے اور سانس چھوڑتے وقت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ زبان خیال سے کہے حضرات نقشبندیہ حبس دم کو ذکر میں ضروری نہیں کہتے البتہ مفید بتاتے ہیں۔ بلا حبس دم میں بھی عدد طاق پر مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ زبان خیال سے کہے۔ اگر حبس دم کے ساتھ ذکر کرنے سے حرارت اور بے چینی بڑھ جائے تو اس وقت اس طرح شغل کرے کہ قلب کی طرف متوجہ ہو کر یہ تصور کرے کہ فیضان الٰہی مثل پھوار کے قلب پر گر رہا ہے اور اس میں پیوست ہوتا ہے۔ اور اگر تمام جسم میں غلبۂ حرارت معلوم ہو تو سارے جسم پر پھوار کا پڑنا خیال کرے۔ اس سے بہت کچھ نفع ہوگا۔ اگر نیند نہ آتی ہو انشاء اللہ آجائے گی۔ غلبہ حرارت و بے چینی اور بے قراری دفع ہوگی۔ الغرض حبس دم کے ساتھ اگر اس شغل کو بھی کرے تو انشاء اللہ حبس دم سے ضرر نہ ہوگا۔ مگر حرارت کی مقدار کا خیال رکھے۔ جس قدر اس میں زیادتی ہو اسی قدر شغل کو بڑھائے، اور فیضان الٰہی کو مثل مینہ کے برستا ہوا تصور کرے۔

اس ذکر میں چند شروط کا لحاظ رکھے، اول یہ کہ جس وقت لَآ اِلٰہَ کہے تو خیال کرے کہ کوئی میرا معبود اور مسجود نہیں، اور جب اِلَّا اللہ کہے تو خیال کرے کہ اللہ ہی کی ذات میرا معبود اور مسجود ہے، یہ خیال کرنا مبتدی کے لئے ہے اور متوسطین

جس وقت لَآ اِلٰہَ کہیں تو خیال کریں کہ کوئی میرا مطلوب اور مقصود نہیں ہے اور جب اِلَّا اللّٰہُ کہیں تو خیال کریں کہ اللہ تعالےٰ ہی میرا مقصود اور مطلوب ہے۔ اور منتہی لَآ اِلٰہَ کہے تو اپنے اور کل موجودات کی نفی کا خیال کرے اور اِلَّا اللّٰہُ کہنے کے وقت اس ذات پاک کے وجود کو ثابت کرے۔ مبتدی لَا مَعْبُوْدَ اِلَّا اللّٰہ متوسط لَا مَقْصُوْدَ اِلَّا اللّٰہ، منتہی لَا مَوْجُوْدَ اِلَّا اللّٰہ کے معنی کا خیال کرے بغیر معنی کے لحاظ کے ذکر بیکار ہے۔

دوم: یہ کہ متوسطین چند بار مثلاً پچیس بار ذکر کرنے کے بعد دل کی زبان سے نہایت عاجزی اور نیازمندی سے درگاہ خداوندی میں التجا کرے کہ میرا مقصود تو ہی ہے اور تیری ہی رضامندی، میں نے تیرے لئے دنیا اور آخرت کو چھوڑا، اپنی معرفت اور محبت عنایت کر۔ حضرات نقشبندیہ اسے بازگشت کہتے ہیں۔

سوم: یہ کہ قلب کی طرف توجہ رکھے مگر اس کی شکل کا خیال نہ ہو۔ اور دل کو اس ذات پاک کی طرف متوجہ رکھے، بغیر ان دونوں توجہ کے حصول مدعا غیر ممکن ہے۔

چہارم: یہ کہ قلب کو خطرات نفسانی سے باز رکھے۔ جس وقت کوئی خطرہ آوے اسے دفع کرے۔ ذکر نفی واثبات میں انوار سفید معلوم ہوتے ہیں، بعض وقت دوسرے انوار بھی معلوم ہوتے ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ جس لطیفہ کا خیال وقت نفی کے باقی رہتا ہے اس لطیفہ کا نور نظر آتا ہے۔

فائدہ جلیلہ اگر ماسوا خدا کے کسی سے دل کو تعلق ہو جائے یا کوئی بری عادت دل میں جگہ پکڑ جائے تو ذکر نفی واثبات میں اس شے کی نفی کرے۔ مثلاً کسی کو مال کی محبت ہے تو اس کے دور ہونے کیلئے لَآ اِلٰہَ کہتے وقت یہ خیال کرے کہ مجھ میں مال کی محبت نہیں ہے اور اِلَّا اللّٰہُ کہتے وقت یہ خیال کرے کہ

اللہ کی محبت میرے قلب میں ہے۔ اسی طرح جو مانع پیش آوے اس کو اسی طرح رفع کرے۔ بفضلہ تعالیٰ وہ مانع دور ہو جائیگا۔

حضرت مرزا مظہر جان جاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ذکر نفی و اثبات سے صفات ذمیمہ بشریہ اس طریقہ سے زائل ہوتی ہیں کہ ہر ایک صفت ذمیمہ کو جدا جدا حالت ذکر میں چند روز کلمۂ لَا سے نفی کرے اور اس کی جگہ محبت خدا کو ثابت کرے یہاں تک کہ وہ صفت زائل ہو جائے۔ حضرت شاہ غلام علی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس خیال کے ساتھ نفی و اثبات کی کثرت کرے اور جناب الٰہی میں تضرع اور الحاح کے ساتھ اس صفت ذمیمہ کے دور ہونے کیلئے دعا کرے۔ اس کے بعد :-

اشغال و مراقبات کا بیان

فکر کے طریقے بھی مختلف ہیں اور بلحاظ اختلاف مقامات و حالات کے جداگانہ افکار ہیں، جن کو اشغال و مراقبات بھی کہتے ہیں۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ جس طرح ہر ایک لطیفہ کی صفائی کے واسطے ذکر ارشاد فرماتے ہیں اسی طرح مراقبہ بھی ہر ایک لطیفہ کے واسطے جدا جدا تعلیم فرماتے ہیں۔

اول یہ معلوم کرنا چاہیئے کہ مراقبہ کسے کہتے ہیں۔ مراقبہ کے معنی انتظار کرنا۔ پس اصل مراقبہ کی یہ ہے کہ طالب اپنے آپ کو عاجز اور محتاج سمجھ کر اس فیاض سرکار کے فیض کا انتظار کرے اور کسی لطیفہ پر اسے آتا ہوا خیال کرے اور نگاہ دل کی ٹکٹکی بھلا ایسی تو بندھ جائے جیسے بلی چوہے کے بل پر اس کے آنے کے انتظار میں بیٹھ جاتی ہے۔ نظر ہٹانا کیا معنی اس کے بدن کو جنبش بھی نہیں ہوتی۔ یہ عموماً مراقبہ کی صفت ہے۔ (کلید معارف صہ ۳۹ تا صہ ۴۲)

ف: سبحان اللہ کیا خوب مضامین عالیہ ہیں جو نقش قلوب کئے جانے کے لائق ہیں۔ مگر افسوس کہ ان حقائق کی طرف عوام تو عوام، خواص کی بھی توجہ نہیں ہے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔

اس کے بعد مولانا محمد عارف صاحب ہرسنگ پوری بہاری رحؒ نے وظائف ومراقبات وغیرہ کے سلسلہ میں نہایت عمدہ کلام فرمایا ہے۔ اگر کسی کو خواہش ہو تو اصل کتاب کا مطالعہ کرے۔ بلکہ میں تو ایسی کتابوں کے مطالعہ کو ضروری سمجھتا ہوں جس سے اللہ تعالیٰ کی راہ کی طرف رہنمائی ہو۔ اس لئے اگر کتاب خریدنے کی وسعت ہو تو ضرور خریدیں اور پڑھیں تاکہ اس سے منتفع ومنصلح ہوں۔ وباللہ التوفیق۔

ع مولانا محمد عارف صاحب کے والد کا اسم گرامی شیخ بلاغت حسین تھا۔ آبائی وطن ہرسنگ پور ضلع دربھنگہ تھا۔ مگر آپ کی ولادت باسعادت اپنے ننہال سعدی پور ضلع دربھنگہ میں ہوئی۔ آپ ظاہری تعلیم سے فراغت کے بعد باطنی تعلیم واصلاح کیلئے حضرت مولانا فضل رحمٰن صاحب گنج مرادآبادی رحؒ سے بیعت ہوئے۔ اس کے بعد حضرت مولانا محمد علی صاحب مونگیری رحؒ سے اصلاحی تعلق قائم فرمایا۔ اور مقامات سلوک کی تکمیل فرمائی۔ مولانا مونگیری رحؒ نے آپ کو اجازت وخلافت مرحمت فرمائی۔ ماشاءاللہ آپ کے صاحبزادے مولانا حکیم عبد المنان صاحب کا حضرت مصلح الامت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب قدس سرہ سے خاص تعلق تھا، بلکہ خانقاہ فتحپور تال نرجا ضلع مئو حاضر ہوتے تھے، اس لئے اس حقیر سے بھی محبت فرماتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کو دارین میں اسکی جزائے احسن مرحمت فرمائے۔ آمین!

محمد قمر الزمان الہ آبادی

مدرسہ بیت المعارف، الہ آباد۔ ۲۷ر جمادی الاولیٰ ۱۴۲۳ھ

اب ہم "القول الجمیل" مؤلفہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی قدس سرہٗ سے مشائخ نقشبندیہ کے اشغال نقل کرتے ہیں :۔

مشائخ نقشبندیہ کے اشغال

حضرات نقشبندیہؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے تین طریقے ہیں۔ پہلا طریقہ تو ذکر اللہ کا ہے۔ دوسرا طریقہ مراقبہ کا۔ اور تیسرا طریقہ اپنے مرشد کے ساتھ رابطہ اور اعتقاد کامل کا۔

وصول الی اللہ کا پہلا طریقہ

یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے۔ اور منجملہ اقسام ذکر کے ایک ذکر نفی واثبات یعنی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کا ہے۔ اور یہی طریقہ متقدمین نقشبندیہ سے چلا آرہا ہے۔

نفی واثبات کے ذکر کا طریقہ

نفی واثبات کے ذکر کا طریقہ یہ ہے کہ اولاً ظاہری و باطنی تشویشات سے اپنے قلب کو فارغ کرلے (مثلاً بھوک پیاس، حسد، کینہ وغیرہ) اس کے بعد موت کو یاد کرے اور اللہ تعالیٰ سے توبہ واستغفار کرے۔ اس کے بعد اپنے دونوں ہونٹوں اور آنکھوں کو بند کرے اور سانس کو روکے اور دل سے کہے "لَآ" اس کو اپنی ناف سے داہنی طرف نکالے اور کھینچے یہاں تک کہ اپنے مونڈھے تک پہنچادے، پھر مونڈھے کو سر کی طرف ملالے اور کہے "اِلٰہَ"۔ اس کے بعد سختی سے اپنے دل میں "اِلَّا اللہ" کی ضرب لگائے (چونکہ اس زمانہ میں عموماً دل ودماغ کمزور ہیں اس لئے معمولی ضرب بھی انشاء اللہ کافی ہوگی۔)

ف: مصنف قدس سرہ کے بھائی حضرت شاہ اہل اللہ صاحبؒ نے "چہار باب"

میں فرمایا کہ، مبادیٔ سلوک (ابتدا) میں اسم ذات پر ہر روز بارہ ہزار بار تک اور نفی واثبات یعنی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ پر ایک ہزار ایک بار تک ہمیشہ مواظبت کرنا عجیب وغریب آثار واحوال کا مثمر ہے۔

حبس دم کی افادیت

حضرات نقشبندیہؒ نے فرمایا ہے کہ حبس نفس یعنی سانس روکنا باطن کے گرم کرنے اور عزیمت کی جمعیت اور عشق کے ابھارنے اور وساوس کے قطع کرنے میں عجیب خاصیت کا حامل ہے۔ مگر حبس دم کی مشق یکایک زیادہ نہیں کرنی چاہیئے، بلکہ درجہ بدرجہ ہونی چاہیئے تاکہ اس پر گراں نہ گزرے۔

طاق عدد کی اہمیت

جس طرح حبس دم میں عجیب خاصیت ہے ویسے ہی طاق عدد میں بھی عجیب وغریب خاصیت ہے۔ پس اوّلاً اس کلمۂ توحید لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کو ایک ایک سانس میں کہے، پھر تین بار ایک سانس میں کہے۔ اس طرح درجہ بدرجہ چند روز کی مشق میں اکیس بار تک طاق عدد کی رعایت کے ساتھ پہنچے۔ یعنی پہلی بار ایک مرتبہ، دوسری بار تین مرتبہ، تیسری بار پانچ مرتبہ، اور چوتھی بار سات مرتبہ۔ علیٰ ہذا القیاس۔ اسی طریقہ سے طاق عدد پر ذکر کرنے کا التزام کرے۔

ذکر نفی واثبات میں شرط اعظم

نفی واثبات کے ذکر میں شرط اعظم یہ ہے کہ غیر اللہ کی معبودیت اور مقصودیت کی نفی کرے اور اللہ کی معبودیت ومقصودیت کا نہایت تاکید وعزیمت کے ساتھ اثبات کرے۔

ذکر اسم مجرد

منجملہ ذکر کے اسم مجرد کا ذکر بھی ہے۔ یعنی فقط اللہ کا ذکر بغیر نفی و اثبات کے کرے۔ یہ ذکر متقدمین نقشبندیہ کے نزدیک نہ تھا۔ اسکو

خواجہ محمد باقی باللہ نے یا اس کے قریب العصر کسی شیخ نے ایجاد کیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

میں نے اپنے والد و مرشد شاہ عبدالرحیم صاحب دہلوی رح سے سنا، وہ فرماتے تھے کہ نفی و اثبات سلوک کے واسطے مفید تر ہے اور اثبات مجرد جذب اور کشش کے واسطے زیادہ تر مفید ہے۔

ف : سبحان اللہ، کیا خوب فرق بیان فرمادیا جو طریق سے واقف بلکہ سالک ہی بیان کرسکتا ہے۔ فجزاہم اللہ تعالےٰ۔ قمر الزمان

اثبات مجرد کا طریقہ

اثبات مجرد کا طریقہ یہ ہے کہ "اللہ" کے لفظ کو اپنی ناف سے بشدت تمام نکالے اور اس کو کھینچے یہاں تک کہ اس کے دماغ کی جھلی تک پہنچے۔ اس کو حبس دم کے ساتھ تھوڑا تھوڑا زیادہ کرتا جائے۔ یہاں تک کہ بعضے نقشبندی ایک سانس میں ایک ہزار بار کہتے ہیں۔

اور میں نے اپنے والد مرشد سے سنا کہ وہ خود اپنا حال بیان فرماتے تھے کہ ابتدائے سلوک میں ہم نفی و اثبات کو ایک سانس میں دو سو بار کہا کرتے تھے۔

وصول الی اللہ کا دوسرا طریقہ

دوسرا طریقہ وصول الی اللہ کا مراقبہ ہے کہ سانس کو ناف کے تھوڑا نیچے بند کرے پھر اپنے جمیع حواس مدرکہ سے مجرد بسیط کی طرف متوجہ ہو۔ جس کو ہر شخص اللہ تعالیٰ کے نام کے لینے کے وقت تصور کرتا ہے۔ ولیکن ایسے لوگ کم تر ہیں جو اس معنی بسیط کو لفظ سے خالی کرسکیں۔ پس طالب کوشش کرے کہ اس معنی بسیط کو الفاظ سے جدا کرے اور بلامزاحمت خطرات اور التفات ماسوائے اللہ کے اسکی طرف متوجہ ہو۔ مگر بعضے لوگوں سے اس قسم کا ادراک نہیں ہوسکتا۔ اس لئے بعضے مشائخ تو ایسے شخص کو اس طرح کی دعا بتلاتے ہیں: "الٰہی مقصود من توئی ورضائے تو

محبت و معرفت خود دیدہ، یعنی اے اللہ! میرا مقصود تو اور تیری رضا ہے لہذا اپنی اپنی محبت اور معرفت عطا فرما۔

وصول الی اللہ کا تیسرا طریقہ

وصول الی اللہ کا تیسرا طریقہ یہ ہے کہ کامل رابطہ اور اعتقاد اپنے مرشد کے ساتھ بہم پہنچایے

ف : مولانا رحمہ نے فرمایا: حق یہ ہے کہ سب راہوں سے یہ راہ زیادہ قریب ہے۔ گاہے مرید میں قابلیت نہیں ہوتی تو اس کی مزید محبت سے مرشد اس میں تصرف کرتا ہے۔ مشائخ طریقت نے فرمایا ہے کہ اللہ کے ساتھ صحبت رکھو۔ سو اگر تم سے نہ ہو سکے تو ان کے ساتھ صحبت رکھو جو اللہ کے ساتھ صحبت رکھتے ہیں۔ والد محترم عارف باللہ شیخ عبدالرحیم صاحب قدس سرہٗ نے فرمایا کہ، مشائخ طریقت کے کلام کے معنی یہ ہیں کہ پہلے تو سامنا کرنا چاہیے کامل بیداری اور ہوشیاری سے جو ایک پرتو ہے تجلی ذات کے اظلال سے تا کہ تعلق کونین سے مخلصی حاصل ہو جائے، سو اگر یہ نہ ہو سکے تو ان لوگوں سے تعلق بہم پہنچانا چاہیے جو اس پرتو عکس سے مشرف ہو چکے ہیں اور اپنے نفوس و علائق سے نجات پا گئے ہیں۔ اور اس قرآنی میں کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ یعنی سچوں کے ساتھ رہو، ایک طرح کا اس میں اشارہ ہے کہ اگر مرشد کامل شہود ذاتی کا واصل ہو تو اسکی توجہ سے قلیل زمانے میں وہ حاصل ہوتا ہے جو سالہا سال کی محنت سے حاصل نہیں ہوتا۔ (القول الجمیل صد ۸۴، ۸۵)

چونکہ پروفیسر خلیق احمد نظامی کی بعض عبارات کو جدِ مکرم حضرت مصلح الامت مولانا شاہ وصی اللہ صاحبؒ نے اپنی مشہور تصنیف "تصوف اور نسبت صوفیہ" میں نقل فرمایا ہے۔ لہٰذا جی چاہتا ہے کہ "مشائخ چشت" حصہ اول میں تصوف کے متعلق عنوان "تصوف، کتاب و سنت کی روشنی میں" میں جو کچھ ارقام فرمایا ہے اس کو بحکم والد ماجد صاحب نقل کروں۔ امید ہے کہ ناظرین کرام کیلئے موجب بصیرت ہوگا۔

واللہ الموفق۔

تصوّف کتاب و سُنّت کی روشنی میں

صوفیہ نے اپنے عمل کا جواز ہمیشہ قرآن و سنت سے پیش کیا ہے۔ تصوف کی بنیاد دو چیزوں پر ہے۔ محبت الٰہی اور معیت ذاتی۔ صوفیہ کا کہنا ہے کہ کتاب اللہ میں خود محبت الٰہی کی دعوت دی گئی ہے۔ اور بیشمار آیتوں میں اس کے نتیجہ کے طور پر معیت اور قرب ذاتی کا وعدہ کیا گیا ہے۔ یہی چیز ہے جس کو تصوف کی اصطلاح میں "معرفت" کہتے ہیں:۔

(۱) مولانا ابو الکلام آزاد "ترجمان القرآن" میں لکھتے ہیں:۔

"قرآن نے انسان کیلئے دینی عقائد و اعمال کا جو تصور قائم کیا ہے اسکی بنیاد بھی تمامتر رحمت و محبت ہی پر رکھی ہے۔ کیونکہ وہ انسان کی روحانی زندگی کو کائناتِ فطرت کے عالمگیر کارخانہ سے کوئی الگ اور غیر متعلق چیز قرار نہیں دیتا۔ بلکہ اسی کو ایک مربوط گوشہ قرار دیتا ہے۔ چنانچہ قرآن نے جابجا یہ حقیقت واضح کی ہے کہ خدا اور اس کے بندوں کا رشتہ محبت کا رشتہ ہے اور یہی

عبودیت اسی کی عبودیت ہے جس کیلئے معبود صرف معبود ہی نہ ہو بلکہ محبوب بھی ہو۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ؕ	اور دیکھو انسانوں میں سے کچھ انسان ایسے ہیں جو دوسری ہستیوں کو اللہ کا ہم پلہ بنالیتے ہیں۔ وہ انھیں اسطرح چاہنے لگتے ہیں جس طرح اللہ کو چاہنا ہوتا ہے۔ حالانکہ جو لوگ ایمان رکھنے والے ہیں انکی زیادہ سے زیادہ محبت صرف اللہ ہی کیلئے ہوتی ہے۔
قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○	(اے پیغمبر! ان لوگوں سے) کہدو، اگر تم واقعی اللہ سے محبت کرنے والے ہو تو چاہئے کہ میری پیروی کرو میں تمھیں محبت الٰہی کی حقیقی راہ دکھا رہا ہوں۔ اگر تم نے ایسا کیا تو صرف یہی نہیں ہوگا کہ تم اللہ سے محبت کرنے والے ہو جاؤگے بلکہ خود اللہ تم سے محبت کرنے لگے گا۔ (۳: ۲۹)

وہ جا بجا اس حیثیت پر زور دیتا ہے کہ ایمان باللہ کا نتیجہ اللہ کی محبت اور محبوبیت ہے۔"

مولانا آزاد کی یہ عبارت صوفیہ کے مسلک کی بہترین وضاحت کرتی۔ قرآن محبت الٰہی کو دینی عقائد و اعمال کا مرکزی نقطہ قرار دیتا ہے۔ اور صوفیہ اسی کو اپنی زندگی کا مقصد سمجھتے تھے۔ اس کی تفصیل اگلے باب میں دیکھئے۔

قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے:۔

وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ	اور اللہ نے تم پر (اے محمد!) کتاب اتاری

وَالْحِکْمَۃَ وَعَلَّمَکَ مَالَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ۔ — اور حکمت نازل کی اور وہ باتیں بتائیں جو تم کو معلوم نہ تھیں۔

صوفیہ کا کہنا ہے کہ یہاں حکمت سے مراد علم باطن ہے۔ اس کی تعلیم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انفرادی طور پر کچھ صحابہ کو دی تھی ان سے یہ سلسلہ جاری ہوا۔

(۳) عبادت الٰہی میں انہماک پر صوفیہ زور دیتے تھے اور قرآن حکیم کی ان آیتوں کو پیش کرتے تھے

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ ٥ — اور میں نے جن اور انسان کو اسی واسطے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں۔

فَاذْکُرُوا اللّٰہَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِکُمْ — پس تم اللہ کو کھڑے، بیٹھے اور لیٹے یاد کرو۔

مقبول بندوں کے متعلق فرمایا گیا ہے:-

یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِھِمْ (آل عمران ۲۰) — جو خدا کو اٹھتے بیٹھتے اور لیٹتے یاد کرتے ہیں۔

تَتَجَافٰی جُنُوْبُھُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا (سجدہ ۲) — جن کے پہلو (رات کو) خوابگاہوں سے علیحدہ رہتے ہیں اور خوف اور امید کے ساتھ اپنے پروردگار کو پکارتے ہیں۔

تَرٰھُمْ رُکَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰہِ وَرِضْوَانًا (فتح ۴) — تم ان کو دیکھو گے کہ رکوع میں جھکے ہوئے اور سجدہ میں پڑے ہوئے خدا کے فضل اور خوشنودی کو تلاش کرتے ہیں۔

اِنَّ رَبَّکَ یَعْلَمُ اَنَّکَ تَقُوْمُ — بیشک تیرا رب جانتا ہے کہ تو دو تہائی

اَدْنٰی مِنْ ثُلُثَیِ الَّیْلِ وَنِصْفَهٗ وَثُلُثَهٗ وَطَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِیْنَ مَعَكَ ؕ (مزمل - ۲) — رات کے قریب اور آدھی رات اور ایک تہائی رات کے بعد اٹھتا ہے اور تیرے ساتھ ایک جماعت بھی اُٹھ کر نماز پڑھتی ہے۔

(۴) قرب ذاتی یا معرفت، جس کو صوفیہ اپنا منشا و مقصد قرار دیتے ہیں، کلام پاک سے ثابت ہے۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ ایک مکتوب میں لکھتے ہیں :-

"اقربیت او تعالیٰ بما از ما بہ نص قطعی ثابت شدہ است۔"

کلام پاک کی جن آیتوں سے اسکی تائید ہوتی ہے وہ یہ ہیں :-

اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ (مومن ۶) — تم مجھے پکارو میں تم کو جواب دوں گا۔

وَھُوَ مَعَكُمْ اَیْنَمَا كُنْتُمْ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ (پ۲۷ ع۱۶) — اللہ تمھارے ساتھ ہے جہاں کہیں تم ہو جو کچھ تم کرتے ہو وہ دیکھتا ہے

نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ ۝ (پ۲۷ ع۱۶) — ہم اس سے تمھاری بہ نسبت قریب تر ہیں مگر تم نہیں دیکھتے۔

وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ ۝ — ہم جانتے ہیں جو باتیں آتی رہتی ہیں اس کے جی میں اور اس سے رگ جاں سے زیادہ قریب ہیں۔

(۵) شیخ ابو النصر سراجؒ صاحب کتاب اللمع نے لکھا ہے کہ: قرآن حکیم میں صادقین، صادقات، مخلصین، محسنین، خائفین، عابدین، صابرین، اولیاء، ابرار مقربین، وغیرہ الفاظ سے اہل تصوف ہی مراد ہیں۔

پھر صوفیہ کرام احادیث سے استدلال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

کی حیاتِ طیبہ ان کیلئے مکمل رہبر ہے۔ اور وہ جو کچھ کرتے ہیں اس کا جواز سنت میں موجود ہے

(۱) قرآن میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے کہا گیا ہے:-

یَآ اَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ ۙ قُمِ الَّیْلَ	اے کملی اوڑھنے والے! تھوڑی
اِلَّا قَلِیْلًا ۙ نِّصْفَہٗٓ اَوِ انْقُصْ	دیر کے سوا تمام رات اُٹھ کر نماز پڑھ یا آدھی
مِنْہُ قَلِیْلًا ۙ اَوْ زِدْ عَلَیْہِ	رات یا اس سے کچھ کم و بیش، اور اس میں
وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا ۙ	قرآن ٹھہر ٹھہر کر پڑھ، ہم تجھ پر ایک
اِنَّا سَنُلْقِیْ عَلَیْکَ قَوْلًا	بھاری بات اتارنے والے ہیں بیشک
ثَقِیْلًا ۙ اِنَّ نَاشِئَۃَ الَّیْلِ	رات کو اُٹھ کر نماز پڑھنا نفس کو خوب
ھِیَ اَشَدُّ وَطْاً وَّاَقْوَمُ قِیْلًا ۙ	زیر کرتا ہے اور مؤثر ہوتا ہے۔ بیشک
اِنَّ لَکَ فِی النَّھَارِ سَبْحًا	تیرے لئے دن میں بہت بڑا شغل ہے
طَوِیْلًا ۙ وَاذْکُرِ اسْمَ رَبِّکَ	اپنے پروردگار کا نام لے اور ہر چیز سے
وَتَبَتَّلْ اِلَیْہِ تَبْتِیْلًا ۙ (مزمل)	کٹ کر اسی کی طرف ہو جا۔

صوفیہ کا کہنا ہے کہ ہر چیز سے کٹ کر اس کی طرف ہو جانے کی جو ہدایت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کی گئی ہے، وہ اسی پر عمل کرتے ہیں۔

(۲) احادیث نبوی میں جس چیز کو "احسان" سے تعبیر کیا گیا ہے وہ تصوف ہی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:-

الاحسان ان تعبد اللّٰہ	احسان یہ ہے کہ تم اس طرح اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو
کانک تراہ فان لم تکن تراہ	گویا تم اس کو دیکھ رہے ہو۔ اگر تم اس کو نہیں
فانہ یراک	دیکھ رہے تو وہ تم کو دیکھ رہا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے ”حجۃ اللہ البالغۃ“ میں اس حدیث نبویؐ پر بحث کرتے ہوئے بتلایا ہے کہ حقیقی تصوف یہی ہے۔

(۳) کشف المحجوب میں ہے کہ حارثہؓ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضورؐ نے فرمایا:-

کیف اصبحت یا حارثہ قال اصبحت مومنا باللہ حقا فقال انظر ما تقول یا حارثۃ ان لکل شیء حقیقۃ فما حقیقۃ ایمانک فقال عزلت نفسی عن الدنیا فاستوی عندی حجرھا وذھبھا وفضتھا ومدرھا فاسھرت لیلی واظمات نہاری حتی صرت کانی انظر الی عرش ربی بارزا وکانی انظر الی اھل الجنۃ یتزاورون فیھا وکانی انظر الی اھل النار یتعادون وفی روایۃ یتغاوزون ۔ الحدیث

اے حارثہ! تو نے صبح کس طرح کی۔ کہا میں نے صبح ایسی حالت میں کی کہ میں مومن تھا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے حارثہ! غور سے دیکھو کیا کہتے ہو؟ ہر حق کے واسطے ایک حقیقت اور برہان ہوا کرتی ہے۔ اور تیری اس بات کی برہان کیا ہے؟ حارثہ نے جواب دیا کہ یہ ہے کہ میں اس دنیا سے اپنے بدن کو توڑ دوں، اور اس کی دلیل یہ ہے کہ سونا اور پتھر اور ڈھیلا میرے نزدیک سب برابر ہیں۔ اور جب میں دنیا سے جدا ہو گیا تو عقبی میں مل گیا۔ یہاں تک کہ بہشت، دوزخ اور عرش کو دیکھ رہا ہوں۔ اس پر آپؐ نے فرمایا کہ تو نے پہچان لیا فالزم۔ قالہا ثلثا یعنی اس کو لازم پکڑ۔ اور یہ آپ نے تین بار فرمایا۔

(۴) صحیح بخاری میں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ "جو بندہ اپنی طاعتوں سے میری قربت کو تلاش کرتا رہتا ہے تو میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں، یہاں تک کہ میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور میں اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔

(۵) رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اصحاب صُفّہؓ کا وجود اس بات کا ثبوت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عبادت میں ہمہ وقت انہماک کو ایک خاص طبقہ کیلئے بُرا نہیں سمجھتے تھے۔ شیخ ہجویری رح فرماتے ہیں :-

"اندر وقت پیغامبر فقرا، مہاجرین بودہ اند۔ آنانکہ اندر حکم آداب عبودیت حق تعالیٰ وصحبت متابعت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نشستہ بودند اندر مسجد وے واز اشغال جملہ اعراض کردہ وترک معارضہ بگفتہ وخداوند تعالےٰ بدادن روزی خود باور داشتہ۔ وتوکل بروے کردہ۔ تا رسول علیہ السلام مامور بودہ بصحبت وقیام کردن بحق ایشان۔ چنانکہ خدائے گفت، قولہ، عزّ وجل وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ

خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مہاجرین فقرا ایسے تھے کہ خدا کی عبادت کے آداب اور حضور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا اتباع پورا پورا بجالاتے تھے اور آپ کی مسجد یعنی مسجد نبویؐ میں بیٹھے رہتے تھے اور تمام اشغال اور جھگڑوں کو ترک کر دیا تھا اور اس امر کا کامل یقین رکھتے تھے کہ خدائے تعالیٰ روزی رساں ہے اور اس پر توکل تھا۔ اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انکی صحبت کے واسطے مامور تھے اور ان کے حق کو

بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ۔

قائم رکھتے تھے جیسا کہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے ان لوگوں کو کہ صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں اور اسکی ذات پاک کی خواہش رکھتے ہیں دور مت کر۔

ونیز گفت

وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا۔ تا رسول علیہ السلام ہر کجا یکے از ایشاں بدیدے گفتے، مادر و پدرم فدائیاں باد کہ خداوند تعالےٰ از برائے ایشاں با من عتاب کرد۔

اور فرمایا :-

اپنی آنکھیں یعنی توجہ کی نگاہ انکی طرف رکھ اور انکو نظر حقارت سے نہ دیکھ۔ کیا تو دنیا کی زندگی میں زینت چاہتا ہے۔ اسی واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جہاں کہیں ان کو دیکھتے تو فرماتے کہ میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں خدائے تعالےٰ نے تمہاری بابت مجھ پر عتاب فرمایا۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اصحاب صفہ کے متعلق یہاں اجمالاً کچھ عرض کر دیا جائے۔

اس جماعت میں حضرت ابوذر غفاری رض، سلمان فارسی رض، عمار رض، صہیب رض، بلال رض، حذیفہ بن یمان رض، ابو سعید خدری رض وغیرہم شامل تھے۔ شیخ شہاب الدین سہروردی رح نے انکی تعداد چار سو بتائی ہے۔ حافظ ابو نعیم نے حروف تہجی کے اعتبار سے ان کا ذکر کیا ہے اور ابن جوزی نے "صفۃ الصفوۃ" میں اس طبقہ کے بہت سے بزرگوں کا ذکر زاہدوں اور عابدوں کے ضمن میں کیا ہے۔

صحابہ رض کی اس مقدس جماعت نے اپنی زندگی صرف عبادت اور تعلیم قرآن پر وقف کر دی تھی، دنیاوی معاملات سے ان کا کوئی سروکار نہ تھا۔ رات دن عبادت تلاوت اور قرات میں مصروف رہتے تھے۔ ان بزرگوں کے بال بچے نہ تھے۔ اور جب

شادی کر لیتے تھے تو اس حلقہ سے نکل جاتے تھے۔ معاش کا زیادہ تر دار و مدار صحابہؓ اور خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اعانت پر تھا۔ اکثر انصار کھجور کی پھلی ہوئی شاخیں توڑ کر لاتے اور مسجد کی چھت میں لٹکا دیتے۔ جو کھجوریں ٹپک کر گرتیں، یہ لوگ ان کو اٹھا کر کھا لیتے۔ ان میں سے کچھ لوگ دن کو پانی بھر لاتے، جنگل سے لکڑیاں چن لاتے اور ان کو بیچ کر جو آمدنی ہوتی اس کو وجہ معاش میں صرف کرتے۔ لیکن زیادہ تر ان بزرگوں کی گزر اوقات صدقات پر ہوتی تھی۔ چنانچہ ابن کعب القرظی نے "لِلْفُقَرَاءِ الَّذِينَ أُحْصِرُوا فِي سَبِيلِ اللهِ" کی تفسیر میں لکھا ہے کہ فقراء سے اصحاب صُفّہ مراد ہیں۔ ان کے حالات میں ابن الاعرابی احمد بن محمد البصری (المتوفی ۳۴۰ھ ۹۵۱ء) علامہ جلال الدین سیوطی اور دیگر علماء نے رسالے اور کتابیں تصنیف کی ہیں۔ سورہ انعام اور سورۂ کہف میں ان بزرگوں کی عبادت و ریاضت کی تعریف کی گئی ہے۔

(۶) تصوف کی مستند کتابوں مثلاً قوت القلوب، رسالہ قشیریہ، کشف المحجوب، عوارف المعارف، تذکرۃ الاولیاء، فوائد الفواد، خیر المجالس کے صفحے کے صفحے الٹ جائیے، صرف زبان ہی سے نہیں بلکہ عملاً کتاب و سنت کی تلقین ملے گی۔ جو لوگ حافظ شیرازیؒ کے اس شعر میں ؎

بمے سجادہ رنگین کن گرت پیر مغاں گوید
کہ سالک بے خبر نبود زراہ و رسم منزلہا

اپنی بے راہ روی کا جواز تلاش کرتے ہیں، انھیں بوڑھے سعدیؒ کی یہ نصیحت ؎

خلاف پیمبر کسے رہ گزید
کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

اور شیخ نصیر الدین چراغ دہلیؒ کی یہ تنبیہ :-

" (مشرب پیر) .... حجت نمی شود دلیل از کتاب و حدیث می باید۔

(مشرب پیر) .... حجت نہیں۔ دلیل کتاب وحدیث سے ہونی چاہئے۔

بھی سامنے رکھنی چاہئے۔ حضرت خواجہ جنید بغدادی رح اس منزل کی رسم وراہ کا اعلان اس طرح کرتے ہیں:۔

ایں راہ کسے یابد کہ کتاب بردست راست گرفتہ باشد وسنت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم بردست چپ، و در روشنائی ایں دو شمع می رود، تا نہ در مغاک شبہت افتد نہ در ظلمت بدعت۔

یہ راہ تو صرف وہی پا سکتا ہے جس کے سیدھے ہاتھ میں قرآن پاک ہو اور بائیں ہاتھ میں سنتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، اور ان دونوں چراغوں کی روشنی میں راستہ طے کرے، تاکہ نہ تو شبہہ کے گڑھوں میں گرے، نہ بدعت کے اندھیرے میں پھنسے۔

شیخ ابوبکر طمستانی رح فرماتے ہیں:۔

الطریق واضح والکتاب والسنۃ قائم بین اظھرنا۔

راستہ کھلا ہوا ہے اور کتاب وسنت ہمارے سامنے موجود ہیں۔

حضرت شیخ علی ہجویری رح روحانی ترقی کیلئے اتباع شریعت کو لازمی قرار دیتے ہیں۔ اور "اتباع شریعت" کی ایسی جامع تعریف کرتے ہیں کہ اجماع امت کا اتباع بھی اس کا ایک لازمی جزو بن جاتا ہے۔

فرماتے ہیں:۔

رکن اول از شریعت کتاب است چنانکہ گفت عز من قال فِیهِ اٰیَاتٌ مُّحْکَمَاتٌ هُنَّ اُمُّ الْکِتَابِ۔

پہلا رکن شریعت میں کتاب اللہ ہے جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے: قرآن مجید میں آیات محکمات ہیں کہ وہ اصل کتاب ہیں، اور

ودیگر سنت است۔ چنانکہ گفت وَمَا اٰتَاکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا۔ وسیوم اجماع امت۔ چنانکہ رسول گفت علیہ السلام لا تجتمع امتی علی الضلالۃ علیکم بالسواد الاعظم۔

دوسرا رکن سنت ہے جیسا کہ فرمایا: جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اس پر عمل کرو۔ اور جس بات کو منع فرمایا ہے اس سے بچو۔ اور تیسرا رکن اجماع اُمت ہے، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہوتی ہے۔ اختیار کرو سواد اعظم کو۔

کہاں تو وہ کتاب وسنت سے بے توجہی کا الزام اور کہاں اتباع اجماع امت کی تلقین۔ حقائق سے بے اعتنائی کی بھی کوئی انتہا ہوتی ہے۔ مشائخ نے جگہ جگہ اپنے متعلقین اور مریدین کو ہدایت کی ہے کہ اگر کسی شخص کی روحانی عظمت کا اندازہ لگانا ہو تو اس کی زندگی کو شریعت وسنت کے آئینہ میں دیکھا جائے۔ حضرت شاہ کلیم اللہ دہلوی رح ایک خط میں لکھتے ہیں:۔

"اے برادر! در تفاوت مراتب فقرا اگر امروز خواہی کہ دریابی بجانب شریعت او نگاہ کن کہ شریعت معیار است عیار فقیر بر شریعت روشن میگردد"

اے برادر! اگر تم آج فقرا کے مراتب کا پتہ لگانا چاہو تو ان کے اتباع شریعت پر نظر کرو، کہ شریعت معیار ہے۔ اسی کسوٹی پر فقیر کی حقیقت روشن ہو جاتی ہے۔

شیخ حسین نوری رح کا مشورہ تھا:۔

من رایتہ یدعی مع اللہ عزوجل حالۃ تخرجہ عن حد علم الشرع فلا تقربنہ

اگر ایک شخص کو دیکھو کہ خداوند تعالٰے کے ساتھ ایسی حالت کا دعویٰ کرتا ہے جو اس کو علم شریعت کی حد سے نکال دیتی ہے

ومن رایتہ یدعی حالۃ لا یدل علیہا دلیل ولا یشہد لہا حفظ ظاہر فاتہمہ علی دینہ۔

تو اس کے قریب نہ جاؤ۔ اور اگر ایک شخص کو دیکھو کہ وہ ایک ایسی حالت کا دعوی کرتا ہے جس کی کوئی دلیل نہیں اور ظاہری احکام کی پابندی اس کی شہادت نہیں دیتی تو اس کے دین پر تہمت لگاؤ۔

خواجہ فریدالدین عطارؒ فرماتے ہیں: ؎

جاوید در متابعت مصطفےٰ گزین

تا نور شرع او شود ت بر تو مقتدا

حقیقت یہ ہے کہ صوفیۂ صافی کا عقیدہ ہمیشہ یہ رہا ہے کہ جس عمل کو کتاب و سنت رد کر دیں وہ زندقہ ہے۔ جس شخص کی زندگی شریعت و سنت کے مطابق نہیں اسے صوفیہ کے طبقہ میں شمار ہی نہیں کرنا چاہیئے۔ چہ جائیکہ اس کے عمل کو تمام صوفیہ کا عمل تصور کر کے تصوف پر تنقید کی جائے۔

(۷) شاید ہی دنیا میں کسی پیغمبر یا مذہبی رہنما کے احوال زندگی کا اتباع اس محبت، عقیدت اور شیفتگی کے ساتھ کیا گیا ہو جیسا کہ صوفیہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا تتبع کیا ہے۔ حیات قدسی کی ایک ایک ادا اور اس کی ایک ایک سنت کو انھوں نے اخلاق و انسانیت کی معراج سمجھا ہے اور اس سے نزدیک ہونے کو اپنی زندگی کی سب سے بڑی سعادت۔ وہ کہتے تھے کہ جو اتباع سنت میں جتنا مستعد ہے اسی قدر وہ سرچشمۂ ہدایت سے زیادہ سیراب ہے۔

شیخ شہاب الدین سہروردی رحؒ عوارف المعارف میں لکھتے ہیں کہ: تصوف نام ہے قولاً، فعلاً، حالاً ہر حیثیت سے اتباع رسولؐ کا۔ اور شیخ عبدالواحد بن زید کا

یہ قول نقل کرتے ہیں کہ:

قال القائمون بعقولهم علیٰ فهم السنة والعاکفون علیها بقلوبهم والمعتصمون بسیدهم من شر نفوسهم هم الصوفیة۔

جو اپنی عقل کو سنت رسول پر صرف کرتے ہیں اور اپنے قلوب کو اس پر متوجہ کرتے ہیں اور اپنے نفس کی خباثتوں سے اپنے سردار کے دامن میں پناہ لیتے ہیں ان ہی لوگوں پر صوفی کا اطلاق ہوتا ہے۔

اتباع سنت میں صوفیۂ صافی کے انہماک کا اندازہ لگانے کیلئے صرف یہ دو واقعات کافی ہیں:۔

(ا) حضرت شبلیؒ مرض الموت میں مبتلا تھے، نزع کا وقت تھا۔ گویائی کی طاقت جواب دے چکی تھی۔ ایک خادم وضو کرا رہا تھا، داڑھی میں خلال کرانا بھول گیا۔ شبلیؒ نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر داڑھی میں خلال کرایا۔ مبادا سنت رسولؐ کا کوئی جزو فروگزاشت ہو جائے

(ب) شیخ نظام الدین اولیاءؒ نے امام غزالیؒ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ ایک صوفی بزرگ محمد اقطع نے دو برس تک خربوزہ نہ کھایا۔ کسی نے سبب پوچھا، تو فرمایا۔ مجھ کو ابھی یہ معلوم نہیں ہو سکا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خربوزہ کیونکر نوش فرمایا ہے۔

ان واقعات کو مستثنیات سمجھ کر نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ بیشتر صوفیہ کرام کی زندگی میں اتباع سنت کا یہی جذبہ کارفرما نظر آتا ہے۔

(مشائخ چشت ج ا باب ۲، مولفہ پروفیسر خلیق احمد نظامی)

ف: اس قسم کے بہت سے واقعات حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی تھانوی رحؒ نے اپنی شہرۂ آفاق تصنیف "السنۃ الجلیہ فی الچشتیہ العلیہ" میں درج فرمائے ہیں۔ یہ کتاب حضرت مصلح الامت رحؒ کو بہت پسند تھی اور اس کی نافعیت کی بنا پر خود ایک دفعہ اس کی طباعت کا اہتمام فرمایا۔ لہذا سالکین کرام کیلئے اس کا مطالعہ مفید و بصیرت افروز ثابت ہوگا۔

محبوب احمد قمر الزماں
۴ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۳ھ م ۵ جولائی ۲۰۰۲ء

اِلتماس

خوشی کی بات ہے کہ برادرِ عزیز مولوی سید محمود حسن ندوی زیدہ مجدہٗ نے "سلاسل اربعہ" نام کا ایک رسالہ تصنیف کیا جس میں سلاسل کے متعلق مختصراً تحقیق کے ساتھ لکھا ہے اور حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے متوسلین کیلئے ہدایات و مشورے بھی درج کئے ہیں۔ چونکہ یہ حقیر بھی حضرت مولانا رحؒ سے وفات سے کچھ دنوں پہلے بیعت ہوگیا تھا اس لئے اس رسالہ کو پڑھ کر بہت خوشی ہوئی۔ جی چاہتا ہے کہ حضرت مولانا ندوی رحؒ کی جو ہدایات مندرج ہیں انکو اور سلاسل اربعہ کے متعلق جو معلومات ہیں ان کو نقل کردوں تاکہ اس سے جملہ ناظرین مستفید ہوں

ہدایات و مشورے

از: حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رح

"بیعت کرنا اور سلسلہ میں داخل ہونا کوئی رسمی اور شوقیہ چیز نہیں ہے جس کیلئے کچھ ماننا اور کرنا نہ پڑے، محض برکت یا شہرت مقصود ہو، یہ ایک عہد و معاہدہ اور ایک نئی دینی و ایمانی زندگی کا آغاز ہے جس میں زندگی میں کچھ تبدیلیاں کچھ پابندیاں اور کچھ ذمہ داریاں ہیں۔

۱۔ سب سے پہلی اور ضروری بات یہ ہے کہ بیعت اور سلسلہ میں داخل ہونا، کلمہ کی تجدید اور اسلامی عہد و معاہدہ اور اللہ و رسول کے احکام کے مطابق دینی و ایمانی زندگی شروع کرنے اور اسی کے مطابق زندگی گزارنے کا قصد و ارادہ اور عہد و معاہدہ سمجھا جائے۔

۲۔ سب سے ضروری بات یہ ہے کہ عقیدہ درست اور پختہ کیا جائے اور اس بات کا اقرار اور اس پر ایمان ہو کہ اللہ کے سوا کسی کے ہاتھ میں جلانے، مارنے، صحت اور شفا دینے، اولاد دینے، روزی دینے اور قسمت اچھی بری کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ اور اس کے سوا کوئی بندگی کا مستحق نہیں، نہ اس کے سوا کسی کے سامنے سجدہ کیا جا سکتا ہے، نہ بندگی کی کوئی شکل اختیار کی جا سکتی ہے نہ حاجت روائی اور مشکل کشائی کا سوال کیا جا سکتا ہے۔

۳۔ سید المرسلین و خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ کو اللہ کا آخری نبی، ذریعہ ہدایت، وسیلہ شفاعت اور سب سے زیادہ محبت اور اتباع پیروی کا مستحق سمجھا جائے اور زیادہ سے زیادہ آپ کی سنتوں پر عمل کرنے کی کوشش

کی جائے اور دینی و دنیوی زندگیوں میں آپ کی ہدایات آپ کے معمول اور دستور پر عمل کرنے کی کوشش کی جائے۔ آپ کی سیرت پاک کے مطالعہ کا اہتمام کیا جائے اور آپ کی احادیث کے مجموعوں اور سیرت کی کتابوں کے مطالعہ کا شوق پیدا کیا جائے

۴۔ زندگی کو اسلامی قالب میں ڈھالنے اور صحیح مقاصد زندگی معلوم کرنے کیلئے راقم کی کتاب " دستور حیات " کو مطالعہ میں رکھا جائے۔ نیز حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رح کے مواعظ و ملفوظات کا مطالعہ کیا جائے۔

۵۔ سب سے اہم فریضہ اور ضروری چیز نمازوں کو اپنے وقت پر پڑھنا اور اہتمام اور سنتوں کی پابندی کے ساتھ ادا کرنا ہے۔ اس میں غفلت اور تساہلی کی تلافی کوئی چیز نہیں کر سکتی۔ نمازیں جماعت کے ساتھ حتی الامکان مسجد میں ادا کی جائیں۔ مستورات ان نمازوں کو اپنے وقت پر پڑھنے کی کوشش کریں جو عام طور پر کاموں کی مصروفیت اور ذمہ داریوں کی وجہ سے فوت ہو جاتی ہیں یا ان کا وقت نکل جاتا ہے۔

۶۔ دینی و دنیوی دونوں کاموں میں ثواب اور رضائے الٰہی کی نیت کی مشق کی جائے۔ اخلاق و معاملات اور زندگی کے معمولات میں بھی اس کا اہتمام کیا جائے تاکہ ان پر عبادت کا ثواب ملے اور ان کو حتی الامکان شریعت اور سنت کے مطابق کرنے کی کوشش کی جائے۔ اخلاقی و مزاجی کمزوریوں حسد و کینہ، حد سے بڑھے ہوئے غصے، بدگوئی اور بدزبانی اور مال و دولت اور دنیا کی حد سے بڑھی ہوئی محبت سے بچنے کی امکانی کوشش کی جائے۔

۷۔ قرآن مجید کی جس قدر سہولت کے ساتھ ممکن ہو تلاوت کا معمول بنایا جائے۔

۸۔ فجر کی نماز سے پہلے یا بعد یا مغرب، عشاء کے بعد (جس وقت آسانی سے ممکن ہو اور پابندی ہو سکے) ایک تسبیح درود شریف کی، ایک کلمہ سوم کی اور ایک استغفار کی پڑھ لی جائے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ توفیق دے تو اخیر شب میں کچھ رکعتیں تہجد کی بھی پڑھنے کی کوشش کی جائے۔ اور اپنے سلسلہ کے مشائخ اور تعلق والوں کیلئے دعا کی جائے۔

ابو الحسن علی حسنی ندوی۔

اس کے بعد مؤلف سلمہ، نے حضرت[ع] مولانا سید ابو الحسن علی ندوی رح کے وہ سلاسل جن سے ان کو اجازت و خلافت ملی ہے ان کو نقل فرمایا ہے، بغرض اختصار ان کو تو نقل نہیں کیا مگر سلاسل کی خصوصیات و تعلیمات کو نقل کرتا ہوں۔ امید ہے کہ ناظرین کیلئے یہ مضامین بصیرت افروز ثابت ہوں گے۔ واللہ الموفق۔

سلاسلِ اربعہ کی خصوصیات و تعلیمات[ع]

اب ہم ان چاروں سلسلوں کے ذکر کے بعد ان کا مختصر تعارف پیش کرتے ہیں جو ایک صاحب نسبت بزرگ اور بلند پایہ عالم و مورخ مولانا حکیم سید عبد الحی صاحب حسنی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک انسائیکلوپیڈیل تصنیف "الثقافۃ الاسلامیہ فی الہند" (اسلامی علوم و فنون ہندوستان میں) سے ماخوذ ہے۔

"روحانی طاقت کو غذا دینے اور ان کو قوی کرنے کے طریقۂ تعلیم میں الگ الگ طریقے اختیار کئے گئے جس کے نتیجہ میں مختلف سلسلے اور طریقے پیدا ہوئے۔ چند کو زیادہ شہرت اور مقبولیت حاصل ہوئی، ان میں سے ایک طریقہ قادریہ ہے۔ اس کا انتساب

عہ حضرت مولانا رح خانوادۂ نبوت کے چشم و چراغ تھے۔ ۱۹۱۳ء میں ولادت ہوئی
(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

سیدنا عبدالقادر جیلانی رحؒ کی طرف ہے۔ اس طریقہ کی خصوصیت و بنیاد نوافل کا اہتمام اور ذکر کی پابندی ہے۔ تاکہ اللہ تعالیٰ کا استحضار ہر وقت قائم رہے اور بندہ ہر وقت اپنے کو اللہ تعالیٰ کے دربار میں محسوس کرے۔ اس طریقہ کی بہت ساری شاخیں ہیں اور اس کے اشغال و اوراد بہت ہی متنوع ہیں۔ اور ایک چشتیہ ہے اس طریقہ کے بانی حضرت خواجہ معین الدین حسن سنجری اجمیری (متوفی ۶۲۷ھ) ہیں ان کے مشائخ مقام چشت کے رہنے والے تھے (اس لیے یہ طریقہ "چشتی" کہا گیا) اس طریقہ کی اساس حفظ انفاس کے ساتھ ذکر بالجہر پر ہے اور شیخ سے محبت و تعظیم کا تعلق رکھنے پر اور چلہ کشی، روزہ کی کثرت، تہجد کی پابندی، وضو کے اہتمام، کم کھانے، کم سونے، کم بولنے اور ترک غفلت (استحضار) پر ہے۔ اس کے علاوہ بھی ان کے اشغال ہیں۔ ہندوستان میں سب سے پہلے اسی طریقہ کی اشاعت ہوئی اور پورے ملک میں یہ سلسلہ پھیل گیا۔ اس سلسلہ کی اصلاً دو شاخیں ہیں نظامیہ و صابریہ۔ ان سے بہت سی شاخیں وجود میں آئیں۔

اور ایک "نقشبندیہ" ہے۔ اس کے بانی حضرت خواجہ بہاء الدین محمد نقشبند

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) دارالعلوم ندوہ میں تکمیل تعلیم ہوئی اور دارالعلوم دیوبند بھی تشریف لے گئے۔ ماشاء اللہ آپ کو تعلیمی و تصنیفی اور تربیتی اہم خدمات انجام دینے کی سعادت خوب ہی خوب نصیب ہوئی۔ ان کے سلسلہ میں بہت کچھ لکھا جا چکا ہے اور لکھا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی ہدایات و تعلیمات پر ہم کو عمل کی توفیق عنایت فرمائے۔ آمین!

۲۲ رمضان المبارک ۱۴۲۰ھ بروز جمعہ قبل نماز جمعہ مطابق ۳۱ دسمبر ۱۹۹۹ء آبائی وطن دائرہ شاہ علم اللہ تکیہ کلاں، رائے بریلی میں قرآن پاک کی تلاوت کرتے ہوئے وفات ہوئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اور اپنے خاص قبرستان تکیہ کلاں میں مدفون ہوئے۔ نور اللہ مرقدہ۔

والد ماجد سے مولانا رحؒ کا خصوصی تعلق تھا۔ بہت محبت فرماتے تھے۔ والد صاحب کی حضرتؒ کی خدمت میں آمد و رفت اور مکاتیب کا سلسلہ آخر تک جاری رہا۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

رحمۃ اللہ علیہ ہیں، بخارا کے رہنے والے تھے۔ وہیں مزار ہے۔ اس طریقہ کی بنیاد عقائد دینیہ کی تصحیح اور کثرت عبادت اور حضور مع اللہ پر ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ اللہ تک پہنچنے کے تین طریقے ہیں۔ ذکر، مراقبہ، ربط شیخ اور نفی اثبات کا ذکر حبس نفس کے ساتھ، جو کہ متقدمین سے مروی ہے۔ ذکر کا دوسرا طریقہ اثبات محض ہے متقدمین کے یہاں ایسا طریقہ نہیں ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شیخ عبدالباقی (یعنی خواجہ باقی باللہ حضرت مجدد الف ثانی رح کے شیخ) یا ان کے کسی معاصر نے ذکر کا یہ طریقہ ایجاد کیا ہے۔ مراقبہ یہ ہے کہ انسان اپنے سارے ادراک واحساس کے ساتھ اس ذات مجرد کی طرف متوجہ ہو جائے جس کو لفظ "اللہ" سے لوگ جانتے ہیں لفظ سے الگ ہو کر محض ذات کا تصور کرنا بہت کم ہے۔ مراقب کا کام یہ ہے کہ ذات باری تعالیٰ کی طرف توجہ الفاظ سے الگ ہو کر کرے اور اللہ کی طرف وساوس اور دوسرے خیال سے اپنے کو علیحدہ کر کے متوجہ ہو جائے۔

اس طریقہ کی بھی بہت سی شاخیں ہیں، لیکن اصلاً دو بڑی شاخیں "باقیہ" اور "علائیہ" ہیں۔ باقیہ کو حضرت مجدد الف ثانی کی نسبت سے زیادہ رواج وقبولیت ملی اس کی اہم شاخوں ہیں "ولی اللّٰہیہ" ہے جس کا انتساب حکیم الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رح کی طرف ہے۔ اور "محمدیہ احمدیہ" ہے جس کا انتساب امیر المومنین حضرت سید احمد شہید رائے بریلوی رح کی طرف ہے۔ طریقۂ محمدیہ کو اللہ نے بڑی مقبولیت عطا فرمائی۔ اس طریقہ سے حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رح نے بڑا استفادہ کیا اور یہ طریقہ ان تمام طریقوں کا جن کا یہاں ذکر ہوا، جامع ہے۔ اس طریقہ کی خصوصیت ہم شیخ الاسلام والمسلمین برکۃ العصر حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی قدس سرہٗ کی شہرۂ آفاق تصنیف "سیرت سید احمد شہید" سے نقل کرتے ہیں۔ وہ رقمطراز ہیں:-

" دین کا ایک مہتم بالشان شعبہ جس کے آپ اپنے دور میں مجدد تھے، اور جو دراصل پورے نظام دینی کی روح ہے وہ " ایمان واحتساب " ہے۔ یعنی زندگی کے تمام اعمال واشغال میں صرف رضائے الٰہی کی طلب، نیت کا استحضار ہو اور وہ موعود اجر و ثواب کی طمع میں انجام پائیں۔ آپ نے اس " ایمان واحتساب " کو مکمل سلوک بنا دیا تھا اور چاروں طرق کے ساتھ آپ اس میں بھی بیعت لیا کرتے تھے اور آپ اس کو " طریقہ محمدیہ " کے نام سے موسوم کرتے تھے۔

خود آپ نے اس طریقہ کے متعلق فرمایا کہ ہم " طریقہ محمدیہ " کے اشغال کی تعلیم اس طرح کرتے ہیں کہ کھانا اس نیت سے کھایا جائے، کپڑا اس نیت سے پہنا جائے، نکاح اس نیت سے کیا جائے۔ سونے کی نیت یہ ہونی چاہئے۔ زراعت تجارت، ملازمت کی نیت یہ ہونی چاہئے۔ اس طریقہ کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ظاہری ہے۔

اس طریقہ کی خصوصیت یہ ہے کہ اس سے پوری زندگی اپنی تمام عبادات وعادات کے ساتھ خالص عبادت اور تقرب الی اللہ کا ذریعہ بن جاتی ہیں۔

دوسری خصوصیت یہ ہے جسے حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ نے بیان کیا۔ وہ فرماتے ہیں:۔

" سید صاحب " توحید ورسالت واتباع سنت پر بیعت لیتے تھے اور اتباع سنت کے لئے از حد تاکید فرمایا کرتے تھے اور بدعت کے سخت ماحی ومخالف تھے۔

اور ایک " طریقہ سہروردیہ " ہے۔ اس کے بانی شیخ شہاب الدین عمر سہروردی مصنف " عوارف المعارف " ہیں۔ اس طریقہ کی بنیادی باتیں یہ ہیں:۔

رات ودن کے اوقات کو نظام کے ساتھ ان کاموں میں لگا دینا جو مناسب

و بہتر ہے۔ مثلا روزہ، تہجد، ادعیہ ماثورہ کی پابندی، اوراد و وظائف کی پابندی نفی و اثبات کے ذکر میں مشغول رہنا اس طرح کر قلب پر اثر انداز ہو۔ اور اس کے علاوہ اور بھی بہت سے اشغال ہیں۔ ہندوستان میں یہ طریقہ شیخ بہاالدین زکریا ملتانی کے ذریعہ آیا۔ انھوں نے یہ طریقہ خود بانی طریقہ سے اخذ کیا تھا۔

نقشہ

حضرت مجدد الف ثانیؒ کے خلفاء کے بعض مشہور سلسلے

خواجہ محمد معصوم بن احمد سرہندیؒ	حضرت سید آدم بنوریؒ
↓	↓
خواجہ محمد نقشبند بن معصوم	سید عبداللہ اکبر آبادی
↓	↓
خواجہ محمد زبیر	شاہ عبدالرحیم دہلوی
↓	↓
خواجہ محمد ضیاء اللہ	شاہ ولی اللہ بن عبدالرحیم
↓	↓
شاہ محمد آفاق	شاہ عبدالعزیز ولی اللہ
↓	↓
شاہ فضل رحمن	احمد شہید بریلوی
↓	
شاہ بدر علی	
↓	
شاہ محمد احمد صاحبؒ	

حضرت خواجہ محمد معصومؒ

حجۃ اللہ خواجہ محمد نقشبند بن معصومؒ سرہندی

خواجہ محمد زبیر بن محمد نقشبند

خواجہ سیف الدین بن معصوم سرہندی

نور محمد بدایونی

حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ

شاہ غلام علی صاحبؒ

قاضی ثناء اللہ صاحبؒ

شاہ احمد سعیدؒ

شاہ محدث عبد الغنی

شاہ رفیع الدین دیوبندی

مفتی عزیز الرحمٰن دیوبندی

قاری محمد اسحٰق

مولانا بدر عالم صاحب مہاجر مدنی

مولانا خالد کردیؒ

علامہ ابن عابدین (مشہور بہ علامہ شامی)

اللہ تعالےٰ ان جملہ سلاسل صوفیہ ومشائخ کے فیوض وبرکات سے مالا مال فرمائے اور ان کے طریق حق پر گامزن فرمائے۔ آمین! مجبوب احمد ندوی

حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رح کے نصائح

حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رح نے "ارشاد الطالبین" میں "خاتمہ در سلوک نقشبندیہ" کے ضمن میں بہت سی نصائح تحریر فرمائی ہیں انمیں سے بعض کو جدامجد حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب الہ آبادی نے اپنی معرکۃ الآرا کتاب "وصیۃ الاخلاق" میں درج فرمائی ہیں انکو نقل کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں:۔

حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی معرکۃ الآراء کتاب "ارشاد الطالبین" کے خاتمہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

" تمام مسلمانوں کو عموماً اور طریقہ نقشبندیہ کے صوفیوں کو خصوصاً جن کے طریقہ کی بنا ہی اتباع سنت پر قائم ہے لازم ہے کہ فقہ اور حدیث کی خدمت کریں تاکہ فرائض، واجبات۔ محرمات، مکروہات، مشتبہات اور عبادات وعادات میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت معلوم کریں اور جہاں تک ہو سکے اتباع سنت کی کوشش کریں۔ خصوصاً فرائض و واجبات کے اتباع میں اور مکروہات ومشتبہات سے بچنے میں سنت کی رعایت محکم پکڑیں۔ بدن، کپڑے اور جائے نماز کی طہارت اور تمام شرائط نماز میں پوری پوری احتیاط کریں۔ لیکن ظاہری طہارت میں وسواس کی حد تک اپنے آپ کو نہ پہنچائیں۔ کیونکہ یہ مذموم ہے۔ اور پنجگانہ نماز مسجدوں میں جماعت کے ساتھ پڑھیں، اس طرح کہ تکبیر تحریمہ اول فوت نہ ہو اور جماعت کی تعداد بڑھائے اور اچھے آدمی کو امام بنانے کی کوشش کریں۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ " الامام ضامنٌ " یعنی مقتدی کی نماز امام کی نماز کی ضمانت میں ہے۔ پس جس قدر امام کامل ہوگا اسی قدر اس کی نماز کامل ہوگی۔ جمعہ کی نماز ہاتھ سے نہ جانے دیں۔ اور تمام سنن اور آداب نماز کی اچھی طرح رعایت کریں۔ نماز پورے اطمینان سے ادا کریں اور قرآن شریف کی صحت وصفائی اور اچھی آواز سے

گانے کے طرز کے بغیر پڑھیں۔ نماز مستحب وقتوں میں پڑھیں اور سنن راتبہ کو جو بارہ رکعات ہیں۔ اور نماز تہجد کو جو سنت موکدہ ہے ہاتھ سے نہ جانے دیں۔ (مگر عام فقہائے کے نزدیک مستحب ہے۔ قمرالزمان)

ماہِ رمضان کے روزے احتیاط سے ادا کریں، لغویات یا گناہ یا غیبت سے روزہ کا ثواب ضائع نہ کریں اور نماز تراویح اور ختم قرآن شریف اور اعتکاف عشرۂ اخیرہ رمضان لازم پکڑیں۔ لیلۃ القدر کی تلاش رکھیں۔ ذکر کے اوقات کو معمور رکھیں۔ اگر نصاب نامی کے مالک ہوں تو زکوٰۃ کا ادا کرنا فرض ہے۔ لیکن اس بارے میں سنت یہ ہے کہ حاجت ضروری سے زیادہ مال قبضے میں نہ رکھیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فتح خیبر کے بعد اپنی ازواج مطہرات میں سے ہر ایک کو چھ سو سیر سالانہ جَو اور خرما دیتے تھے اور اپنی ملکیت میں ایک درم بھی نہیں رکھتے تھے۔ اور کسب حلال سے کھاتے رہیں۔ خرید و فروخت وغیرہ معاملات میں مسائل فقہ کی رعایت لازم رکھیں۔ مشتبہات سے پرہیز رکھیں۔ حقوق الناس ادا کرنے میں سعی بلیغ کریں۔ اگر حقوق اللہ کی ادائیگی میں کوتاہی ہوگئی ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور پیران عظام کی شفاعت سے مغفرت کی امید ہے لیکن حقوق العباد نہیں بخشے جاتے۔ نکاح پیغمبروں کی سنت ہے۔ لیکن اگر اس کے حقوق ادا نہ کر سکے اس خوف سے کہ اس سے فرائض و واجبات فوت ہو جائیں گے تو اس سے باز رہنا بہتر ہوگا۔ اس بارے میں مختصراً حکم دیا گیا ہے اسکی تفصیل کتب فقہ و حدیث میں تلاش کرنی چاہیئے۔

فرائض و واجبات کی ادائیگی اور مکروہات و مشتبہات سے پرہیز کرنے کے بعد صوفی پر لازم ہے کہ اپنے اوقات کو ذکر الٰہی سے معمور رکھیں اور بیہودگی میں وقت ضائع نہ کریں۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اہل جنت حسرت نہ کریں گے مگر اس گھڑی پر جس میں انھوں نے اللہ کو یاد نہ کیا ہو۔ (ترجمہ ارشاد الطالبین صفحہ ۵۰)

اب ہم مزید نصیحتیں ارشاد الطالبینؒ ہی سے نقل کر رہے ہیں اور اسی کی آخری دعا پر اپنی اس کتاب کو ختم کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ آمین!

"فنائے نفس سے قبل قرآن کی تلاوت اور نوافل کی کثرت سے قرب حاصل کرنے میں ہرگز نہ چوکیں ارشاد باری تعالیٰ ہے لَا یَمَسُّہٗ اِلَّا الْمُطَھَّرُوْنَ یعنی قرآن بغیر پاکی کے نہ چھوئیں۔ جیسے کہ طہارت ظاہری نماز کی شرط ہے اسی طرح جبتک کہ نفس کے رذائل نہ دور ہو جائیں، اس وقت تک نماز و ولایت کی برکتیں حاصل نہیں ہوتیں۔ جس طرح کہ ظاہری کفر کا ازالہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ سے ہوتا ہے اس سے باطنی کفر کا بھی ہوتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جَدِّدُوْا اِیْمَانَکُمْ یعنی اپنے ایمان کو تازہ کرو۔ لوگوں نے پوچھا کہ ایمان کیسے تازہ کریں؟ آپ نے فرمایا کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی تکرار سے۔ جملہ سلسلوں کے مشائخ نے اپنے مریدوں کیلئے یہی حکم مقرر کیا ہے بعض اس کا ذکر جہری کرتے ہیں، اور نقشبندی سلسلہ کے صوفیا... ذکر خفی ہی پر اکتفا کرتے ہیں۔

صوفی کو جاہل اور فاسق لوگوں کی صحبت سے بچنا چاہئے۔ اور ان لوگوں سے بھی احتراز ہی کرنا چاہئے جو کہ دنیا کے کاموں میں بہت حصہ لیتے ہیں۔ کیونکہ ان کی صحبت میں اٹھنے بیٹھنے سے باطن کا کارخانہ خراب ہوتا ہے۔ علی الخصوص ان صوفیوں کو ان باتوں سے محترز رہنا چاہئے کہ جو ابھی تک مبتدی ہیں، اس لئے کہ ایسی صحبتیں ان کیلئے بہت مضر ہیں۔ کیونکہ تھوڑے ہی پانی کو نجاست پلید کرتی ہے۔ اور صوفیاء و اولیاء کی صحبت میں بیٹھنا ذکر اور عبادتِ الٰہی سے بھی زیادہ مفید ہے۔ صحابہؓ کہتے تھے کہ اِجْلِسْ بِنَا نُؤْمِنْ سَاعَۃً ہماری صحبت میں بیٹھو تاکہ ایمان تازہ کریں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔ اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ حُبَّکَ وَحُبَّ مَنْ یُّحِبُّکَ وَحُبَّ عَمَلًا یُّقَرِّبُنِیْ اِلَیْکَ۔ آمین، آمین!

(ترجمہ ارشاد الطالبین ص۷۵)

مصادر التحقیق

سیرۃ الصدیق	مولانا حبیب الرحمن خاں شیروانی
ازالۃ الخفار	مترجمہ مولانا عبدالشکور صاحب فاروقی رح
مشائخ چشت	شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رح
مظاہر حق	نواب محمد قطب الدین خاں دہلوی
سیر اعلام النبلاء	امام شمس الدین ذہبی
زاد سفر	امۃ اللہ تسنیم مرحومہ ہمشیرہ مولانا علی میاںؒ
صفۃ الصفوۃ	ابن جوزی
تفہیم البخاری	مولانا ظہور الباری
تابعین	شاہ معین الدین ندوی
اعیان الحجاج	مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی
حالات مشائخ نقشبندیہ مجددیہ	مولانا محمد حسن نقشبندی مجددی
نفحات الانس	مولانا جامی اردو ترجمہ شمس بریلوی
حلیۃ الاولیاء	ابو نعیم اصفہانی
نزہۃ البساطین ترجمہ روضۃ الریاحین	ترجمہ مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا ظفر احمد تھانوی
کتاب الغزالی	علامہ شبلی نعمانی
اتحاف السادۃ المتقین، شرح احیار العلوم	سید مرتضی زبیدی
اقوال سلف رح	مولفہ مولانا شاہ محمد قمر الزمان صاحب
خطبات حکیم الامتؒ ، فضائل علم	مولانا شاہ اشرف علی تھانوی رح
مشائخ چشت	پروفیسر خلیق احمد نظامی
سیر الاولیار	امیر خورد

المنقذ من الضلال	بحوالہ تاریخ دعوت وعزیمت
موقف ائمۃ الحرکۃ السلفیۃ	مولانا عبد الحفیظ مکی
مکتوبات امام ربانی	حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رح
نبیٔ رحمت	مولانا سید ابو الحسن علی ندوی رح
اُسوۂ حسنہ کے آئینہ میں	مولانا سعید الرحمٰن اعظمی
اوجز السیر	حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رح
اصح السیر	حضرت مولانا عبد الرؤف داناپوری
نشر الطیب	حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رح
رحمۃ للعالمین	قاضی محمد سلیمان منصور پوری رح
بخاری شریف	ابو عبد اللہ محمد بن اسمٰعیل البخاری رح
تاریخ اسلام	مولانا اکبر شاہ نجیب آبادی رح
سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم	علامہ شبلی نعمانی رح
تواریخ حبیبِ اِلٰہ	
وصیۃ الاخلاق	مولانا شاہ وصی اللہ صاحب رح
حیات شیخ عبد الحق محدث دہلوی رح	پروفیسر خلیق احمد نظامی
تذکرہ خواجہ باقی باللہ رح	مولانا نسیم احمد فریدی
معیار السلوک دافع الاوہام والشکوک	شاہ محمد ہدایت علی نقشبندی
تاریخ دعوت وعزیمت	مولانا سید ابو الحسن علی ندوی رح
الخطبۃ الشوقیۃ فی حضرۃ المجددیۃ	مولانا عبد الشکور فاروقی لکھنوی رح
تصوف کیا ہے؟	مولانا محمد منظور نعمانی رح
تجلیات ربانی	مترجمہ مولانا نسیم احمد فریدی امروہی
اصلاحی خطبات	مولانا مفتی محمد تقی عثمانی

نزہۃ الخواطر	مولانا سید عبد الحی صاحبؒ
مختصر سوانح حضرت خواجہ محمد معصومؒ	مولانا نسیم احمد فریدی
مکتوبات معصوم	" " " "
نسبت صوفیہ	مولانا شاہ وصی اللہ صاحبؒ
تذکرۂ فضل رحمٰن	مولانا سید ابو الحسن علی ندویؒ
ضیاء البدر	مولانا عبد الغفار ندوی
مقدمہ کمالات نبوت	مولانا محمد قمر الزمان صاحب الہ آبادی
الجزء اللطیف	حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ
شجرۂ طیبہ	مولانا محمد نعیم اللہ فاروقی
کلید معارف	مولانا محمد عارف صاحب ہرسنگ پوری
القول الجمیل	حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ
سلاسل اربعہ	سید محمود حسن ندوی

مطبوعات

MAKTABA DARUL MAARIF
Allahabad.
639/B, Wasiabad, ALLAHABAD.
Pin : 211003 • U.P. (INDIA)

مکتبہ دارالمعارف الٰہ آباد
بی/۶۳۹ وصی آباد، الٰہ آباد ۲۱۱۰۰۳
(یو، پی) الھند

Phone: 2550438 (R) 2655888 (O) Fax: (0532) 2550438

تالیفاتِ شیخ طریقت حضرت مولانا محمد قمر الزمان صاحب الٰہ آبادی دامت برکاتہم

اقوال سلف جو چھ حصوں پر مشتمل ہے، جس میں صحابہؓ، تابعین، تبع تابعین اور پندرہویں صدی کے اوائل تک کے علماء اعلام اور مشائخ عظام کے مختصر حالات اور مفید ارشادات درج کئے گئے ہیں۔

تربیت اولاد کا اسلامی نظام یقیناً یہ کتاب نہایت مفید و بصیرت افروز ہے۔ اور مرشدین و مربیین کیلئے اصلاح و تربیت کے میدان میں شمع رہنما ہے۔ یہ کتاب اس لائق ہے کہ ہر گھر میں موجود ہے، پڑھی پڑھائی جائے اور اس کے مطابق اپنی زندگی و معاشرت کو سدھارا جائے

وصیۃ الآداب اس میں اپنے صاحبزادوں مولوی مقبول احمد قاسمی وغیرہ کیلئے ۱۳۹۱ھ میں تعلیم و تعلم کے آداب درج فرمائے تھے جو نہایت مفید و بصیرت افروز ہیں مگر اب تک اتفاق سے شائع نہ ہو سکی تھی۔ اب الحمدللہ شائع ہو گئی ہے

ریاض السالکین من احادیثِ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم، ملقب بہ **گلدستۂ اذکار** جس میں مسنون اذکار اور جامع ماثورہ دعائیں نیز مشائخ کے تجویز فرمودہ وظائف، سفر حج کی دعائیں، ذکر سے متعلق ضروری و اہم فوائد، شریعت و طریقت، اور اخلاق حمیدہ و صفات رذیلہ کا بیان بھی عمدہ اسلوب سے آگیا ہے اور اکثر باتیں احادیث کے حوالہ سے لکھی گئی ہیں۔ اس طرح یہ کتاب بڑی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے ہر مسلمان کے پاس رہنا چاہیے اور سالکین طریقت کیلئے تو مشعل راہ ہے۔

معارف صوفیہ یعنی متعدد کتب تصوف ترصیع الجواہر المکیہ، اکمال الشیم، ارشاد الملوک، تجدید تصوف و سلوک تصوف و نسبت صوفیہ کی تلخیصات اور النصیحۃ للمسترشدین، تسہیل قصد السبیل کا مجموعہ،

روح البیان جو تین حصوں پر مشتمل ہے۔ یہ عارف باللہ حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاپگڈھی کے ان مواعظ اور تقاریر کا ایک ایمان افروز مجموعہ ہے جن کو حضرتؒ نے نہایت درد و سوز، اخلاص اور سادگی سے مختلف موقعوں پر بیان فرمایا ہے۔ اس سے پہلے کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ بحمداللہ اب کچھ ترمیمات و اضافہ کے ساتھ نیا ایڈیشن عمدہ و دیدہ زیب طباعت سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آ گیا ہے۔

شیخان جس میں مصلح الامت حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب قدس سرہ اور حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاپگڈھی کے مختصر حالات زندگی اور ملفوظات و ارشادات مولانا محبوب احمد قمر الزمان صاحب ندوی نے نہایت دلنشیں انداز میں لکھے ہیں۔

مشائخ نقشبندیہ مجددیہ
احسن السیر
مولفہ مولانا محبوب احمد قمر الزمان ندوی

خادم محمد عبداللہ قمر الزمان قاسمی الٰہ آبادی